Dave Davis #

سلسلۂ مطبوعات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

توازن قوت

یعنی

تاریخ یورپ

سنہ ۱۷۱۵ء تا سنہ ۱۷۸۹ء

مصنفۂ

آرتھر ہیسال - ایم - اے -

مترجمۂ

مولوی حمید احمد صاحب انصاری بی-اے

مسجل و رفیق جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۴۴ھ م سنہ ۱۳۳۵ف م سنہ ۱۹۲۶ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب مسرز ریونگٹنس پبلشرز کی اجازت سے جنکو
حق اشاعت حاصل ہے اردو میں ترجمہ کرکے طبع و
شایع کیگئی ہے

دیباچہ مصنف

میں نے اس کتاب میں اٹھارھویں صدی مسیحی میں یورپ کے تاریخی حالات بیان کرنے کی کوشش کی ہے مگر چونکہ کتاب مختصر ہے اس لئے میں نے پرتگال اور پاپائیت کے حالات کا ذکر مجبوراً محض سرسری طور پر کیا ہے اور فرانس کی اندرونی تاریخ کا ذکر بھی صرف اس حد تک کیا ہے جہاں تک کہ اس کا تعلق لوئی پانزدہم اور لوئی شانزدہم کی خارجی حکمت عملی سے ہے۔ مگر برایں ہم میں نے دُوبُوا، فلیوری، شوازیول اور ورژان کی خارجی حکمت عملی پر تفصیل سے بحث کی ہے تاکہ ۱۷۰۱ء اور ۱۷۵۶ء کے سفارتی انقلابوں کی اہمیت کا پورا اندازہ ہو سکے اور یہ معلوم ہو کہ انگلستان اور اس کی باغی امریکائی نوآبادیوں کی جنگ میں دخل دینے سے فرانس کو کس قدر سخت خسارہ ہوا۔

شمالی، مشرقی اور مغربی یورپ کے سیاسیات کے باہمی تعلق کو ثابت کرنے کی طرف میں نے خاص توجہ کی ہے اور اس لئے مسئلۂ مشرقی کے وجود میں آنے، روس اور پرشیا کے عروج اور سویڈن، پولینڈ اور ٹرکی کے انحطاط کو میں نے نہایت واضح طریقہ پر بیان کیا ہے۔

ضمیمہ جات الف، ب، ج کی ترتیب کے لئے میں پادری اے۔ ایچ۔ جانسن کے اخلاق کریمانہ کا مرہون منت ہوں۔ صاحب موصوف نے نہایت تحقیق کے ساتھ اس قیمتی مواد کو جمع کیا ہے۔ مسٹر ایچ۔ او۔ ویک مین اور مسٹر اے این موبرلے کا بھی شکرگزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کے پروف دیکھے۔

ان کتابوں کی مکمل فہرست پیش کرنا ناممکن ہے جن سے میں نے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی ہے یا جو اس عہد کے طالب علم کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ مونو کی فہرست تاریخ ہائے فرانس بہترین فرانسیسی کتابوں کی ایک مفید فہرست ہے۔ مارٹن سوریل

آرنیتھ، کارلائل، وان دال، ڑوبے، شے ریس، روکین، سائی بل، وے بر، بروگ لی، ڑلیف رائے، بودرلار، کاکس، تین، دی توک ول کی تصانیف آسانی سے دست یاب ہو سکتی ہیں۔

ہدایات سفرا، Instruction aux Ambassadeurs کا قیمتی ذخیرہ اور سلسلۂ اونکین کی قابل قدر کتابیں، یہ معلومات کے مخزن ہیں اور نہایت قابل وثوق اور دلچسپ ہیں۔ اس کتاب میں میں نے بعض ایسی کتابوں اور رسالوں کا حوالہ دیا ہے جن سے معمولی ناظرین واقف نہیں ہیں۔

کتاب کی تالیف میں مجھے جس قدر دقت ہوئی ہے، اس کا اندازہ وہی اصحاب کر سکتے ہیں جنھوں نے اٹھارھویں صدی میں یورپ کی سیاسیات کی الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانے کی کوشش کی ہو۔ میں امید کرتا ہوں کہ فرانسیسی انقلاب سے قبل کے عہد کی تاریخ کا یہ مختصر خاکہ ناظرین کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

اے ہیسال۔ آکسفرڈ

فہرست مضامین توازن قوت

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

یورپ اٹھارھویں صدی عیسوی کے آغاز میں

(توازن قوت۔ روشن خیال حکومتیں، تجارت اور نو آبادیاں، طبقۂ وسطیٰ کا عروج۔ انقلاب یورپ کے اسباب۔ ۱۷۱۳-۱۴ء کا تصفیہ ۱۷۱۵ء میں یورپ کی سربرآوردہ قوتوں کی حیثیت۔ شہنشاہی۔ آسٹریا۔ پرشیا۔ بادیریا۔ پلاٹنیٹ۔ ہینوور سیاکسنی پولینڈ۔ اطالیہ۔ ہسپانیہ، پرتگال، شمالی یورپ۔ مسئلہ شرقی۔ سویڈن اور فرانس ۱۷۱۵ء میں)

یکم ستمبر ۱۷۱۵ء کو لوئی چہاردہم (شاہ فرانس) نے انتقال کیا۔ جسطرح اسکی موت کو اٹھارھویں صدی کا آغاز شمار کر سکتے ہیں اسی طرح ہر اسٹیٹس جنرل کے اجلاس منعقدہ ۵ مئی ۱۷۸۹ء کو اس صدی کا اختتام قرار دیسکتے ہیں۔ ۱۷۱۵ء سے ۱۷۸۹ء تک کے سنین پیش خیمہ تھے اس عہد تاریخ کے جو ۱۷۸۹ء اور ۱۸۱۵ء کے درمیان واقع ہے۔ عہد مذکور میں ایک سیاسی انقلاب نہ صرف فرانس میں وقوع میں آیا بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی اور یورپ کا نقشہ از سر نو مرتب ہوا۔ اس انقلاب سے زمانہ حال کا یورپ بیحد متاثر ہوا ہے اور اسکے اسباب سال ہائے ماسبق کی تاریخ سے عیاں ہیں۔ ۱۷۱۵ء سے ۱۷۸۹ء تک کے عہد میں چند تخیلات مقبول تھے جو اکثر معاملات میں عہد انقلاب کے تخیلات سے متغائر تھے۔

توازن قوت

ان میں سے مشہور ترین "توازن قوت" کا مسئلہ ہے۔ ویسٹ فالیا کے صلح نامے کے بعد بالعموم تسلیم کر لیا گیا تھا کہ یورپ کی خود مختار سلطنتوں میں جن میں بلحاظ رقبہ و ذرائع باہم اختلاف تھا کوئی تصفیہ ایسا ہو جانا چاہیئے کہ نزاعوں کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور کسی کی سلامتی معرض خطر میں نہ رہے۔ لیکن "جمہوریہ مسیحی" کا تخیل صرف فلسفیوں کی جماعت تک

محدود تھا۔ لوئی چہار دہم نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی، فرانس کا تفوق یورپ میں ۱۶۸۸ء تک قائم رہا جب کہ ولیم سوم نے کامیابی کے ساتھ اسکی مخالفت کی۔ اٹھارویں صدی کے توازن قوت کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ "وہ ایک قسم کی عارضی حالت عدم حرکت تھی جو طویل معرکہ آرائیوں کی خستگی سے پیدا ہوگئی تھی، سفارتی کارروائیاں بدایمانی کی مترادف تھیں اور بین الاقوامی معاملات میں اصول اخلاق کا بالکل لحاظ نہ رکھا جاتا تھا۔ فریڈرک اعظم اور کیتھرائن ثانی کے اصول پر دوسری حکومتیں بھی عمل کرتی تھیں لب البتہ اصول مذکور کے اعتراف کی جرات نہ تھی، مسلمہ حقوق کا پاس نہ کیا جاتا تھا اور زبردست سلطنتیں اپنے کمزور ہمسایوں پر دست درازی کر کے اپنے مقبوضات کو وسیع تر کرنے کی فکر میں رہتیں۔ اس کی چند بین مثالیں ہیں مثلاً سائی لیشیا پر حملہ کیا گیا، پولینڈ کی سلطنت تقسیم کر دی گئی، ٹرکی اور سویڈن کے قطع و برید کی کوشش کی گئی اور پرشیا کے ساتھ بھی یہی سلوک کرنے کی بعض سلطنتوں کی نیت تھی اس کے علاوہ ممالک کی قومی حدود کا بھی مطلق لحاظ نہ کیا جاتا تھا۔ یوٹ رکیٹ کے صلح نامے کی روسے اطالیہ کے متعدد اضلاع ہسپانیہ سے لیکر آسٹریا کو دیدئے گئے اور ہسپانیہ کے مقبوضات واقع نیدرلینڈ دور افتادہ خاندان ہیپسبرگ کے سپرد کر دیے گئے ۱۷۸۹ء تک شاہی خاندانوں کے مفاد کے دیگر امور پر فوقیت رکھنے پر کسی کو اعتراض نہ تھا، قومیت کے تخیل کو تو مقبولیت انیسویں صدی میں جاکر حاصل ہوتی ہے۔ البیرونی (ہسپانی وزیر) اپنے عہد کے وزیروں کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ سلطنتوں اور ریاستوں کی قطع و برید اس طرح کرتے ہیں جیسے کہ کوئی شخص پنیر کا ٹکڑا کاٹے۔ اسکا یہ قول بالکل صادق آتا ہے اس طرز عمل پر جسکی دول عظمے یوٹ رکیٹ کے صلح نامے سے وائنا کے صلح نامے (۱۸۱۵ء) تک برابر پابند تھیں۔ مگر باوجود امور مذکورۂ بالا توازن قوت کا تخیل نہایت معقول ہے اور اس کا اثر یورپی سیاسیات میں اُس وقت سے اب تک برابر قائم ہے جب کہ قرون وسطےٰ میں اطالیہ کے شہروں میں باہمی نزاعوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اب بھی یورپی مدبروں کے دماغوں میں یہ تخیل موجود ہے ۱۷۱۰ء میں انگلستان کے سفیر لارڈ اسٹیر نے نائب السلطنت کو سمجھایا تھا کہ اسٹین ہوپ کی خارجی حکمت عملی توازن قوت کے اصول پر مبنی ہے، اور انگلستان کی خواہش یہ ہے کہ آسٹریا بہ لحاظ قوت فرانس کا ہمسر ہو جائے تاکہ ان دونوں ملکوں میں سے کوئی بہ لحاظ قوت یا اثر دوسرے سے بڑھ نہ جائے۔ لارڈ اسٹیر نے یہ بھی صاف صاف کہدیا کہ اگر فرانس شہنشاہ سے زیادہ طاقتور ہو جانے کی کوشش کریگا تو اس کے حلیف اس کا ساتھ چھوڑ دینگے۔ البیرونی کا بھی جب سے اسے ہسپانیہ میں عروج ہوا قصد مصمم

صفحہ (۳)

تھا کہ یوٹ ریخٹ اور راسٹاٹ کے صلح ناموں کو منسوخ کرادے کیونکہ انکی وجہ سے توازن قوت باقی نہ رہتا تھا اور ہسپانیہ اور اطالیہ کو سخت نقصان تھا۔ توازن قوت کا مسئلہ مدبّروں کی زبان پر تو تھا مگر اسکا وجود دول عظمےٰ کی درازدستیوں کو روک نہ سکتا تھا۔ ایک مبصر کا بیان ہے کہ یورپ نے آسٹریا کی جنگ جانشینی اور پولینڈ کی تقسیم پر معترض نہ ہونے کی وجہ سے یک گونہ خودکشی کرلی۔ البیسر سوریل کا قول ہے کہ یہ "دونوں نامستحسن افعال قدیم یورپ کے آخری وصیت نامے ہیں جن پر دستخط کر کے اسے مرجانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا"۔ فرانس کے انقلاب کے آغاز میں یورپ میں طوائف الملوکی کا زور تھا، اخلاق اور مذہب کا بہت کم اثر باقی رہگیا تھا۔ اکثر سلطنتیں یا تو کھوکھلی ہوگئی تھیں یا بالکل خستہ حال تھیں اور آسٹریا، روس اور پرشیا کے فرمانرواؤں نے حق اور انصاف کو پامال کر کے ایسا طرز عمل اختیار کیا تھا جس سے توازن قوت کا مسئلہ بالکل منسوخ ہوگیا۔ ۱۷۸۸ء میں انگلستان کے مدبّروں کی سمجھ میں یہ آیا کہ ایک خاص حد تک توازن قوت کو برقرار رکھنا چاہیئے۔ انکی کوششوں سے ٹرکی اور سویڈن قطع و برید سے بچ گئے اور یورپ کا نقشہ زیادہ نہ بدلنے پایا (۱)۔ مگر باوجود اس کے کہ حقوق قومی پر کچھ توجہ نہ تھی فرمانرواؤں کو اپنی مقبوضات کی حدود کے اندر اپنی ذمہ داریوں کا زیادہ احساس ہوگیا تھا۔ مملکت کا جدید تخیل پہلے پہل لوگوں کے دماغوں میں آنے لگا تھا اور یہ خیال بھی مروج ہوگیا تھا کہ حکومتوں کا وجود محکومین کی فلاح اور امن وامان کے لئے ہے۔ اٹھارھویں صدی روشن خیالی کا عہد تھا اسی لئے اسے عہد عاقلانہ کہتے ہیں۔ لیکن قوم عامہ کی حکمرانی کا اصول تسلیم نہ کیا جاتا تھا۔ انگلستان سے لیکر روس تک ہر ملک میں یہی خیال تھا کہ حکومت کا وجود قوم کی فلاح کے لئے ہے مگر انتظام مملکت میں انھیں کسی قسم کا دخل نہ ہونا چاہئے۔ اٹھارھویں صدی انتظامی مطلق العنانی کا زمانہ تھا یعنی مملکت سب کچھ تھی اور قوم کی کچھ ہستی نہ تھی۔ نیک نیت مطلق العنان فرمانروا اپنے اپنے ممالک میں انسانیت کے اصول پر حکمران تھے۔ افراد ملک کے لئے آزادی خیال وافعال اصولاً مستحسن خیال

روشن خیال حکومتیں

صفحہ (۴)

(۱) Sorel. L' Europe et la Revolution Francaise جلد اول باب اول
Lecky, History of England in the Eighteenth Century جلد پنجم صفحات ۲۲۹-۲۳۰-

کی جاتی تھی مگر عملاً شخصی آزادی کا اصول تسلیم نہ کیا جاتا تھا۔ نظام جاگیری یورپ کے اکثر ممالک میں اب بھی باقی تھا اور طبقۂ ادنے قریب قریب غلامی کی حالت میں تھا۔

عہد مذکور کی ایک نمایاں اور نہایت ہی اہم خصوصیت یہ ہے کہ تجارتی معاملات اور نو آبادیوں کے فروغ میں قوموں کو بے حد دلچسپی تھی۔ تجارت دولت اور قوت کی کلید خیال کی جاتی تھی اسلئے یورپ کے ہر حکمراں کو خیال ہو گیا کہ اپنے ملک کی تجارت کو فروغ دیکر اسکی دولت میں اضافہ کرے۔ علم معاشیات کے مطالعہ کا آغاز سترھویں صدی میں شروع ہو گیا تھا گو علم مذکور کی حالت اسوقت نہایت ابتدائی تھی اور ہر ملک میں لوگوں کا یہ خیال تھا کہ کسی ملک کی دولت وہ سیم و زر ہے جو اس کے قبضے میں ہو اور یہ کہ کسی ملک کو دولت اور فلاح صرف دوسرے کو نقصان پہنچانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہر ملک نے سیم و زر کی برآمد کو روک دیا اور تجارتی رقابت بڑھتی گئی۔ "ایک کا نفع دوسرے کا نقصان ہے" یہ خیال اصول مسلمہ میں داخل ہو گیا اور برائے نام "نظریۂ تجارتی" بھی تمام یورپ میں تسلیم کر لیا گیا۔

سترھویں صدی کے نصف آخر میں نو آبادیوں کی تجارت کے منافع کثیر کا یورپ کے ہر ملک کو احساس تھا۔ ۱۶۹۸ء اور ۱۷۰۰ء کے تقسیم (ہسپانیہ) کے صلح ناموں سے انگلستان میں ناراضی پھیل گئی تھی، اس کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ اگر ان صلح ناموں پر عمل ہوتا تو بحیرۂ روم کا مغربی حصہ بالکل فرانس کے زیر اثر ہو جاتا اور انگریزوں کی تجارت نہ صرف نواح مذکور میں بلکہ بحیرۂ روم کے مشرقی سواحل (لیوانٹ) پر بھی معرض خطر میں پڑ جاتی۔ انگلستان اور پیٹر اعظم کے درمیان ہسپانیہ کی جنگ جانشینی کے بعد جو ناچاقی پیدا ہو گئی تھی اسکی بھی زیادہ تر یہی وجہ تھی کہ انگریزوں کو اندیشہ تھا کہ بحیرۂ بالٹک میں روسی بیڑے سے انکی تجارتی مفاد کو نقصان پہنچیگا۔ انگلستان کے علاوہ ہسپانیہ، فرانس اور آسٹریا کو بھی تجارت کے نفع انگیز ہونے کا خیال تھا اور اس کے نتائج نہایت ہی اہم ثابت ہوئے۔ نو آبادیوں کی توسیع اور تجارت کی ترقی کے لئے زبردست بیڑوں کا وجود ناگزیر ہو گیا اور سترھویں صدی کے اواخر ہی میں فرانس انگلستان اور ہالینڈ کے بیڑوں میں نہ صرف یورپ کے سمندروں میں ایک زبردست رقابت پیدا ہو گئی تھی بلکہ امریکہ اور ہندوستان کے دور دراز سمندروں میں بھی تھے۔ اٹھارھویں صدی کے آغاز کے قریب ہالینڈ اس دوڑ میں پیچھے رہگیا مگر انگلستان اور فرانس اور ہسپانیہ کی بحریات کے درمیان جد و جہد کا سلسلہ جاری رہا۔ امریکہ اور ہندوستان میں جانبین کے

صفحہ (۵)

درمیان حصول تفوق کے لئے لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور اُس صدی کے نصف آخر میں جاکر یہ فیصلہ ہو لیا کہ ہندوستان میں بجائے فرانس کے انگریزوں کو سیادت نصیب ہوگی ، شمالی امریکہ کی قسمت کی باگ بجائے لاطینی اقوام کے ٹیوٹن اقوام کے ہاتھ میں آئیگی اور وہی اسکو ترقی دینگی۔ یورپ کی سلطنتوں کے تجارتی اغراض کی ترقی اور نوآبادیوں کی توسیع کی وجہ سے طبقۂ وسطیٰ کو فروغ حاصل ہو گیا، خصوصاً انگلستان، فرانس اور مغربی

طبقہ وسطے کی ترقی

جرمنی میں۔ اٹھارھویں صدی بارسوخ غیر فوجی لوگوں کے فروغ کا زمانہ تھا، اسی عہد میں والپول، پٹ، البیرونی اور تورگو کو عروج نصیب ہوا۔ جس ملک میں تجارت کو فروغ ہوا، وہاں زراعت پیشہ لوگوں کی حالت بہتر ہوگئی اور ایک آزادی پسند، دولت مند با فہم طبقۂ وسطیٰ وجود میں آگیا جس میں سے ہر ملک میں متعدد باکمال سپہ سالار، حکام اور ماہرین مالیات پیدا ہوئے۔ تجارت کی طرف توجہ کے بڑھ جانے سے اقوام کے درمیان جو حدود فاصل تھیں وہ ٹوٹنے لگیں اور یورپ کی قومیں زیادہ متحد ہوگئیں، علاوہ ازیں

قومی علیحدگی ناممکن

قومی علیحدگی اس زمانے میں ناممکن تھی جب کہ ہسپانیہ کی حکومت اطالوی تھی انگلستان کی جرمنی، اطالیہ کی آسٹروی اور روس کی بالکل غیر روسی۔

اٹھارھویں صدی سیاسی قسمت آزماؤں کا عہد تھا، یہ امر مختلف ریاستوں کی تاریخوں کے سرسری مطالعے سے ظاہر ہے۔ ارتیاب بڑھ رہا تھا اور مذہبی خیالات ضعیف ہو رہے تھے۔ بوسُوا اور پاسکل کے جانشین وُولِ تیئر اور دیدرو ہوئے تھے۔ کاتولیکیت کا اثر رو بہ تنزل تھا۔

اٹھارویں صدی میں یورپ کی تاریخ کی جن نمایاں خصوصیات کا ہم نے مختصر خاکہ کھینچا ہے وہ بظاہر خوش آیند نہیں معلوم ہوتیں۔ اس عہد میں دول عظمیٰ کا خاص مقصد یہ نظر آتا ہے

نتایج

کہ اپنے اپنے مقبوضات میں اضافہ کریں لیکن اپنے مقاصد کے حصول میں انھیں کسی ذریعے سے کام لینے میں عار نہ تھا۔ یورپ کے ارباب حل و عقد صفحہ (۶)
نے سفارتی کارروائیوں کو اپنا مذہب بنالیا تھا۔ یہ کارروائیاں بے ایمانی کے ہم معنے تھیں اسکے علاوہ اٹھارھویں صدی کے وسط میں یورپ کے ممالک کے باہمی تعلقات میں اصول اخلاق کو بالکل بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا اور اس کا باعث "پوشیدہ یہی سفارتی کارروائیاں تھیں۔

دو بڑے واقعے یعنی آسٹریا کی جنگ جانشینی اور پولینڈ کی تقسیم سے اس عہد کے خصائل

نمایاں ہوتے ہیں۔ جنگ مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ دول یورپ کے عہد و پیمان کا کوئی اعتبار نہیں ہوسکتا تھا اور پولینڈ کی تقسیم سے ظاہر ہے کہ کمزور سلطنتوں کو اپنے زبردست ہمسایوں سے ترحم کی امید نہ ہوسکتی تھی۔ نپولین نے یورپ کے بیشتر حصے کو تاخت و تاراج کرکے فتح کرلیا مگر یہ کوئی نئی بات نہ تھی، اس نے دراصل دول عظمیٰ کے طرز عمل کی پیروی کی جس پر وہ ۱۷۸۹ء تک عمل کرتے رہتے تھے۔ اس خاص معاملہ میں نپولین کی بھی وہی حالت تھی جو کیتھرائن ثانی، فریڈرک اعظم اور جوزف ثانی کی تھی اور اس کا شمار بھی اٹھارھویں صدی کے مطلق العنان فرمانرواؤں میں ہوسکتا ہے۔

انقلاب یورپ کا فرانس میں آغاز

جس قدر اس صدی کے سال گزرتے گئے یہ حقیقت عیاں ہوتی گئی کہ یورپ کے قدیم نظام سیاسی کا زوال اب قریب ہے۔ طبقہ وسطیٰ نے دولت اور علم میں ترقی کی تھی اور اسکے افراد خود کو سیاسی فرائض کے انجام دینے کے قابل خیال کرنے لگے تھے مگر "نیک نیت حکومت مطلق العنانی" کا نظریہ انکا سدراہ تھا۔ جاگیرداروں کے استحصال بالجبر اور طبقات اعلےٰ کے خاص حقوق سے تنگ آکر عوام کی مایوسی انتہا کو پہونچ گئی تھی اور انھیں اس امر کا بھی احساس ہوگیا تھا کہ بادشاہ جن سپاہیوں کے سہارے پر ان پر ظلم کرتے ہیں انھیں کے بھائی بند ہیں۔ برخلاف اسکے بادشاہ نہ تو اب قوم کے رہبر تھے نہ انکی عظمت باقی تھی۔ امرا اسراف کی وجہ سے تباہ ہورہے تھے، پادری سخت بے ایمان ہوگئے تھے اور اہل سیاست سخت خود غرض تھے۔ جن ستونوں پر تمدن کی بنا تھی وہ خود گر رہے تھے اور ایک سخت مصیبت آنے والی تھی مگر کسی فرد واحد کو علم نہ تھا کہ آنے والے زلزلہ کا صدمہ پہلے کس ملک کو پہونچیگا۔

عہد انقلاب کے اسباب

پھر اس انقلاب کے اسباب کیا تھے جو بوقت واحد بلجیم، پولینڈ اور فرانس میں وقوع میں آیا جب کہ یورپ کے دوسرے ممالک بھی ضعیف اور مضمحل ہورہے تھے۔ اس سوال کا جواب ایک حد تک یورپ کی سیاسی حالت سے ملیگا جو یوٹرخٹ اور نسٹاڈ کے صلحناموں سے پیدا ہوئی تھی اور کچھ اس جدوجہد سے بھی جو نوآبادیوں میں تفوق کے لئے انگلستان اور فرانس کے درمیان جاری تھی۔ صفحہ (۷)

یوٹرخٹ کے صلح نامہ سے تقسیم ممالک کا اصول جاری ہوگیا، شمالی امریکہ کی نوآبادیوں کے متعلق انگلستان اور فرانس کی رقابت شدید تر ہوگئی اور آسٹریا کو بلجیم کا ملک ایسی شرطوں کی

پابندی کے ساتھ دیا گیا جو خاندان ہیپس برگ کو سخت ناگوار تھیں اور جن سے نزاعوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ نسٹاڈ کے صلح نامے (۱۷۲۱ء) سے روس کی عظیم الشان ترقی کا حقیقی آغاز ہے اور اس کے بعد ہی سے روس نے سویڈن، پولینڈ اور ٹرکی کے ضعف سے نفع اٹھا کر اپنی سرحدوں کو بڑھانا شروع کیا اور یورپ کے سیاسیات میں دخل دینے لگا۔ اس طور پر شمالی مشرقی یورپ میں ایک عظیم الشان اور بہت بڑا انقلاب ہو رہا تھا۔ پرشیا کا عروج جس کے آثار یورپ میں ۱۷۰۱ء سے نمودار ہو رہے تھے بجائے خود ایک تعجب خیز انقلاب تھا۔ خاندان بوربون کے سلاطین متحد ہو گئے تھے مگر ۱۷۶۳ء کے بعد انھیں معلوم ہو گیا کہ شمالی مشرقی یورپ میں ایک زبردست اتحاد ان کے مقابلہ پر موجود ہے۔ ۱۷۸۹ء تک فرانس اور انگلستان، ہندوستان میں تفوق حاصل کرنے اور نو آبادیوں کے لئے برسرپیکار رہے، آسٹریا اس فکر میں تھا کہ نیدرلینڈ کو باویریا سے بدل لے اور روس

خلاصہ

اور پرشیا برابر ترقی کر رہے تھے اور وہ دن قریب تھا کہ آسٹریا اور فرانس کے دوش بدوش انکا شمار بھی یورپ کے دول عظام میں ہونے لگے

یوٹ ریخٹ، راسٹاٹ اور باڈین کے صلح ناموں اور ۱۷۱۵ء کے "صلح نامہ سرحدی" سے صرف یہ مقصود تھا کہ جو امور وقوع میں آچکے ہیں انھیں قلم بند کر کے تسلیم کر لیا جائے اور اس طور پر یورپ کے معاملات کا تصفیہ ہو جائے۔ فرانس کے فتوحات کا بیشتر حصہ اسی کے

۱۷۱۳ء اور ۱۷۱۴ء کے تصفیے

قبضے میں رہنے دیا گیا مگر اس کے ساتھ یہ بھی خیال رکھا گیا کہ آئندہ اس میں حملہ آور ہونے کی قوت باقی نہ رہے۔ جدید حالات کے تحت میں سلطنتوں کے متحد ہونے سے نئے مسائل متنازع فیہ پیدا ہو گئے جن کا تصفیہ بالاخر ۱۸۱۵ء میں جا کر ہوا۔ صفحہ ۱۸ یوٹ ریخٹ کے صلح نامے کی رو سے راس برٹین کا جزیرہ فرانس کے قبضے میں رہ گیا اور نیو فاونڈ لینڈ کے سواحل پر اس کا ماہی گیری کا حق بحال رہا مگر اکاڈیا (نووا اسکوشیا) نیو فاونڈ لینڈ اور ہڈسنس بے اسے انگلستان کے حوالے کرنے پڑے اور ڈنکرک کو مسمار کرنے کا وعدہ کرنا پڑا۔ لیل، ایر، بتھیون اور سائین دینان، فرانس کے قبضے میں رہے مگر اسکو یہ قبول کرنا پڑا کہ ہسپانی نیدرلینڈ آسٹریا کو دیدئے جائیں اور بلجیم کی سرحد پر ایک حد فاصل قائم کی جائے۔ فرانس نے یہ بھی وعدہ کیا کہ سوائے اور نیس، سوائے کے ڈیوک وکٹر اماڈیس کو بحال کئے جائینگے اور اس انتظام کو بھی تسلیم کرنا پڑا جس کے ذریعے سے

اس چالاک ڈیوک کو جو ہسپانیہ کے تخت وتاج کے متعلق اپنے دعوی سے دست کش نہیں ہوا تھا، سسلی کا جزیرہ مع خطاب شاہی دیا گیا۔ فرانس نے فریڈرک ولیم رئیس پرشیا کے خطاب شاہی اور نوف شاتیل پر اس کے حقوق کو تسلیم کر لیا اور آرینج پر اپنے حقوق کو محفوظ رکھکر بالائی گویلڈر لینڈ پرشیا کو واپس کر دیا۔ ہسپانیہ نے بھی اسی وقت انگلستان سوائے اور ہالینڈ سے معاہدے کئے۔ انگلستان کو ہسپانیہ نے جبل الطارق اور مینارقہ دیدیئے اور آسیانتو کے معاہدے کی رو سے انگلستان کو جنوبی امریکہ میں تیس سال تک چار ہزار حبشیوں کے لیجانے اور پورتو بیلو کے میلے میں ہر سال ایک جہاز بھیجنے کی اجازت دی۔ سوائے اور ہالینڈ سے ہسپانیہ نے جو معاہدے کئے انکی شرائط وہی تھیں جو فرانس کے معاہدوں کی تھیں۔ سال مابعد میں فرانس اور آسٹریا کے مابین شرائط صلح راس ٹاٹ میں طے ہوئیں اور اس کے بعد فرانس اور شہنشاہت کے درمیان باڈین میں صلح نامہ ہوا۔

راس ٹاٹ کے صلح نامے (۶ مارچ ۱۷۱۴ئہ) کی رو سے فرانس نے تسلیم کر لیا کہ آسٹریا کا قبضہ نیپلز، سارڈی نیا، ٹسکنی کی بندرگاہوں (پیوم بینو، پورتوارِ کول، پورتو سان استی فانو اور پی تو لو، بیلاموتی اور پورلو نون گونی واقع البا) اور مائی لن پر رہے علاوہ بریں فرانس نے ہینوور کے حکمران کو شہنشاہت کا نواں منتخب کنندہ (Elector) تسلیم کر لیا اور باویریا اور کولون کے الیکٹروں کے مقبوضات اور حقوق بحال کرا دیئے۔ ستمبر ۱۷۱۴ئہ میں شہنشاہت نے "حالت موجودہ قبل از جنگ" اور ان امور کو تسلیم کر لیا جو رس وک کے معاہدے کی روسے طے ہوئے تھے۔ فرانس کا قبضہ السایس اور استراس برگ پر برقرار رہا مگر رائن ندی کے مشرقی
کنارے پر جو مقامات اسکے قبضے میں تھے ان سے دست کش ہونا پڑا۔ نومبر میں صلح نامہ سرحدات صفحہ (۹)
(۱۷۱۵ئہ) کی رو سے ان انتظاموں کا عملاً نفاذ ہوا جو دول عظام کے درمیان طے ہوئے تھے۔ صوبجات متحدہ نے ہسپانی نیدرلینڈ چارلس ششم کے حوالے کر دیئے اور قطعاً طے پا گیا کہ نامور، تورنائی، مینن، فورنے دار نے لوت، اپیرسے اور قلعہ نوک میں صرف ڈچ فوجیں اور دانڈرموند میں ڈچ اور آسٹریوں کی مشترک فوجیں رہیں۔ یہ بھی طے پایا کہ ہسپانی نیدرلینڈ کا کوئی حصہ آیندہ فرانس کو نہ دیا جائے۔

یوٹرخت کے معاہدے سے لڑائیوں کا سلسلہ تو ختم ہو گیا مگر نئی بحثیں اور پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ جن تصفیوں (یوٹرخت، باڈین اور راس ٹاٹ کے معاہدے)

سے یورپ کا نقشہ بالکل بدل گیا تھا، اسکی وجہ سے معاہدہ کرنے والوں میں باہمی رنج نفاق اور بے چینی نہ پیدا ہوتی۔ اطالیہ میں آسٹریا کا تفوق ہسپانیہ کو کبھی گوارا نہ ہوسکتا تھا اس لئے اسے چین نہ آیا جب تک کہ یوٹریخٹ کے انتظامات تہ وبالا نہ ہوگئے۔ فلپ فرانس کے تخت وتاج کے متعلق اپنے دعویٰ سے دست بردار ہوگیا تھا مگر اس عہد پر قائم رہنے کی اس کی نیت مطلق نہ تھی اور وہ موقع کا منتظر تھا کہ اپنے دعویٰ کو پھر پیش کرے۔ خاندان ہیپس برگ کو وہ شرائط سخت ناگوار تھیں جن پر ہسپانی نیدرلینڈ انکو ملا تھا۔ پہلے تو انھوں نے شرائط مذکور کی ترمیم کیلئے کوشش کی اور جب اس میں کامیابی نہ ہوئی، تو حد درجہ اصرار کے ساتھ بلجیم کو باویریا سے بدل لینے کی کوشش کی۔ فرانس نے بدرجۂ مجبوری کناڈا میں انگریزوں کے قدم جمنے دیئے تھے مگر اسکا قصد مصمم تھا کہ شمالی امریکہ میں تفوق حاصل کرنے کے لیئے انگلستان سے لڑ بیٹھے۔ جس کی وجہ سے دونوں ملکوں میں جنگ شروع ہوگئی اور بالآخر ۱۷۶۳ء میں برّاعظم امریکہ میں فرانس کے تمام مقبوضات اس کے قبضے سے نکل گئے۔

ڈچ بھی دو صلح نامہ سرحدات سے مطمئن نہ تھے خصوصاً انگلستان کے طرز عمل پر وہ حد درجہ برافروختہ تھے اور آسٹریا کو (نیدرلینڈ میں) جو فوقیت حاصل ہوگئی تھی وہ بھی ان کی مرضی کے خلاف تھی۔ یورپ کے ممالک ۱۷۱۵ء میں (لڑائیوں سے) بالکل خستہ حال ہوگئے تھے اور ان میں یہ صلاحیت باقی نہ رہی تھی کہ معرکہ آرائیوں کا سلسلہ پھر شروع کریں، مگر یہ ظاہر تھا کہ باہمی مخالفتوں کی تجدید اسی صورت میں رک سکتی تھی جب کہ دول عظام باہم دیگر مشورہ کرکے قیام امن کے لئے ساعی ہوں۔ عہد نامہ یوٹریخٹ کی شرائط سے جو پابندیاں مختلف سلطنتوں پر عائد ہوگئی تھیں ان سے گلوخلاصی حاصل کرنے کی تدبیروں میں ہر ایک سلطنت مصروف تھی۔ سلطنت روس کا عروج بھی نسٹاڈ کے صلح نامے سے عیاں ہوچکا صفحہ (۱۰)
تھا۔ امور مذکورۂ بالا سے معلوم ہوسکتا ہے کہ کس طرف سے شمال اور مشرق اور اس کے علاوہ جنوب و مغرب میں پیچیدگیاں پیدا ہونے والی تھیں۔

قریب قریب ایک نسل تک یورپ میں بہ حیثیت مجموعی سکون تھا۔ ۱۷۳۳ء تک کوئی جنگ عظیم نہیں ہوئی۔ یورپ کے سیاسیات میں ایک نیا عہد پرشیا میں فریڈرک اعظم کی تخت نشینی سے شروع ہوا اور اس صدی کے اختتام کے قریب یورپ کے نظام ملکی کے تباہ ہوجانے کے باعث فرانس میں فوجی جمہوریت کا زور ہوگیا جس سے یورپ کے ملکوں

کی آزادی معرض خطر میں پڑ گئی۔

امن و امان کی ضرورت یورپ کے ملکوں میں سب سے زیادہ جرمنی کو تھی کیونکہ نقصان سال جنگ سی سالہ سے سنبھلنے کے قبل ہی وہ لوئی چہاردہم کی چیرہ دستی کا شکار ہو چکا تھا۔ جرمنی کی کمزوری کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ وہ متعدد چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں منقسم تھا۔

یورپ کے سربرآوردہ ملکوں کی حالت ۱۷۱۵ء میں شہنشاہت

یہ سب اس کے دستور سیاسی کی بدولت تھا جو ویسٹ فالیا کے صلح نامے کی وجہ سے دوامی تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اس صلح نامے کی ترتیب سے ایک متحد سلطنت کے وجود میں آنے کی رہی سہی امید بھی جاتی رہی اور شہنشاہت کی قطع و برید کے بعد آزاد حکمرانوں کا ایک برائے نام اتحاد رہ گیا۔ جرمنی کا ملک تین سو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا جنکے حکمرانوں کو نہ صرف مالگزاری وصول کرنے محاصل کر دڑ گیری عائد کرنے اور روپیہ مسکوک کرنے اور کم قیمت سکوں کے جاری کرنے کا حق تھا بلکہ معاہدات کے کرنیکا بھی وہ یہ بھی تصفیہ کر سکتے تھے کہ انکی ریاست میں کس مذہب کی پیروی ہو گی۔ ہر رئیس اپنی ریاست میں حاکم مطلق العنان تھا اور ان میں سے اکثر قابل نفرین تھے۔ شہنشاہت آزاد حکمرانوں کا برائے نام اتحاد تھا اور مرکزی اور لامرکزی رجحانوں یعنی حکومت شاہی اور امرا میں جو کشمکش جاری تھی اس میں لامرکزیت کو فتح ہونے والی تھی۔ ۱۶۴۸ء کے بعد سلطنت جرمنی حکمرانوں کی ایک جمہوریہ تھی جس کا صدر شہنشاہ تھا۔ اٹھارھویں صدی کے آغاز میں جرمنی میں قومیت کا جذبہ مفقود ہو گیا تھا۔ اخلاق و عادات بگڑنے لگے تھے۔ چھوٹی ریاستوں میں تمدنی حالت حکومت کی خرابی کی وجہ سے روبہ انحطاط صفحہ (۱۱) تھی حالانکہ جنگ سی سالہ سے قبل اسی سے ملک کو تقویت تھی۔*

ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے رئیس بالعموم جابر اور ظالم تھے اور بد انتظامی بھی انتہا کو پہونچ گئی تھی ۱۷۱۵ء میں جرمنی کی حالت ایک ایسے جسم کی تھی جس کے سب عضو ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہوں۔ بیدرمان لکھتا ہے "ریاستوں کی کثرت سے خود انتظامی اور معاشی دقتیں پیدا ہوتی ہیں اور اس پر طرہ یہ تھا کہ جو اضلاع ایک ہی حکومت کے تحت میں تھے وہ بھی اپنے محل وقوع کے لحاظ سے ایک دوسرے سے دور تھے اسوجہ سے ان کے انتظامات میں

ا؎ یکم و دوم

* Karl Hillebrand,
Lectures on German Thought.

ہم آہنگی نہ تھی اور تجارتی تعلقات بھی قائم نہ رہ سکتے تھے"۔ سلطنت جرمنی کا سرغنہ شہنشاہ تھا اسی کے ہاتھوں میں عاملانہ اقتدارات تھے اور اس کا مستقر وائنا تھا[1]۔ ۱۶۴۸ء سے شہنشاہ کا اقتدار محض برائے نام تھا اور گو خطاب شاہی کی سطوت اب بھی کچھ باقی تھی مگر شہنشاہوں کے آسٹروی رجحانات کی وجہ سے شہنشاہت میں ان کی حیثیت محض نمائشی رہ گئی تھی۔ راٹس بون میں مجلس ڈیٹ منعقد ہوتی تھی جسے وضع قوانین کا اختیار تھا۔ اس مجلس میں تین جماعتیں تھیں ایک الیکٹروں کی، دوسری ریاستوں کے حکمرانوں کی اور تیسری شہنشاہی شہروں کی۔ الیکٹروں کی جماعت کا صدر مینز کا اسقف اعظم تھا۔ اس مجلس میں دو اسقف اعظم اور بھی تھے یعنی ترایوز اور کولون کے اور ان کے علاوہ ہینیووَر، برانڈین برگ، بوہیمیا، سیکسنی، بادیریا اور پلاٹی نیٹ کے الیکٹر شامل تھے۔ حکمرانوں کی جماعت میں ۳۶ کلیسیہ کے اور ۶۴ غیر مذہبی اراکین اور تیسری جماعت میں ۵۲ شہنشاہی شہروں کے نمائندے تھے۔ ہر دونوں اعلیٰ جماعتوں میں کسی تحریک کے منظور ہونے کے لئے یہ ضروری تھا کہ جماعت غالب اس کی تائید کرتی لیکن اگر آزاد شہروں کی جماعت کسی تحریک کی مخالفت کرتی تو وہ شہنشاہ کے پاس منظوری کے لئے پیش نہ ہو سکتی جس تحریک کو شہنشاہ منظور کر لیتا وہ تمام شہنشاہت کے لئے فیصلۂ قطعی

صفحہ (۱۲)

(Conclusum) ہو جاتی۔ اٹھارھویں صدی میں تینوں جماعتوں کے اراکین کی طرف سے نائب آتے تھے مگر چونکہ طبقۂ نائٹ کو حق نیابت نہیں دیا گیا تھا اس لئے انھوں نے ڈیٹ کے تصفیوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے علحدہ حلقے بنا کر شہنشاہ سے راست تعلقات قائم کر لئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ڈیٹ کا کوئی حقیقی اثر نہ تھا اور سوائے اعلان جنگ کے مجلس مذکور کسی اور طریقے سے اپنی قوت کا اظہار نہ کر سکتی تھی۔ بحالت موجودہ اس کی حیثیت مختلف ریاستوں کے سفیروں کی مجلس کی تھی جنگی کارروائیاں وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی تھیں۔ عدالت شہنشاہی کا مستقر ویٹزلار پر تھا جو لان ندی پر واقع ہے۔ اس عدالت کی کمزوری سے جرمنی مشارکت کی کمزوری عیاں تھی حالانکہ اس کے قیام کی غایت یہ تھی کہ اسی کے ذریعے سے جرمنی کے رئیسوں کی باہمی نزاعوں کا تصفیہ ہو جائے لیکن عدالت مذکور میں صرف جزوی معاملات پیش ہوتے اور اہم معاملات کے بزور شمشیر طے پانے کو وہ روک نہ سکتی تھی۔

(۱) دیکھو ضمیمہ ج

علاوہ ازیں اس کے تحت میں کوئی زبردست فوج بھی جس کے ذریعے سے وہ اپنے احکام کی تعمیل کرا سکتی۔ شہنشاہی نظام حکومت اب بھی قائم تھا اور ملک جرمنی دس حلقوں میں منقسم تھا جو فوجی عدالتی اور مالی انتظامات کے افراد تھے۔ انھیں حلقوں پر شہنشاہی تصفیوں کی تعمیل بھی عائد ہوتی تھی۔ حلقہ ہائے مذکور سیاسی تقسیموں کے مطابق نہ تھے اور بسا اوقات ایک ہی حکمران کے مقبوضات مختلف حلقوں میں ہوتے۔ شہنشاہی فوج مشتمل تھی ان امدادی فوجوں پر جو ان حلقوں سے فراہم ہوتی تھیں اور محض بے مصرف اور ناقابل کار تھیں" نہ صرف ہر رجمنٹ بلکہ ہر کمپنی مختلف ریاستوں کے سپاہیوں پر مشتمل ہوتی بلکہ ہر ایک ریاست کی فوج کی وردی اور ہتھیار مختلف ہوتے۔ بعض ریاستیں تو ایسی تھیں جنکی امدادی فوج کے صرف دو سپاہی شہنشاہی فوج میں شریک ہوتے اور وہ بھی انھیں کی خاص وردی اور ہتھیاروں میں جنکے اخراجات کے وہ خود کفیل تھے"۔ شہنشاہی نظام فوجی ناکام ثابت ہوا اور اس لئے اہل جرمنی اپنے کو بیرونی حملوں سے محفوظ نہ رکھ سکتے تھے۔ علاوہ ازیں مذہبی اختلاف سے بھی آپس میں نفاق بڑھا ہوا تھا۔ ویسٹ فالیا کے صلح نامے کے بعد سے ہر رئیس اپنی سلطنت میں نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی معاملات میں اپنی مرضی کا مالک تھا اور مذہبی اختلافات بجائے اس کے کہ ۱۶۴۸ء میں انکا تصفیہ ہو جاتا ہمیشہ کے لئے قائم ہو گئے" اسی کی وجہ سے جرمنی میں اتحاد باہمی کی تمام امیدیں جاتی رہیں اور وہ کوششیں بے سود ثابت ہوئیں جنکی غایت یہ تھی کہ شہنشاہت کی حالت سنبھل جائے اور حملہ آوری یا حفاظت کی اہلیت اس میں پیدا ہو غرض یہ کہ نظام مشارکت جو بڑی محنت سے وجود میں آیا تھا ناکام ثابت ہوا۔ صفحہ(۱۲) اہل جرمنی کے ایک متحد قوم ہونے کا خیال دلوں سے محو ہو گیا، فرانس نے اِسٹراش بُرگ اور السا س پر قبضہ کر لیا اور قریب تھا کہ لارین پر بھی اس کا قبضہ ہو جائے۔ شہنشاہی فوج نہ تو جرمنی کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھ سکتی تھی نہ اندرونی فسادوں کا انسداد کر سکتی تھی۔ جنگِ ہفت سالہ نہ صرف جرمنی کے شیرازۂ قومی کے انحلال کی نشانی تھی بلکہ شہنشاہت مقدسۂ روما کے انتہائی انحطاط کی بھی اور اس ابتری کی جو شہنشاہت کے ہر عضو میں سرایت کر گئی تھی۔ اب بہتری کی امید اگر ہو سکتی تھی تو صرف اس صورت میں کہ جرمنی کے صدہا رئیسوں میں کوئی ایسا مرد میدان پیدا ہو جائے جو اپنے ہم قوموں میں جذبۂ اتحاد کو برانگیختہ کر سکے جسکی صلاحیت قدیم روبہ انحطاط نظام سیاسی میں نہ تھی۔

چونکہ جرمنی سے اتحاد قومی مفقود ہوگیا تھا اور حکام کے طرز عمل میں ہم آہنگی بھی باقی نہ رہی تھی اس لئے چھوٹے موٹے رئیس اپنی ذاتی حفاظت کے لئے آسٹریا یا پرشیا کا دامن پکڑنے لگے۔

آسٹریا

جرمنی کی ریاستوں میں آسٹریا کو سب پر فوقیت حاصل تھی۔ البرٹ ثانی کی تخت نشینی (سنہ ۱۴۳۸ء) سے لیکر شہنشاہت خاندان ہیپس برگ میں تھی اس لیئے وائنا نہ صرف آسٹریا کا سب سے بڑا شہر تھا بلکہ شہنشاہت کا بھی دار السلطنت تھا۔ آسٹریا کے خاندان کے شہنشاہوں نے شہنشاہت کی سطوت و جبروت سے کام لیکر اپنی قوت کو اپنے ذاتی مقبوضات کی توسیع میں صرف کیا تھا جس سے شہنشاہت کے اقتدارات کو نقصان پہنچا۔ وائنا میں انھوں نے ایک آلیک کونسل شہنشاہی مجلس شوریٰ) قائم کر رکھی تھی جو بالکل آسٹریا کی ایجاد تھی اور جو عدالت شہنشاہی کے اقتدارات میں اکثر مخل ہوتی تھی۔ لیکن شہنشاہان مذکور کو مذہب پراٹسٹنٹ کی بیخ کنی اور تمام ملک جرمنی میں حکومت مطلق العنانی کے قیام میں ناکامی ہوئی۔

ویسٹ فالیا کے صلح نامے کے بعد سے شہنشاہوں کا رجحان یہ تھا کہ شہنشاہی اغراض سے چشم پوشی کریں اور آسٹریا کے مفاد کا زیادہ خیال رکھیں۔ چارلس ششم اگر چاہتا تو ہسپانیہ کی جنگ جانشینی کے دوران میں السیاس اور استراس برگ پر پھر شہنشاہت کا قبضہ بحال کرادیتا مگر اسے فکر تھی کہ سسلی اور نیپلز پر قبضہ کر کے اپنے اطالوی مقبوضات میں اضافہ کرے اس لیئے اس نے یوٹریخٹ میں صلح کرنے سے انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ السیاس اور استراس برگ سنہ ۱۸۷۰ء تک فرانس کے قبضے میں رہے۔ علاوہ بریں سنہ ۱۷۳۵ء صفحہ (۱۴)
میں چارلس نیپلز کے معاوضے میں ٹسکنی کو حاصل کرنے کے لیئے لارین سے دست کش ہوگیا حالانکہ اس نے مجالس شہنشاہی سے مشورہ تک نہ کیا تھا۔ جرمنی کے حکمرانوں کو یہ ناگوار تھا کہ کسی طریقہ سے انکے حقوق میں دست اندازی کی جائے اسلیئے سترھویں صدی میں وہ فرانس کو اپنا محافظ خیال کرتے تھے مگر جب لوئی چہار دہم نے استراس برگ اور لگزیم برگ پر زبردستی قبضہ کر لیا، نان تے کے فرمان کو منسوخ کر دیا اور پیلاٹی نیٹ کو تاخت و تاراج کر دیا تو ابھی آنکھیں کھلیں اور وہ مجبوراً شہنشاہ کا ساتھ دینے پر مجبور ہوئے لیکن جب جوزیف اول نے حکم شہنشاہی سے کولون اور باویریا کے الیکٹروں کو قانون کی حفاظت سے

خارج کرا دیا اور اُن کے مقبوضات پر قبضہ کرلیا (اسی طرزِ عمل کو آئندہ چلکر میریاتھیریسا اور یوسف ثانی نے بھی اختیار کیا) اور اطالیہ میں متعدد علاقوں کو الحاق کرلیا تو اس سے بھی وہ خائف ہو گئے۔ جوزیف کے انتقال کے بعد اس کے جانشین چارلس ششم کو دواماً اپنے بعض اقتدارات سے دست کش ہونا پڑا جس سے شہنشاہ کا اقتدار اور بھی گھٹ گیا اور حکمرانوں کے حقوق اور مراعات کی حفاظت کا انتظام ہو گیا۔ مگر عالم مسیحی کے مغربی حصے میں آسٹریا کا اثر اب بھی بہت کچھ تھا حالانکہ شہنشاہوں نے اپنے بعض اقتدارات سے دواماً دست کشی کرلی تھی، اکثر حکمرانوں کا اثر بڑھ رہا تھا، پرشیا، سیکسنی اور ہینیوور کے الیکٹر بادشاہ ہو چکے تھے اور باویریا کا طرزِ عمل مشتبہ بلکہ اندیشہ ناک تھا۔ جرمنی سے اسکا تعلق بہت گہرا تھا کیونکہ اس کے حکام شہنشاہ تھے اور نیدرلینڈ اور سوبیا پر قابض ہونے کی وجہ سے اہل جرمنی اسے فرانس کے مقابل اپنا محافظ خیال کرتے تھے۔ جرمنی میں آسٹریا کا تفوق اس وقت تک ضرور برقرار رہتا جب تک کہ ڈیٹ میں کاتولیکیوں کی تعداد غالب تھی۔

فرماں روایان خاندان ہیپس برگ کی حیثیت یورپ[1] میں بالکل غیر معمولی تھی۔ خاص آسٹریا کے علاوہ انھوں نے اسٹیریا، کارن تھیا، کارنیولا گورز اور ٹائرل پر قبضہ کرلیا تھا۔ بوہمیا مع اضلاع مورسے ویا، سائی لیشیا، اور لاسٹنر ان کے زیر حکومت تھے۔ اور ۱۷۱۱ء میں زاتھمار کی صلح کے بعد ہنگری، کروشیا، اور ٹرین سلوے نیا بھی ان کے قبضے میں آ گئے۔ یوٹریخٹ کے صلح نامے کی رو سے ان کے اطالوی مقبوضات میں خاصہ اضافہ ہو گیا تھا جن میں اب نیپلز، سارڈینیا، ٹسکنی کے بندرگاہ اور لمبارڈی کا بیشتر حصہ (بیتن تواکی ڈچی اور میلان کی ڈچی کا ایک جزو) شامل تھا۔ ہسپانی نیدرلینڈ بھی ان کو حال ہی میں ملے تھے۔ سوے بیا اور بریس گاؤ میں جو ان کے مقبوضات تھے وہ ان کے خاندان کے قبضے میں عرصے سے تھے۔ سترھویں صدی کے نصف آخر میں خاندان ہیپس برگ کی تاریخ سے صاف ظاہر ہے کہ آسٹریا کی حکمت عملی یہ تھی کہ ٹرکی کے انحطاط سے نفع اٹھا کر قسطنطنیہ کی طرف بڑھے اور جرمنی کے جنوبی حصے میں اپنے اثر کو مستحکم کرے۔ ۱۷۱۵ء میں چارلس ششم نہ صرف شہنشاہ تھا بلکہ بوہیمیا اور ہنگری کا بادشاہ اور آسٹریا کا ڈیوک اعظم تھا۔ صفحہ (۱۵)

(۱) دیکھو ضمیمہ (الف)

اس وسیع سلطنت کے انتظامات کے انصرام کے لیے خاندان ہیس برگ کے لائق ترین حکمرانوں نے اپنی پوری لیاقت صرف کردی۔ ان کی رعایا میں مختلف اقوام تھیں مثلاً بیلجی، اطالوی، جرمن، زیخ نگیار، متعدد سلاد اقوام وغیرہ۔ علاوہ ازیں سلطنت کا کوئی قدرتی مرکز نہ تھا اکثر اضلاع منتشر اور دور دراز تھے بخصوصاً آسٹروی نیدرلینڈ تو گویا ایک دور افتادہ نوآبادی تھی۔ اس قسم کی منتشر آبادیوں کو ایک مرکزی مملکت میں متبدل کرنا دشوار تھا، اور انکو ایک ہی مشارکت میں شریک کرنے میں بھی دقتیں تھیں(۱)۔ پرشیا بھی منتشر اضلاع پر مشتمل تھا جو چارلس ششم کے موروثی مقبوضات سے بھی زیادہ ایک دوسرے سے دور تھے مغرب میں فریڈرک ولیم اول کے قبضے میں کلیوز، مارک اور راونیس برگ، تھے، مشرق

پرشیا

میں پرشیا جو الیکٹر کی حکومت میں ۱۶۱۸ء میں ملحق ہوا تھا۔ وسط میں بران ڈین برگ کا ضلع الیکٹری تھا جو کورمارک، اور نیو مارک، کے اضلاع پر مشتمل تھا۔ شاہان پرشیا کے ان مقبوضات میں، پومی رانیا بعیدہ، ہال برس ٹاٹ اور منڈن ۱۶۴۸ء میں شامل ہوگئے یمیگ ڈی برگ ۱۶۸۰ء میں اور گویلڈرس ۱۷۱۳ء میں اس صدی میں شاہان پرشیا کا مقصد ہمیشہ یہ تھا کہ ان منتشر مقبوضات کو متحد کردیں۔ مگر بران ڈین برگ اور کلیوز کے درمیان ہینوور تھا۔ بران ڈین برگ اور پرشیا کے درمیان پولینڈ گھس آیا تھا، اور شمال میں پومی رانیا کے بیشتر حصے پر سویڈن کا
قبضہ ہونے سے اکثر اندیشہ رہا کرتا تھا۔ اس لئے شاہان پرشیا(۱) کو اب یہ خیال لگا رہتا صفحہ (۱۶)
تھا کہ کسی صورت سے جولیخ اور برگ پر قبضہ کرکے اپنی مقبوضات کو رائن ندی کی طرف بڑھائیں، پومی رانیا سے اہل سویڈن کو نکال باہر کریں اور پولینڈ کی قطع و برید کرکے بران ڈین برگ اور پرشیا کی حدود کو ملادیں۔

فریڈرک ولیم اول اور اس کے جانشین فریڈرک اعظم کی طویل عہدہائے حکومت کے نتائج یہ تھے کہ مقبوضات میں توسیع ہوئی، مرکزی حکومت وجود میں آئی اور مقبوضات سابقہ پر ان کا قبضہ مستحکم ہوگیا۔ "پرشیا کی اس ترقی میں فریڈرک ولیم کا بہت کچھ حصہ ہے

(۱) دیکھو ضمیمہ (الف)

(۲) دیکھو ضمیمہ ب

اور اسی کی کوششوں سے ایک مرکزی نظام انتظامی قائم ہو گیا جو ٹِل سٹ کے صلح نامہ تک برقرار رہا۔ مساعی مذکور کی وجہ سے پرشیا باوجود اپنے اضلاع کے منتشر ہونے کے رفتہ رفتہ متحد ہو گیا اور ایک زبردست قوت پیدا کر لی جو آسٹریا کو کبھی نصیب نہ ہوئی اور جنگ ہفت سالہ کے بعد آسٹریا کا ہمسر اور بلحاظ قوت اس کا ہم پلہ تسلیم کیا جانے لگا۔ جرمنی کی اس چھوٹی سی ریاست (پرشیا) کا ترقی کر کے سربرآوردہ یورپی سلطنتوں کے زمرہ میں شامل ہو جانا سخت حیرت انگیز تھا۔ اس کے اسباب یہ تھے اولاً پرشیا جرمنی کی پراٹسٹنٹ ریاستوں کا سرغنہ خیال کیا جاتا تھا، ثانیاً شاہان پرشیا کا ایک زبردست فوج تیار کر لینا اور ثالثاً پرشیا کی فتوحات سے جذبۂ قومی کا برانگیختہ ہو جانا "جرمنی کے جدید تمدن کے دو سرچشمہ حیات تھے، ایک تو پرشیا کی سلطنت اور دوسرا پراٹسٹنٹ مذہب" فریڈرک اعظم نے اپنی قوم میں وہ جذبات پیدا کر دیئے جنھیں ہر قوم اپنے لئے باعث فخر خیال کرتی ہے یعنی شجاعت قوم پرستی اور مذہبی آزادی کی خواہش جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پرشیا جرمنی قوم کا مسلم نمایندہ ہو گیا۔ پرشیا اور آسٹریا میں ایک نہ ایک روز جنگ ہونے والی تھی۔ شہزادۂ یوجین اسے پہلے ہی سے تاڑ گیا تھا اسی لئے ۱۷۱۵ء سے ۱۷۴۰ء تک پرشیا اور آسٹریا کے باہمی تعلقات میں کشیدگی بڑھتی گئی۔ ۱۷۴۰ء سے ۱۷۶۳ء تک جرمنی سے آسٹریا کے تفوق کو دفع کرنے کی پیہم کوششیں ہوتی رہیں اور جنگ ہفت سالہ کے بعد پرشیا، آسٹریا کا ہمسر اور خاندان ہیپس برگ کے مقابلے میں جرمنی ریاستوں کا محافظ تسلیم کر لیا گیا۔ صفحہ (۱۷)

باویریا

باویریا پر خاندان وٹیلس باخ کی ایک شاخ حکمران تھی اور ہسپانیہ کی جنگ جانشینی میں وہاں کے ڈیوک نے فرانس کا ساتھ دیا تھا۔ فروری ۱۷۴۱ء میں فرانس اور باویریا کے درمیان ایک گہرا اتحاد ہو گیا جس کی رو سے فرانس آمادہ ہو گیا کہ اگر (باویریا کا) الیکٹر خاندان ہیپس برگ کے مقبوضات پر دعویٰ کرے یا شہنشاہی کا جانشین ہونا چاہے تو اس کی تائید کی جائے گی۔ اسی سال مارچ میں فرانس نے راسٹاٹ کی مصالحت میں شہنشاہ کو مجبور کیا کہ الیکٹر کو اپنی سلطنت پر بحال کر دے جہاں سے وہ بلین ہیم کی لڑائی کے بعد نکال دیا گیا تھا۔ خاندان ہیپس برگ سے باویریا کے تعلقات کبھی خوشگوار نہ تھے جنگ سی سالہ میں بھی گو وہاں کا الیکٹر شہنشاہ

کی طرف سے لڑا تھا مگر دراصل اپنی ذاتی اغراض کی وجہ سے اس نے شہنشاہ کا ساتھ دیا تھا۔ اس کا جانشین عرصہ تک اس تشویش میں تھا کہ شہنشاہ سے توسل پیدا کرے یا لوئی چہاردہم سے۔ مگر بالآخر ہسپانیہ کی جنگ جانشینی کے آغاز میں وہ لوئی کا شریک ہو گیا اور باویریا فرانس کا طرفدار رہا یہاں تک کہ الیکٹر (باویریا) اور شاہ (فرانس) کا طرزِ عمل کامیاب ثابت ہوا اور چارلس البرٹ ۱۷۴۲ء میں چارلس ہفتم کے لقب سے شہنشاہ ہو گیا۔ اُس نے تصفیۂ معاملات آسٹریا[1] کو تسلیم کرنے سے ہمیشہ انکار کیا تھا کیونکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ میری شادی چارلس ششم کی ایک بھتیجی سے ہوئی ہے لہٰذا مجھے اور سیکسنی کے الیکٹر کو آسٹریا کی میراث سے حصہ ملنا چاہیئے۔

نشیبی پلاٹینیٹ جسکا مستقر ہیڈیل برگ تھا خاندان ڈیلس باخ کی ایک دوسری شاخ کے قبضہ میں تھا اور وہاں کے الیکٹر کو ویسٹ فالیا کے صلح نامے کی رو سے اسکے مقبوضات کا بیشتر حصہ واپس ملگیا تھا۔ خاندان کی حکمراں شاخ کے معدوم ہو جانے کی وجہ سے لوئی چہاردہم نے نشیبی پلاٹینیٹ پر اپنی بہو ڈچس آف آرلینس کی طرف سے دعویٰ کیا مگر ۱۷۰۲ء میں یہ معاملہ بالآخر ثالثی سے طے ہو گیا اور الیکٹر جان ولیم نے تین لاکھ کراؤن ڈچس کو دیدیئے۔ راس ٹاٹ کے صلح نامہ کی رو سے اسے مجبوراً آبائی پلاٹینیٹ سے دست بردار ہونا پڑا جو ۱۷۰۸ء میں اس کے حوالے کیا گیا تھا جب کہ باویریا شہنشاہت کی حفاظت سے خارج کر دیا گیا تھا۔ لوئی چہاردہم کے انتقال کے بعد پلاٹینیٹ کا الیکٹر چارلس فلپ اس شش و پنج میں تھا کہ فرانس کا ساتھ دے یا آسٹریا کا۔ اپنے مقبوضات میں اس نے پراٹسٹنٹ لوگوں پر کچھ مظالم کیئے تھے جس پر چارلس ششم نے

(حاشیہ: پلاٹینیٹ)

---

(۱) انگریزی میں اسے اصطلاحاً Pragmatic Sanction (تصفیۂ امور سلطنت) کہتے ہیں اور اس سے اس فرمان شہنشاہی سے مراد ہے جس کی رو سے ۱۷۲۴ء میں چارلس ششم (شہنشاہ جرمنی) نے اپنی بیٹی میریا تھیریسا کو اپنے آسٹروی مقبوضات کا وارث قرار دیا تھا اور اپنے داماد کو شہنشاہت میں اپنا جانشین کرنا چاہا تھا۔ جرمنی کی قریب قریب تمام سلطنتوں اور یورپ کے اکثر دول نے اُس تصفیے کو تسلیم کر لیا تھا مگر بالآخر سب کی نیت بدل گئی اور جنگ جانشینی آسٹریا شروع ہو گئی۔ مترجم

اس کی چشم نمائی کی اس سے وہ بگڑ گیا اور باویریا کے الیکٹر سے اختلاط پیدا کرنے لگا۔ ۱۷۲۴ء میں اسکے ساتھ ایک قسم کا خاندانی اتحاد قائم کر لیا جو فرانس کو بھی پسند تھا۔ ۱۷۲۶ء میں اس کی امداد حاصل کرنے کے لئے شہنشاہ نے برگ اور جولخ کے اضلاع کی جانشینی کے لئے اس کے خاندان کی شاخ سولز باخ کو نامزد کرنے کا وعدہ کیا جو نیشبی پلاٹینیٹ کے وارث ہونے والے تھے۔ مگر اسی وقت شہنشاہ نے یہی وعدہ شاہ پرشیا سے بھی کیا۔ شہنشاہ کی یہ دورخی چال الیکٹر کو اس قدر ناگوار ہوئی کہ ۱۷۳۲ء میں اس نے "تصفیۂ معاملات آسٹریا" کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پولینڈ کی جنگ جانشینی میں وہ غیر جانب دار رہا اور اس کے انتقال (۱۷۴۳ء) کے بعد سولز باخ کا چارلس تھیوڈو۔ اسکا جانشین ہوا جس نے فرانس سے اتحاد پیدا کر لیا۔

ہینوور ہینوور ایک پراٹسٹنٹ ریاست تھی جس کا حکمران حال ہی میں الیکٹر تسلیم کیا گیا تھا اور چند روز کے بعد انگلستان کا بادشاہ ہو گیا جسکی وجہ سے اس ریاست کو یورپ میں رسوخ حاصل ہو گیا۔ آسٹریا سے اس ریاست کے گہرے تعلقات تھے اور الیکٹر بنائے جانے کے لئے اس نے آسٹریا سے کچھ معاہدہ بھی کیا تھا۔ جارج دوم نے آسٹریا کی جنگ جانشینی میں میریا تھیریسا کی تائید کی تھی مگر جرمنی کے معاملات میں اس کا طرز عمل بھی وہی تھا جو وہاں کے دوسرے حکمرانوں کا تھا اور چارلس ہفتم (شاہ باویریا) کے شہنشاہ ہو جانے کے وہ خلاف نہ تھا۔ برخلاف اسکے پرشیا کے بادشاہوں سے جارج اول و جارج دوم کے تعلقات کبھی دوستانہ نہ تھے گو یہ دونوں خاندان ہم مذہب (پراٹسٹنٹ) تھے اور آپس میں رشتہ داری بھی تھی۔ مگر جنگ ہفت سالہ کے دوران میں سیاسی مصالح سے مجبور ہو کر جارج دوم اور فریڈرک اعظم میں ایک گہرا اتحاد پیدا ہو گیا۔

سیکسنی سیکسنی کو خاص اہمیت اس لئے حاصل ہو گئی تھی کہ پولینڈ سے اسے گہرا تعلق تھا۔ اس ریاست کا الیکٹر آگسٹس دوم پولینڈ کا منتخب شدہ بادشاہ بھی تھا۔ اس کے بیٹے (آگسٹس سوم) کی شادی میریا یوسفہ سے ہوئی تھی جو شہنشاہ یوسف اول کی بیٹی تھی اور گو وہ حقوق وراثت سے دست کش ہو گئی تھی مگر چارلس ششم کے مرنے کے بعد اس نے آسٹریا کی میراث میں اپنے حصے کا دعویٰ کیا:

19 سیکسنی کو پولینڈ سے جو تعلق تھا اس کی وجہ سے وہاں کے الیکٹر کو یورپ میں خاص شہرت حاصل تھی۔ پولینڈ میں صدیوں سے ایک لامرکزی حکومت قائم تھی حالانکہ یہ ملک یورپ کے وسط میں تھا جہاں حکومت شاہی کا رواج تھا۔ پولینڈ کا دستور گو برائے نام شاہی تھا مگر دراصل جمہوری تھا۔ بادشاہوں کا انتخاب عمل میں آتا تھا اور انھیں ایک معاہدے کو تسلیم کرنا پڑتا تھا جو (Pacta Conventa) میثاق اتحاد کے نام سے موسوم تھا اور جسکے شرائط کی پابندی کا بادشاہوں کو حلف اٹھانا پڑتا تھا۔ بادشاہ مجلس قومی کی صدارت کرتے اور اگر چاہتے تو فوج کی سپہ سالاری بھی کر سکتے تھے۔ سینٹ جو حقیقی عاملانہ جماعت تھی بالکل بادشاہ کے قابو میں نہ تھی لیکن ڈیٹ کی اس پر پوری نگرانی تھی۔ ڈیٹ میں زمانہ سابق میں تمام بالغ امرا شامل تھے مگر یہ مجلس اب چار سو نمائندوں پر مشتمل تھی جنھیں مجالس اضلاع منتخب کرتیں اور جنھیں ڈیٹ میں اپنے طرز عمل کے متعلق پوری ہدایتیں دیجاتیں۔ ڈیٹ کی ہر قرارداد کے لئے جملہ اراکین کا متفق الرائے ہونا ضروری تھا۔ اس لئے اگر ایک نائب بھی چاہتا تو مخالف رائے دیکر کارروائی کو بند کرا سکتا تھا اس لئے جب مخالف رائیں دینے یا کسی دوسری رکاوٹ کی وجہ سے نظام حکومت میں سخت مداخلت ہوتی تو ایک مجلس مشارکت (Confederation) منعقد کی جاتی۔ یہ ایک غیر معمولی مجلس تھی جس میں رائے مخالف (ویٹو) کا کوئی اثر نہ تھا۔ اس لئے (Liberum veto) آزادی اختلاف رائے مشارکت خانگی اور میثاق اتحاد (Pacta Conventa) کے وجود سے پولینڈ کا دستور لامرکزیت پر مبنی تھا گو اس کا ایک نظام بھی تھا۔ جماعتوں اور فرقوں کے مناقشوں سے بادشاہوں کی قوت بھی زائل ہو گئی تھی۔

اٹھارھویں صدی میں یورپ کی توجہ زیادہ تر پولینڈ کی طرف تھی جس طرح کہ سترھویں صدی میں ہسپانیہ پر تمام دول یورپ کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔ لوئی چہاردہم کی طویل العہد حکومت میں عالم مسیحی کے بادشاہوں کے دماغوں میں شہنشاہت ہسپانی کی تقسیم کا خیال اکثر آیا کرتا تھا۔ اسی طرح پولینڈ کی تقسیم کا مسئلہ اٹھارھویں صدی کے اوائل ہی میں یورپ کے اکثر ممالک میں نہایت ہی اہم ہو گیا تھا۔ پولینڈ یورپ کے وسط میں واقع تھا اور اس کا رقبہ فرانس سے زیادہ تھا۔ اس کے باشندے قریب قریب

تمام سیاہی منش تھے۔ پرشیا اور آسٹریا اور روس کے درمیان میں واقع ہونے کی
وجہ سے پولینڈ ان تینوں دول کی رقابت کا مرکز بن گیا تھا اور اس رقابت میں ایک ۲۰
پیچیدگی اس وجہ سے بھی پڑ گئی تھی کہ فرانس کا پولینڈ کے معاملات میں ہمیشہ دل لگا رہتا تھا۔
پولینڈ کی جنگ جانشینی سے اور اس سفارتی جدوجہد سے جو جنگ ہفت سالہ کے قبل کے
چند سال تک پولینڈ میں جاری تھی اور ۱۷۶۳ء سے ۱۷۷۳ء تک کے مشرقی یورپ کے
تاریخی واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ پولینڈ کے دستور میں کیا کیا اندرونی اسقام تھے
اور وجوہ متذکرۂ بالا ہی نے یورپ پر روشن کر دیا کہ سیاسیات میں پولینڈ کی کیا اہمیت
ہے اور روس کس طور پر اسکی آزادی کے درپے ہے اور یہ کہ فرانس اپنے بیجا دعوے
کو تسلیم نہیں کرا سکتا۔

اطالیہ

اطالیہ میں آسٹریا کے وسیع مقبوضات تھے یوٹریخٹ کے صلح نامے سے جزیرہ نمائے
مذکور میں ہسپانیہ اور فرانس کا اثر عارضی طور پر زائل ہو گیا تھا
کیونکہ نیپلز، سارڈینیا، اضلاع میلان، مینٹوا، اور ٹسکنی کے
اضلاع آسٹریا کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اطالیہ کو اب اگر کوئی امید تھی تو صرف سوائے
کے خاندان سے جس کے قدم پیڈمنٹ میں خوب جم گئے تھے اور جس کا سسلی پر بھی
قبضہ تھا وہ وقت بھی قریب تھا کہ اضلاع میلان پر بھی اس عیار خاندان کا رفتہ رفتہ قبضہ
ہو جائے۔ ۱۷۱۵ء میں شمالی اطالیہ کے مختلف حصص پر سوائے، آسٹریا، وینس اور
جنیوا کی جمہوریہ کا قبضہ تھا۔ وسط میں اضلاع ذیل تھے، موڈینا جس پر خاندان ایسٹی
حکمراں تھا، ٹسکنی جہاں خاندان میڈیچی حکمران تھا، پارما اور پیاسینزا جو خاندان فارنیس کے
تحت میں تھے ٹسکنی کے اضلاع جو آسٹریا کے قبضہ میں تھے۔ پاپائے روما کے مقبوضات
اور جمہوریہ لیوکا۔ جنوب میں نیپلز پر آسٹریا کا قبضہ تھا اور سسلی پر چند روز کے لئے
سوائے کے خاندان کا۔ ہسپانیہ فی الوقت اطالیہ سے خارج ہو چکا تھا مگر اس ملک میں
اپنا اثر دوبارہ قائم کرنے کے لئے موقعہ کا منتظر تھا۔

ہسپانیہ اور پرتگال

ہسپانیہ نے بجائے اس کے کہ اپنی شکست کو تسلیم کر لیتا اور پرتگال وینس اور ہالینڈ ایسی
گئی گزری سلطنتوں میں اپنا شمار کرانے لگتا، خلاف امید ہمت دکھائی
جس سے تمام یورپ کو سخت تعجب ہوا اور یورپ کی سربرآوردہ

قوموں میں اپنی سابقہ ممتاز حیثیت کو دوبارہ قائم کرنے کے لیئے اس نے مردانہ وار کارروائی شروع کر دی۔ ہسپانیہ کے قبضے سے اطالیہ کے دور افتادہ مقبوضات اور ہسپانی نیدرلینڈ کا نکل جانا دراصل اس کے لیئے نہایت مفید ثابت ہوا کیونکہ مقبوضات مذکور پر اس کا صرف کثیر ہوتا تھا اور انکی حفاظت میں اسکا جان و مال اکثر ضائع ہوتا تھا۔ فلپ پنجم کے تخت نشین ۲۱ ہونے کے بعد بہت سی ضروری اصلاحیں ہوئیں جن کے عمل میں لانے والے غیر ملکی مدبر تھے جن کا قریب ستر سال تک ہسپانیہ کے احیاء میں بہت کچھ حصہ ہے۔ مدبرین مذکور کے حسن تدبیر سے انتظام مملکت میں فرانسیسی طریقوں اور تخیلات کو جاری کیا گیا۔ خاندان ہیپس برگ کی دقیانوسی حکمت عملی کو خیرباد کہا گیا، حکومت میں مرکزیت اور باقاعدگی پیدا ہو گئی، صوبجات کے درمیان میں تجارت کی آزادی میں جو رکاوٹیں تھیں دفع کر دی گئیں، فوج کی فرانسیسی فوج کے نمونہ پر از سر نو تنظیم ہوئی اور پادریوں کے خاص حقوق بھی لوگوں کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔ جن وزرا کی حسن تدبیر سے ہسپانیہ کا احیاء عمل میں آیا، ان میں البیرونی اطالوی تھا، رپیرڈا ہالینڈ کا باشندہ تھا، پاتی نیو کا خاندان گو ہسپانی الاصل تھا مگر عرصہ سے میلان میں آباد تھا، اسکوی لاچی جو چارلس سوم کی حکومت کے ابتدائی عہد میں چند سال وزیر مالیہ تھا اطالوی تھا۔

۱۷۱۳ء سے ہسپانیہ اور فرانس کے باہمی تعلقات میں بھی اصلاح ہونے لگی جب تک کہ ہسپانیہ کا قبضہ نیدرلینڈ پر تھا دونوں میں اکثر بدمزگی پیدا ہو جایا کرتی تھی فلپ والوا کے زمانے سے فرانس کی یہ خواہش تھی کہ فلینڈرس کی طرف اپنی سرحد کو بڑھائے اور سترھویں صدی کے وسط میں لوئی چہاردہم فرانس کی سرحد کو رائن اور شیلٹ تک بڑھانے کی مسلسل کوشش کرتا رہا۔ لیکن ۱۷۱۳ء کے بعد سے نیدرلینڈ کے متعلق فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان کوئی نزاع باقی نہ رہی۔ ہسپانیہ کے قبضے سے فلینڈرس (نیدرلینڈ) کے نکل جانے سے کئی فائدے ہوئے اولاً ہسپانیہ کی قوت یکجا ہو گئی ثانیاً فرانس سے خوشگوار تعلقات کے قائم ہونے میں جو رکاوٹ تھی وہ دفع ہو گئی اور رفتہ رفتہ دونوں سلطنتوں میں ربط و اتحاد پیدا ہو گیا جسکی وجہ سے پیری نیز کی حد فاصل محض خیالی رہ گئی۔ خاندان اورلینز اور ہسپانیہ کے بوربون خاندان کے درمیان خاندانی رقابتوں کا خاتمہ ہو گیا اور چونکہ ہسپانیہ اور فرانس کے درمیان نہ تو یورپ میں کسی قسم کے جھگڑے تھے اور نہ نوآبادیوں

کے متعلق کوئی رقابت تھی اس لیئے دونوں میں فطرتاً اتحاد ہوگیا جس کی وجہ سے انھیں موقعہ ملگیا کہ نوآبادیوں میں انگلستان کی جابرانہ کاروائیوں اور اسکے بحری تفوق کا مقابلہ
۲۲ کریں۔ ۱۷۱۳ء سے ۱۷۳۳ء تک ہسپانیہ اور فرانس کے دوستانہ تعلقات میں کبھی کبھی فلپ پنجم کی اولوالعزمیوں اور ایلیزابیتھ فارنیس کی بےصبری سے فرق آجایا کرتا تھا مگر ۱۷۳۳ء کے بعد دونوں ممالک کے مدبرین نے باہمی اتفاق کی ضرورت کو خوب محسوس کرلیا تھا۔

ہسپانیہ اور پرتگال کے درمیان میں مخالفت کا سلسلہ ۱۷۱۳ء میں منقطع ہوچکا تھا۔ پرتگال میں جان پنجم کے زیر حکومت کئی سال تک بالکل امن تھا۔ اس زمانہ میں پرتگال انگریزوں کے زیر حمایت تھا مگر اسکی بحری اور بری فوج اور انتظام ملکی کی حالت نہایت ابتر ہوگئی تھی۔ ۱۷۵۰ء میں یوسف اول کی تخت نشینی کے بعد پومبال کی جانفشانی اور قابلیت سے پرتگال پھر اس خواب غفلت سے چونکا اور اس کی تاریخ کا ایک عہد زرین شروع ہوا۔

شمالی یورپ

یوٹریخٹ کے صلح نامے سے شمالی یورپ میں سکون نہ ہوا۔ نواح مذکور میں سویڈن حالت جان کنی میں تھا اور ۱۷۲۱ء میں جاکر نسٹاڈ کے صلح نامے سے شمال میں امن وامان ہوا جسکی وجہ سے ایک عہد ختم ہوا اور دوسرا شروع ہوا۔ چارلس دوازدہم کے انتقال کے بعد سویڈن کی حکومت ایک عدویہ کے ہاتھوں میں آگئی، پرشیا کے عروج سے اندیشہ ہوگیا کہ جرمنی میں سویڈن کے مقبوضات کی خیر نہیں۔ سویڈن اب ایک تیسرے درجے کی سلطنت رہگئی تھی اور اس کی جگہ روس کی سلاو ریاست نے لی تھی۔ روس میں بھی خاندان واسا کے بادشاہوں کی طرح یکے بعد دیگرے کئی نہایت ہی لائق بادشاہ ہوئے تھے اور علاوہ ازیں اس کے ذرائع نہایت وسیع تھے اور ہر طرف اسے توسیع اور ترقی کا موقعہ تھا جو سویڈن کو حاصل نہ تھا۔

پیٹر اعظم کے عہد حکومت میں جو ۱۶۸۲ء میں تخت نشین ہوا روس نے تہذیب و تمدن میں بے انتہا ترقی کی اور اس کے اندرونی طرز حکومت اور اداروں میں ایک انقلاب ہوگیا۔ ماسکو کے بجائے سینٹ پیٹرز برگ دارالسلطنت ہوگیا، مغربی خیالات اور عادات کا رواج ہوگیا اور امرا کا زور بھی ٹوٹ گیا۔ فوج کی غیر ملکی افسروں کے زیر نگرانی یورپ کے طریقہ پر تربیت ہونے لگی اور وہ بالکل زار کے زیر نگرانی آگئی۔ کلیسیا کا بھی یہی حال ہوا۔

اندرون ملک میں زار کی مطلق العنان حکومت کے استحکام کے ساتھ ہی ساتھ خارجی
طرز عمل میں بھی انقلاب ہوگیا۔ پیٹر تاڑ گیا تھا کہ تجارت کے میدان میں قدم رکھنے کے لئے
روس کے لئے ضروری تھا کہ بحیرۂ بالٹک اور بحیرۂ اسود کے سواحل پر قدم جمائے۔ ۲۳
رفتہ رفتہ اس کا حوصلہ بڑھتا گیا اور اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ پولینڈ میں دخل
حاصل کر کے روس کی سرحدوں کو وسعت دے۔

سنہ ۱۷۰۹ء میں پل ٹوواکی جنگ میں سویڈن کو شکست ہوئی جس کی وجہ سے بحیرۂ بالٹک
میں اُس نے ایک سو سال سے تفوق حاصل کرنے کی جو پیہم کوشش کی تھی رائگاں گئی
اور چارلس دہم اور گسٹاوس اڈالفس نے جو کچھ کیا دھرا تھا سب بیکار ثابت ہوا۔ گیارہ
سال کے بعد جو زیادہ تر چارلس دوازدہم کی بے سود جد و جہد میں گزرے نس ناڈ کا
صلح نامہ مرتب ہوا جس کی رو سے بجائے سویڈن کے روس بالٹک اور شمالی یورپ میں
سربرآوردہ تسلیم کرلیا گیا۔

ترکوں کے مقابلہ میں پیٹر اعظم کو اس قدر کامیابی نہ ہوئی۔ سنہ ۱۶۹۶ء میں آزدف
(کریمیا) پر قبضہ کر کے روس جنوبی مشرقی یورپ کے سیاسیات میں دخیل ہوگیا۔
یورپ کے سیاسیات میں ایک نیا دور شروع ہوا جب کہ سنہ ۱۶۹۹ء میں کارلووٹز کے

مسئلہ مشرقی

صلح نامے کی رو سے ٹرکی کے بعض مقبوضات روس اور آسٹریا
کے قبضے میں آگئے۔ سنہ ۱۷۱۱ء میں پرتھ پر روسیوں نے جو صلح دب کر
کرلی اس وجہ سے جنوب کی طرف انکی پیش قدمی عارضی طور پر رک گئی مگر اس وقت سے روس
اور ٹرکی کا مقابلہ شروع ہوگیا تھا۔ اٹھارھویں صدی میں ٹرکی کے انحطاط کا سلسلہ شروع
ہوگیا تھا جس کی وجہ سے نئے مسائل زیر بحث ہوگئے تھے اور نئی نئی پیچیدگیاں پیدا
ہو رہی تھیں۔ روس بحیرۂ اسود پر قدم جمانے کی فکر میں تھا اور آسٹریا اسی زمانے میں
ڈینیوب کے کنارے آگے بڑھ رہا تھا۔ ان دونوں ممالک کی پیش قدمی
اور انکی متحد کارروائیوں سے بالآخر فرانس کو سخت اندیشہ ہوگیا۔ دو بوا سے ورژان تک
فرانس کے مدبروں کو ان جدید تحریکوں کا پورا احساس تھا اور وہ اس فکر میں رہتے تھے کہ
ٹرکی کی مشارکت سے زبردست کارروائی کریں یا روس سے اتحاد کر کے ترکوں کی
مدد کریں۔ سنہ ۱۷۷۴ء میں کنیارجی کا صلح نامہ مرتب ہوا جس سے مشرقی مسئلے کا ایک نیا دور شروع

ہوتا ہے۔ روس کے مقاصد اب بالکل عیاں تھے اور دس سال کے بعد انگلستان کو بھی روسیوں کے مقاصد کا احساس ہو گیا اور سلطنت عثمانی کے زوال سے جو نتائج پیدا ہوئے اس سے انگریز ہراساں ہو گئے۔ یورپ کو اب مجبوراً مشرقی مسئلے میں دلچسپی پیدا ہو گئی ۲۴
اور یہ تصفیہ کرنا پڑا کہ ترکوں کا یورپ میں رہنا مقابلتہً روس کی روز افزوں وسعت سے مضر ہے یا نہیں۔

واقعات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ شمالی اور مشرقی اور جنوبی مشرقی یورپ کی تاریخ اٹھارھویں صدی میں نہایت اہم ہے اور یورپ کے حصص مذکور کی قوموں کے عروج و زوال سے توازن قوت پر نہایت دور رس اثر تھا۔

سترھویں صدی میں ٹرکی پولینڈ اور سویڈن کا دور دورہ تھا مگران کے انحطاط سے کم تر درجہ کی قوموں کو ترقی کرنے کا موقع ملا جن کے قدرتی ذرائع خاطر خواہ تھے یا جن کا طرز حکومت ایک ایسے عہد کے مناسب حال تھا جس کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں بڑی مملکتوں کو فروغ حاصل ہوا اور نیک اندیش خود سر حکومتیں قائم ہوئیں۔

اٹھارھویں صدی میں شمالی اور مشرقی یورپ کی تاریخ میں دو امر نمایاں ہیں یعنی روس اور پرشیا کا عروج ۱۷۲۱ء میں نس ٹاڈ کے صلح نامے سے روس بحیرۂ بالٹک کی سلطنتوں میں سب سے زیادہ سر برآوردہ ہو گیا اور سویڈن کی آزادی ہمیشہ کے لئے معرض خطر میں پڑ گئی۔ کارلووٹنہ کے صلح نامے (۱۶۹۹ء) اور پرتھ کی معرکہ آرائی (۱۷۱۱ء) سے مسئلۂ مشرقی وجود میں آیا اور ۱۷۳۳ء میں پولینڈ کی جنگ جانشینی کے چھڑ جانے سے پولینڈ کی تقسیم کا خیال مدبروں کے دماغوں میں گونجنے لگا۔

دسمبر ۱۷۱۵ء میں چارلس دوازدہم سولہ سال تک غائب رہنے کے بعد اسٹاک ہوم کو واپس آیا اور سویڈن اور مشارکت شمالی میں آخری جد و جہد شروع ہوئی۔ مشارکت مذکور کا سر برآوردہ رکن روس تھا۔

سویڈن اور فرانس ۱۷۱۵ء میں

۱۷۱۵ء میں فرانس اور اس کے ہمسایوں میں صلح تھی مگر مذہبی اختلافات سے نفاق بڑھا ہوا تھا اور اس کے صوبوں میں افلاس کے قدم ہمیشہ کے لئے جم گئے تھے۔ یوٹرکٹ کے صلحنامے سے اس کی سرحدیں مستحکم ہو گئی تھیں اور اسے کسی قسم کا خطرہ باقی نہ رہا تھا۔ فن جنگ کو فرانس میں بیحد ترقی ہوئی تھی اور اس کے سفیر تمام یورپ میں بہترین خیال کئے جاتے تھے۔

شہنشاہت سے اس نے ہسپانیہ سے جدا کر دیا تھا اور اپنی سرحدوں کو بہت وسیع کر دیا تھا، استراس برگ اور الساس پر اب بھی اس کا قبضہ تھا۔ اپنے نامزد کردہ امیدوار کو اس نے ہسپانیہ میں تخت نشین کرادیا تھا اور جنگ حالیہ کے بعد بھی اس کی شہرت قائم تھی ۲۵
اور دوسرے ممالک اس سے اتحاد پیدا کرنے کے خواہش مند تھے۔ اہل فرانس میں نوآبادیوں کے قائم کرنے کی اہلیت نہ تھی اور اندرونی نفاق بڑھا ہوا تھا مگر شیرازۂ قومی متحد تھا اور اسکے ذرائع ایک مرکزی قوت کے قبضے میں تھے جسکی وجہ سے جنگ ہفت سالہ کے اختتام تک یورپ میں اس کا بحد اثر تھا اور بعض وقت عالم گیر حکومت قائم کرنے میں اسے جو ظاہری کامیابیاں ہوئی تھیں انکی وجہ سے دوسروں کو سخت اندیشہ رہا کرتا تھا۔

باب دوم

البیرونی اور دوبُوا

۱۷۱۵ء تا ۱۷۲۳ء

فرانس میں لوئی چہاردہم کے انتقال کے بعد اورلیان کے ڈیوک کا نائب السلطنت ہونا۔ مذہبی اختلافات۔ اندرونی معاملات میں ردعمل۔ پیرس کا پارلیمان۔ جےسوٹ اور جان سینی فریقوں کی باہمی نزاعیں۔ جان لا اور مالیات۔ اسکے معاشی خیالات مسی سیپی کی تجویز۔ اندرونی معاملات میں ردعمل کا اختتام۔ دوبوا اور فرانس کی خارجی حکمت عملی۔ چارلس ششم اور ہسپانیہ۔ البیرونی کی اصلاحیں۔ البیرونی کی خارجی حکمت عملی۔ جارج اوّل۔ ہینوور صلح نامۂ ویسٹ منسٹر اور اتحاد ثلاثہ۔ جارج اول کی حکمت عملی دُوبوا ہیگ اور ہینوور میں جنگ شمالی۔ اتحاد ثلاثہ سارڈی نیا پہ یورش۔ یورش کا حق بجانب ہونا۔ دُوبوا کی کامیابی۔ البیرونی کی مشکلیں۔ اتحاد اربعہ۔ البیرونی کا زوال ہسپانیہ اتحاد اربعہ میں شریک ہوتا ہے۔ فرانس اور ہسپانیہ کے شاہی خاندانوں میں مناکحت کے تعلقات۔ چارلس دوازدہم اور اس کے دشمن۔ پیٹر اعظم اور اتحاد شمالی پیٹر کا ورود پیرس میں۔ آلینڈ کی مجلس شوریٰ۔ چارلس دوازدہم کا انتقال۔ سویڈن میں انقلاب۔ سویڈن اور ارکان اتحاد شمالی کے درمیان صلحناموں کا مرتب ہونا۔ صلح نامۂ نس ٹاڈ۔ اسٹین ہوپ اور دوبُوا کی حکمت عملی کی کامیابی البیرونی اور گوائٹز اور دوبُوا۔

لوئی چہار دہم کا انتقال ایک اہم واقعہ تھا جس کا اثر نہ صرف فرانس پر پڑا بلکہ یورپ پر بھی۔ لوئی پانزدہم کی بھی زیست کی امید نہ تھی اسلیئے فرانس اور ہسپانیہ کے تعلقات فوراً متغیر ہو گئے فلپ پنجم فرانس کے تخت و تاج کی فکر میں تھا اور اورلیان سے اسے سخت نفرت تھی جس کا وہ علانیہ اظہار کرتا تھا۔ لیکن ہسپانیہ کسی مخالفانہ کارروائی کے آغاز کیلئے آمادہ نہ تھا اسلیئے اورلیان کو موقعہ ملگیا کہ فرانس کی حکومت کو ایسے اصول پر چلائے جو لوئی چہار دہم کے اصول کے بالکل متغائر تھے۔ ہسپانیہ کی جنگ جانشینی کے بعد فرانس بالکل خستہ حال ہو گیا تھا مگر اس کے مقبوضات کوئی اس کے قبضہ سے نہ نکلے تھے۔ اسے اگر ضرورت تھی تو صرف امن و امان کی اور اہل ملک کی یہ بھی ۲۷
خواہش تھی کہ طریقۂ حکومت میں تغیر ہو۔ اورلیان نے نائب السلطنت ہو کر ان دونوں خواہشوں کو پورا کرنے کی کوشش کی۔

ڈیوک اورلیان لوئی چہار دہم کا بھتیجا اور اراکین خاندان شاہی میں سب سے بڑا تھا۔ ہسپانیہ کی جنگ جانشینی سے فرانس کی سیاسیات میں اسے بہت دخل ہو گیا تھا اور اس پر الزام لگایا جاتا تھا کہ اس نے برگنڈی، بیری اور برٹینی کے ڈیوکوں کو زہر دیا تھا اور یہ کہ وہ ہسپانیہ کے تخت و تاج کا خواہش مند تھا۔ لوئی چہار دہم اس سے متنفر تھا اور گو گزشتہ جنگ میں اس کی شجاعت اور اہلیت کا سکہ جم گیا تھا مگر قوم میں ہردلعزیز نہ تھا۔ ۱۷۱۵ء کے اوائل میں لوئی نے ایک وصیت نامے پر اپنی دستخط ثبت کی جس کی رو سے اورلیان نائب السلطنت مقرر ہوا مگر حقیقی اقتدارات ایک مجلس نیابت کے سپرد ہوئے جس میں سابقہ طریقۂ حکومت کے پندرہ مؤید شریک تھے یعنی مین، تولوز، ولی رائے وا، سین تلاریون شارترین وغیرہ۔ ڈیوک مین (میڈیم ڈی مون تیس پان کا بیٹا) ڈافن (ولی عہد فرانس) کا ولی مقرر ہوا اور شاہی گارڈ (Maison du Roi) بھی اسی کے تحت میں کر دیئے گئے۔ انتظامات کا انصرام ولی رائے کے سپرد ہوا۔ ہنری چہارم اور لوئی سیزدہم نے اپنے جانشینوں کو اپنی خواہشوں کے پابند کرنے کی جو کوشش کی تھی انکی ناکامی سے لوئی چہار دہم کو یہ سبق ہونا چاہیئے تھا کہ اس کی کوششیں بھی اسی طور پر بے سود ثابت ہونگی۔ جنگ کے ختم ہونے کے بعد سے اہل ملک کا پیمانۂ صبر لبریز ہو رہا تھا اور انکی عین خواہش تھی کہ لوئی چہار دہم کے عہد حکومت کے آخری سالوں میں جو خیالات مروج تھے انھیں بالکل خیرباد کیا جائے۔ دربار شاہی فرقۂ جیسوئٹ کے زیر اثر تھا اور اسمیں

تنگ خیالی اور مذہبی تقشف کا زور تھا اور اہل دربار کی خواہش تھی کہ انگلستان کی عود شدہ حکومت شاہی (۱۶۶۰ئہ) کی طرح فرانس کی حکومت نیابت کو بھی نار وا زیادتیوں سے بدنام کردیں۔

لوئی چہاردہم کے انتقال کے دو روز بعد پیرس کے پارلی مان نے اس کے وصیت نامے کو منسوخ کردیا اور اورلیان کو نائب السلطنت مع اقتدارات کامل قرار دیا۔ لوئی نے اُس کی آزادی عمل پر جو قیود عائد کردی تھیں اُن سے آزاد ہوکر اورلیان نے مجوزہ طرز حکومت میں ترمیمیں کیں اور ایک اشرافیہ قائم کردی۔ مجلس نیابت کے اراکین کو بھی اسی نے نامزد کیا جو اس کے علاوہ حسب ذیل تھے۔ ڈیوک بوربون، ڈیوک مین۔ کاؤنٹ تولوز، چیانسیلر
دوگیسو، سین سی مون، مارشل ولی رائے، مارشل ہارکور، مارشل بیزون اور تروائے ۲۸
کا بشپ۔ علاوہ ازیں اُن اصول کی متابعت میں جو فی نی لون اور ڈیوک برگنڈی متوفی سے منسوب کیے جاتے ہیں اورلیان نے سین سی مون کے اتفاق رائے سے سات انتظامی مجلسیں قائم کیں ان میں سے ہر ایک مجلس میں دس رکن تھے جو زیادہ تر طبقۂ امرا میں سے تھے۔ مجالس

نائب السلطنت

مذکور صیغہ ہائے ذیل کے لیے تھیں۔ مالیات، امور خارجی، جنگ، بحریہ، معاملات مذہبی، تجارت، معاملات داخلی۔ دوسرے امور میں بھی اورلیان کے طرز عمل سے ظاہر تھا کہ حکومت سابقہ کی روایات کو وہ خیرباد کہنا چاہتا ہے اورلیان بذات خود نہایت ہی سمجھدار اور روشن خیال تھا اور اس لحاظ سے اٹھارھویں صدی سے اسکو تعلق تھا۔ جدید خیالات کا دلدادہ تھا اور جدید اثرات کو وہ قبول کرسکتا تھا۔ سائنس کا بھی اسے شوق تھا اور علم کیمیا کا اکثر مطالعہ کرتا تھا۔ مصوری اور موسیقی میں بھی اسے ید طولے حاصل تھا۔ حکومت سابقہ کے اصول اور نظام سے اس نے اپنی بے تعلقی کا اظہار فوراً کردیا۔ اسکی خواہش تھی کہ پراٹسٹنٹ لوگ واپس بلائیے جائیں اور فرقۂ جیسوئٹ کا انسداد ہو اور اسٹیٹس جنرل کا انعقاد ہو جس سے ظاہر ہے کہ اسے فرانس کی حقیقی ضرورتوں کا احساس تھا۔ لیکن کاہلی اور عیاشی اور لہو ولعب میں مصروف ہونے کی وجہ سے جس میں اسکا اتالیق پادری ڈوبوا کبھی مانع نہیں ہوا تھا اصلاحات کی طرف سے وہ بے پروا ہوگیا اور اس کی بہترین تجویزیں بھی عمل میں نہ آنے پائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان تجویزوں کا عمل میں لانا اس کے جانشینوں کے لیے باقی رہ گیا۔ اورلیان کی حکومت کے متعلق کسی

رائے کے قائم کرنے کے قبل ان مشکلوں کا بھی اندازہ کر لینا چاہیے جن میں وہ پھنسا ہوا تھا مثلاً ۱۷۱۵ء تک اسے آزادی عمل حاصل نہ تھی امور داخلی میں امرا کی سازشیں اور انکی رقابتیں حائل تھیں اور اس کے علاوہ فرقہ جیسوائٹ اور جان سینیوں کے جھگڑوں اور پیرس کی بارلی مان کی ہٹ دھرمی کیوجہ سے بھی سخت دقت تھی۔ خارجی معاملات میں تمام وزرا اسکے مخالف تھے خصوصاً وزیل اور تورسی۔ رائے عامہ بھی انھیں وزرا کی موئید تھی اور ممالک غیر البیرونی، پاپائے روما اور فلپ پنجم ان مخالف وزیروں کی تائید پر تھے۔

اور لیان کو جن دقتوں کا شروع میں سابقہ پڑا ان میں ایک جیسوائٹ اور جان سینی

فرانس میں مذہبی نزاعیں

فرقوں کی باہمی رنجش بھی تھی۔ شاہ متوفی کے انتقال کے وقت فرانس کے 29
مختلف مذہبی فرقوں میں سخت عداوت تھی جو انقلاب تک جاری رہی
اپنے فرض منصبی کے غلط احساس کی وجہ سے لوئی چہاردہم نے اپنی موت سے کچھ قبل کوشش کی تھی کہ فرانس میں جبراً ایک ہی مذہب رائج کر دے۔

۱۷۰۹ء میں پورٹ رائل جو جان سینی فرقہ کا مرکز تھا تباہ کر دیا گیا اور ۱۷۱۳ء میں پاپائے روما کا فرمان (Unigenitus) نافذ ہوا جس سے اعتدال پسند اشخاص بھی سخت ہراساں ہو گئے۔ فرقہ جان سینی کے ایک فرد مسمی کوئیس نیل نے ایک کتاب "انجیل پر اخلاقی خیالات" لکھی تھی جس کے ایک سو ایک مسائل اس فرمان پاپائی کی رو سے مردود قرار دیئے گئے۔ کتاب مذکور ۱۶۷۱ء میں لکھی گئی اور بہت مقبول ہوئی تھی ۱۶۹۹ء میں دوبارہ طبع ہوئی اور کارڈنل دی نوائل پیرس کے استقف اعظم کے نام سے معنون ہوئی تھی، لوئی کا کنفسر[1] پادری لاشیس بھی اس کا مداح تھا اور کلی منٹ یازدہم نے بھی اس کی تعریف کی تھی۔ لیکن لی تیلیر نے یہ تدبیر نکالی کہ اس کتاب کے ذریعے سے ان تمام لوگوں کو نقصان پہنچائے جو جیسوائٹ نہیں تھے اس جماعت کو حال ہی میں چین میں ہزیمت ہوئی تھی اور لی تیلیر کو دی نوائل اور جان سینیوں دونوں سے بغض تھا۔ اس کا خیال تھا کہ کوئیس نیل کی کتاب کے خلاف میں جو کارروائی وہ کر رہا تھا اگر اس میں پوپ بھی جیسوائٹ جماعت کا ساتھ دے تو ایک طرف تو مخالفین کو نقصان پہنچنے سے خود اس کا دل ٹھنڈا ہوگا اور دوسرے اس کی جماعت کی شہرت بھی بڑھ جائیگی۔ کمزور اور غیر مستقل مزاج پوپ نے متعدد کوششوں کے بعد فرمان (Unigenitus) نافذ کیا جسکی وجہ سے فرانس میں

ایک ایسی جدوجہد پیدا ہوگئی جسکے نشان ۱۷۸۹ء تک باقی تھے۔ فرانس کے چالیس اسقف اس فرمان کی تعمیل پر آمادہ ہو گئے مگر دی نوایل اور چودہ دوسرے اسقفوں نے اسکو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ رائے کا اختلاف فرانس کی تمام جماعتوں میں پیدا ہوگیا خواہ وہ مذہبی ہوں یا غیر مذہبی۔ لوئی چہاردہم نے پیرس کے پارلی مان سے اس فرمان کو بدقت تمام تسلیم کرایا اور اسکے بعد نہ صرف "اخلاقی خیالات" کی اشاعت بند کرادی بلکہ اُن سب کتابوں کی بھی جو اس کی حمایت میں لکھی گئی تھیں بگر شاہ اعظم" Grand Monarque کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اس معاملے میں وہ اپنے اقتدار سے کام نہ لے سکتا تھا کیونکہ بحث و مباحثہ روکنے کیلئے اس نے جو کوشش کی اس کی سخت مخالفت ہوئی اور مخالفوں کو نہ تو قید۔ کا ہراس تھا نہ جلاوطنی کا خوف۔ جماعت فروند کے خاتمے کے بعد سے احکام شاہی کی ایسی زبردست مخالفت کبھی نہ ہوئی تھی۔ مگر نائب السلطنت کی طبیعت بے رنج و مرنجاں واقع ہوئی اور وہ کسی خاص اصول کا پابند نہ تھا۔ اسلیئے اس نے بلا پس و پیش اپنے پیش رو (لوئی) کی تمام کاروائیوں کو کالعدم ۲۰
کر دیا اور اس کی حکومت کے نصف اول میں پورا ردعمل ہوگیا۔ دربار شاہی پیرس کو منتقل

ردعمل

کر دیا گیا جان سینی قیدی رہا کر دیئے گئے کارڈینل دی نوائل جو فرمان (Unigenitus) کے مخالفوں کا سرغنہ تھا مجلس مذہبی کا صدر مقرر ہوگیا۔ مجلس مذکور میں پادری پوسیل بھی شریک کر لیا گیا جو فرقۂ جان سینی کا ایک مشہور و معروف رکن تھا اور لی تیلیر جلاوطن کر دیا گیا۔ فرقۂ ہیوگو ٹو (پراٹسٹنٹ) کے افراد کو واپس بلانے کا مسئلہ بھی زیر غور تھا اور نائب السلطنت کی مجالس شورائے میں فرقۂ جیسوائٹ کے انسداد اور اسٹیٹس جنرل کے انعقاد پر بھی بحث ہوئی تھی۔ مالیات کی طرف توجہ کی گئی شاہ متوفی کی حکومت کے تباہ کن اثر کے دفع ہو جانے سے ادبیات کے احیاء کے آثار نظر آنے لگے۔ امور مذکورہ بالا سے ظاہر تھا کہ لوئی چہاردہم فرانس کو جن مشکلوں میں پھنسا ہوا چھوڑ گیا تھا ان کو رفع کرنے کے لیئے نائب السلطنت پوری طور پر کوشاں تھا یہاں تک کہ پیرس کے پارلی مان کو احتجاج[۱] اور توثیق قوانین کے اختیارات بھی پھر مل گئے۔

---

[۱] Aubertin ,L'Esprit Publicau XVIII me siec le and Rocquain,L'Esprit Revolutionnaire anantla Revolution

پیرس کے بارلی مان اور صوبوں کے بارہ بارلی مانوں کی حیثیت عدالتی تھی اور نہ تو
وضع قوانین سے انھیں کوئی سروکار تھا اور نہ نیابتی مجالس تھیں بلکہ عدالت ہائے عالیہ
تھیں جن میں بادشاہ کے نامزد کردہ ممتاز مقننن شریک تھے۔ ان میں پیرس کا بارلی مان
اہم ترین تھا اور اس کے اراکین اپنے عہدوں کو جو موروثی ہوتے تھے خرید کر حاصل کرتے تھے۔
عدالتی فرائض کے علاوہ پیرس کے بارلی مان کا دعویٰ تھا کہ اس کے دو سیاسی حقوق
بھی ہیں یعنی فرامین شاہی کے خلاف احتجاج کرنا اور قوانین وضع شدہ کے نفاذ کو روک
دینا (ویٹو) معمولی عملدرآمد یہ تھا کہ فرامین شاہی بارلی مان میں جو اعلےٰ ترین عدالت تھی
رجسٹری کی غرض سے بھیجے جاتے لیکن بارلی مان بجائے اس فریضہ کے ادا کرنے کے اکثر
اوقات منظوری دینے میں تامل کرتا یا تعویق کرتا۔ فرانس کے بادشاہوں نے اس دعوے
کو کبھی تسلیم نہیں کیا تھا اور بعض اوقات ایک (Lit de Justice) مسند عدل منعقد
کرکے فرامین کی جبراً توثیق کرا دیتے اور اس طرح بارلی مان کے اقتدارات کو کالعدم
کر دیتے۔ لوئی چہاردہم کے عہد حکومت کے بیشتر حصے میں بارلی مان کا کام زیادہ تر ۳۱
عدالتی رہ گیا تھا۔ لیکن لوئی پانزدہم کے تخت نشین ہوتے ہی اس کا اقتدار پھر برقرار ہوگیا
بارلی مان میں فرانس کے دولت مند ترین خاندانوں کے افراد شریک تھے اور اس کے اراکین
کے عہدے مستقل اور موروثی تھے اس لئے انھیں موقع تھا کہ ایک آزاد روش اختیار
کرکے بادشاہ کی مرضی کے خلاف عمل کریں۔ صنعت اور تجارت کے فروغ کی وجہ سے
وکالت کے پیشہ کی اہمیت فرانس میں بڑھتی جاتی تھی۔ اسٹیٹس جنرل بھی منعقد نہیں ہوا تھا
اس لئے بارلی مان کو ایسے مسائل میں جن کا تعلق فرمان (Unigenitus) یا جان سینیوں
سے تھا رائے عامہ کی نیابت کا دعویٰ کرنے کا نادر موقعہ ملگیا۔ بارلی مان نے دوراندیشی سے
قومی رائے کا ساتھ دیا اور عام بے چینی کا اظہار کرکے ایک مفید خدمت انجام دی۔ اس صدی
میں یہ مجلس بادشاہوں کی علانیہ اور مسلسل مخالفت کرتی رہی ۱۷۱۸ء، ۱۷۲۰ء، ۱۷۲۹ء، ۱۷۳۲ء، ۱۷۵۳ء، ۱۷۵۶ء
۱۷۶۳ء، ۱۷۷۱ء اور ۱۷۸۷ء، ۱۷۸۸ء میں بھی اس نے لوئی پانزدہم اور اس کے مشیروں کے طرز عمل کی سختی
کے ساتھ مخالفت کی۔ بارلی مان جن عدالتوں پر مشتمل تھا ان میں قریب چالیس ہزار اشخاص
ملازم تھے جنکی جماعت کو عامۂ قوم سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس جماعت کو اپنی خودساختہ اہمیت
پر ناز تھا اور اس کے افراد کی سنجیدگی، تندمزاجی، ضابطہ پسندی، تنگ خیالی اور غرور کی خاص

شہرت تھی۔ قوم کے دوسرے طبقوں سے اسے کوئی سروکار نہ تھا اور اس الگ تھلگ رہنے والی جماعت کی عارضی مقبولیت اتفاقی وجوہ پر مبنی تھی اس کے وجود سے بدانتظامی پر ایک قسم کا دستوری روک تھا مگر اکثر اوقات فضول جھگڑوں میں بھی پڑ جاتی تھی مثلاً بادشاہ سے آداب مجلس کے متعلق ایک نزاع پیدا ہو گئی تھی۔ لوئی شانز دہم کے ابتدائے عہد حکومت میں پارلی مان نے کامیابی کے ساتھ اصلاحات کے اجرا کی مخالفت کی اور بالآخر انقلاب پسندوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

مگر اورلیان کے عہد حکومت کے آغاز میں مخالفت کے کوئی آثار نمایاں نہ تھے۔ ہر

> فرقۂ جیسوائٹ اور جانسینیوں کے درمیان جدوجہد

فریق نائب السلطنت کی حکومت کی تائید پر آمادہ اور اہم تغیرات کا متمنی تھا خواہ وہ امرا ہوں یا پیرس کا پارلی مان ہو یا جانسینی یا فلسفی۔ اورلیان نے ان جماعتوں کے ساتھ گہرے تعلقات پیدا کر لئے

۴۲ حالانکہ یہ لوگ لوئی کے آخری زمانے میں شبہ کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اس نے اپنے پیش رووں کے نظام حکومت کو صرف الٹ ہی نہیں دیا بلکہ حرامی شہزادوں کو تخت و تاج سے محروم کرنے کے متعلق ایک فرمان نافذ کر کے عملاً تسلیم کر لیا کہ قوم کو حق ہے کہ جب تخت خالی ہو جائے تو اپنے حسب مرضی کسی کو نامزد کرے۔ خاندان بوربون کا قدیم اصول یہ تھا کہ سلطنت بادشاہ کی ملکیت ہے اس اصول کو ترک کر کے اس نے ایک جدید اور عام پسند نظریہ پیش کیا تھا۔

نائب السلطنت کی حکومت کا قوم نے خیر مقدم کیا کیونکہ لوگوں کو اس سے بڑی امیدیں پیدا ہو گئی تھیں۔ اورلیان ردعمل کا مظہر ہو گیا تھا اور اپنی کارروائیوں سے اس نے ثابت کر دیا تھا کہ عامۂ قوم کے خیالات سے اسے ہمدردی ہے۔ لیکن اس کی مساعی جمیلہ کو وہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی جس کی اسے امید تھی۔ امرا انتظامی کاموں سے ناآشنا تھے اس لئے وہ اس کے خلاف میں سازش کرنے لگے۔ پارلی مان نے بھی کسی حسن تدبیر کا اظہار نہیں کیا اور بجائے اس کے کہ اورلیان کو فرانس پر حکومت کرنے کے مشکل کام میں مدد دیتا خود ہی جزوی مذہبی اور سیاسی نزاعوں میں مشغول رہا۔

مذہبی فرقوں کے طرز عمل سے بھی نہ تو انکی اعتدال پسندی عیاں تھی نہ تدبر۔ اور لیان جب نائب السلطنت مقرر ہوا تو اسے امید تھی کہ ان فرقوں میں آسانی سے مصالحت ہو جائیگی۔

اور انکی تالیف قلوب کے لئے اس نے ایمان داری سے کوشش کی۔ نہ تو پوپ کسی سمجھوتے پر رضامند تھا نہ جیسوائٹ مگر چار جان سینی اسقفوں نے ۵ مارچ ۱۷۱۷ء کو کلیسیہ کی ایک عام مجلس منعقد کرنے کی درخواست کی جس کی وجہ سے پوپ اور فرقہ جیسوائٹ کا عزم متزلزل ہوگیا۔ ان چار اسقفوں (دی لابردلے اسقف میرسے پوٗاسو آنان اسقف سینیز کول بیر اسقف مون پیلیر لانگل اسقف بولون) کی تائید شعبہ دینیات نے بھی کی اور انکی اس تحریر سے، جو نہایت خوبی سے لکھی گئی تھی فرمان پاپائی کے مخالفین کی تعداد کثیر کو تقویت ہوگئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوپ اور کارڈنیل دی نوایل کے درمیان گفت وشنید کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس وقت ایک طرف تو جیسوائٹ اور پوپ نائب السلطنت کے مخالف تھے اور سیلا مار کی سازش میں شریک تھے اور دوسری طرف دوبوا کو کارڈنیل ہونے کی خواہش تھی اور اپنے اثر سے وہ جیسوائٹ لوگوں کی تائید کرتا تھا۔ اور لیان نے بالآخران لاانتہائی
۳۳ مباحثوں اور مناقشوں سے تنگ آکر جو فرمان مذکور کی وجہ سے پیدا ہوگئے تھے تمام جماعتوں کو مباحثوں سے باز آنے کا حکم دیدیا ۱۷۲۰ء میں عارضی طور پر مصالحت ہوگئی یعنی دی نوایل نے فرمان (Unigenitus) کی ایک خاص تعبیر کو قبول کرانے کا حکم دیا اور دوبوا نے پیرس کے بارلی مان کو اس تعبیر کے قبول کر لینے پر آمادہ کرلیا۔ مگر چاروں اسقفوں نے پادریوں اور شہر پیرس کی تائید پاکر فرمان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ایک مجلس مذہبی مقرر ہوئی جس میں کارڈنیلان دوبوا ارہان، بسی، فلیوری شامل تھے مگر انھیں مخالفوں کو سمجھوتے کو تسلیم کرنے پر آمادہ کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ سات اسقفوں نے جدید پوپ انوسنیٹ سیزدہم کے پاس ایک عام مجلس کے منعقد کرنے کی درخواست بھیجی مگر اس کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ فرانس کی حکومت دوبوا کے ایما سے سراسر پوپ کی طرفدار ہوگئی اور متعدد جانسینی قید کر دیے گئے یا ملک سے خارج کر دیئے گئے مذہبی مناقشوں کو اپنے ملک سے دفع کرنے میں بارلی مان نے نائب السلطنت کا ساتھ اسی حد تک دیا تھا جب تک کہ اسکی کوششیں فرقہ جیسوائٹ کے خلاف تھیں مگر جب اس نے فرقہ پراٹسٹنٹ کے مصائب کو رفع کرنے کا قصد کیا تو نہ صرف جیسوائٹ بلکہ جان سینی بھی اسکے مخالف ہوگئے یہانتک کہ تمام ملک کی عام رائے اسکے خلاف ہوگئی۔ اسکی حالت خود بھی مخدوش تھی کیونکہ لوئی چہاردہم کے اواخر حکومت میں اس پر جو شبہے تھے ان کی

وجہ سے وہ قوم میں ہر دل عزیز نہ تھا اور اکثر امیروں کو اس سے بغض تھا۔ مگر اس کے عہد حکومت کے ابتدائی چند سال میں اصلاح پسندی اور روشن خیالی کے ساتھ حکومت کرنے میں جو دقتیں حائل تھیں وہ ظاہر نہیں ہوئی تھیں اور جب تک فلپ پنجم (ہسپانیہ) نے اس کے مخالفوں کی سرکردگی اختیار نہیں کی اسے کوئی خطرہ نہ تھا۔

لا اور مالیات کا انتظام

حکومت نائب السلطنت کے نصف اول میں جب کہ داخلی اور خارجی حکمت عملی میں ردعمل شروع ہوگیا تھا، دو شخص ان تغیروں کو عمل میں لانے میں زیادہ تر نمایاں تھے یعنی لا اور ڈوبوا۔ جان لا کے تفویض یہ کام ہوا کہ وہ مالیات کا انتظام از سر نو کرے اور ڈوبوا کو اجازت ہوگئی کہ وہ فرانس کی خارجی حکمت عملی کو پلٹ دے۔ ڈوبوا اور لا کے منصوبوں کے بار آور ہونے کے لیے نائب السلطنت کی تائید ناگزیر تھی اور ان کے طرز عمل کی کامیابی نیابت کے نصف آخر میں عیاں ہے جبکہ نصف اول کا کام بالکل کالعدم ہوگیا اور ردعمل کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ دونوں نے امرا کو انتظام مملکت سے بالکل علیحدہ کردیا تھا اور پارلی مان کو ذلیل کرکے خودسرانہ حکومت کو پھر تازہ کردیا تھا۔ ۳۴

نیابت کے ابتدائی زمانے میں مالیات کا انتظام ڈیوک ڈی نو ایل کے سپرد کیا گیا جس نے سکوں کی قیمت کو گھٹا دیا اور ان سرکاری قرضوں پر جو عند المطالبہ یا ایک مدت معین پر واجب الادا تھے غور کرنے کے لیے ایک کمیشن مقرر کیا جس کے صدر برادران پاری تھے۔ اس کمیشن کی رپورٹ کی بنا پر (Chambre Ardente) کے نام سے ایک عدالت قائم ہوئی کہ محاصل کے وصول کرنے والے جو کارروائیاں کرتے ہیں ان کی تحقیقات کرے۔ اس عدالت پر عامہ قوم کو اطمینان نہ ہوا اسلئے ۱۷۱۷ء میں بند کردی گئی اور محاصل کے وصول کرنے والوں کو آئندہ کے لیئے مطمئن کرنے کی غرض سے ایک فرمان بھی نافذ ہوا۔ نو ایل نے کوشش کی کہ اخراجات کو کم کردے اور کفایت شعاری پر سختی کے ساتھ عمل ہو مگر اس میں اسے کامیابی نہ ہوئی۔ اس نے قرضہ مذکورہ بالا اور شرح سود کو کم کردیا اور بحریہ کا خرچ بھی گھٹا دیا مگر دربار شاہی کے اخراجات کو ہاتھ نہ لگا سکا۔ اسوقت فرانس کو ضرورت تھی کہ بیس سال تک بالکل امن و امان رہتا اور وال پول ایسا کوئی انتظام کرنے والا ملجاتا جو مصارف میں تخفیف کرسکتا۔

۱۷۱۸ء میں دارژان سون مجلس مالیہ کا صدر مقرر ہوا مگر مالیات کا اصل منتظم جان لا تھا۔ ۱۷۱۸ء میں ردعمل کا سلسلہ مختلف وجوہ سے ختم ہوگیا۔ کیونکہ اسی سال ۲۶ اگست کو بارلی مان کو لا کی تجاویز کی مخالفت کرنے اور مالیات کو اپنے قبضے میں کرلینے اور کئی مہینوں تک نظام عدالتی کو بند کر دینے کی سزا ملگئی اور اُورلیان نے دوبوا دارژان سون سائین سیمون اور بوربون کی تائید سے مجلس نیابت کو اپنے منصوبوں سے آگاہ کر کے ایک (Lit de Justice مسند عدل) منعقد کیا اور جبراً ایک فرمان کی رجسٹری کرادی جس کی رو سے حکام عدالتی کو مالیات اور انتظام ملک میں مداخلت کرنے سے منع کر دیا گیا ۲۴ ستمبر سنہ مذکور کو مجلس امرا برخاست کر دی گئی اور مثل سابق ہر سررشتہ کے لئے ایک وزیر مقرر ہوگیا۔ ۱۷۲۰ء میں بارلی مان کے اراکین جلاوطن کر دیئے گئے اور جان سینیوں پر پھر مظالم ہونے لگے کیونکہ ان لوگوں نے کبھی نائب السلطنت کی تائید نہ کی تھی۔ فرقہ جیسوواٹ پر پھر اسکی نظر عنایت ہوگئی۔

جان لا کی معاشی تجاویز

حکومت نیابت کے ابتدائی زمانے کے ردعمل کے سلسلے کو ختم کرنے میں جان لا کو بہت کچھ دخل تھا اس کی مشہور تجویز جو سی پی اسکیم کے نام سے موسوم تھی ناکام ثابت ہوئی اور حکومت نیابت کا مالی طرز عمل حقارت کے ساتھ دیکھا جاتا تھا مگر درحقیقت نہ تو وہ محض جاہل ہی تھا اور نہ حکومت پر اسے پورا قابو حاصل تھا۔ بہت سی کاروائیاں جو اس سے منسوب ہیں فی الحقیقت اس کی مرضی کے خلاف ہوئی تھیں۔ مالی معاملات میں ساکھ کی قوت کا وہ حد درجہ قائل تھا اور زر کاغذی کی اہمیت اور فائدوں کا بھی اسے بخوبی احساس تھا۔ اس کا خیال تھا کہ انگلینڈ اور ہالینڈ کی دولت مندی انکی ساکھ کی وجہ سے تھی اور چونکہ فرانس ایک نہایت ہی زرخیز ملک تھا اس لئے اگر اس کی ساکھ سے مناسب طریقے سے کام لیا جاتا تو اسے مالی مشکلوں سے نجات مل سکتی تھی۔ لا کو خوب معلوم تھا کہ ساکھ کے لئے اہل ملک کے اعتماد کی ضرورت ہے اور یہ کہ کاغذی سکہ اس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک کہ کافی ضمانت نہو مگر اسے فکر لگی ہوئی تھی کہ روپیہ کی مقدار کو بڑھائے تاکہ تجارت کو فروغ ہو سود کی شرح گھٹ جائے اور سلطنت قرض کے بار گراں سے سبکدوش ہو جائے مگر اس جوش میں اس نے معاشیات کے چند ابتدائی مسائل کا خیال نہ رکھا۔ لا اشتراکی تھا

یعنی بالفاظ دیگر وہ چاہتا تھا کہ مالیات اور تجارت کی باگ بالکل سلطنت کے ہاتھوں میں ہو۔ اس کی تجویز یہ تھی کہ حکومت ایک زبردست قومی بنک اور ایک عظیم الشان تجارتی کمپنی قائم کرے کیونکہ اسے امید تھی کہ اس طور پر نہ صرف قومی قرضہ ادا ہو جائیگا بلکہ محاصل کے وصول کرنے کی بھی ضرورت باقی نہ رہیگی۔ لا کی تجاویز کے بارآور ہونے کے لیئے اعتماد کی سخت ضرورت تھی مگر اس کے دماغ میں یہ خیال غالباً کبھی نہ آیا کہ نائب السلطنت کی حکومت کبھی اعتماد حاصل نہ کرسکتی تھی ساکھ کے لیئے اعتماد کی ضرورت ہے جو بہت آہستگی کے ساتھ قائم ہوتا ہے برخلاف اس کے اورلیان کے دربار میں اسراف اور بددیانتی کا بازار گرم تھا جس کی وجہ سے ساکھ قائم نہ ہو سکتی تھی۔ سی سی پی اسکیم کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے ۳۶
سکوں کی مقدار کے بڑھانے کے متعلق اس کے خیالات غلطیوں سے پر تھے اور سلطنت کو ساہوکار بننے سے جو فائدے اس کے خیال کے مطابق حاصل ہوتے تھے وہ تجربے کے بالکل خلاف تھے۔ زراعت اور مصنوعات کو قطع نظر کرکے وہ تجارت ہی کو حصول دولت کا اصل ذریعہ خیال کرتا تھا اور اسے یقین کامل تھا کہ اشیاء کا تبادلہ دولت کے پیدا کرنے سے اہم تر تھا۔ اس کے اکثر نظریات حقیقت پر مبنی تھے مگر عامۂ قوم نے انھیں امور کی گرفت کی جو ناقابل عمل تھے یا جن میں مغالطے تھے مثلاً قومی قرضے کو ادا کرنے اور محاصل کو موقوف کرنے کی تجویز وغیرہ۔ لا کی تجویزوں کو ناکامی زیادہ تر اس کے نظریات میں مغالطوں کے ہونے کی وجہ سے نہ ہوتی تھی بلکہ اس لیئے کہ فرانس کی حکومت کی حالت نہایت ابتر تھی اور جاہل عوام کو اس پر اعتماد بہت ہو گیا تھا۔

۱۷۱۶ء میں لا کو بنک آف انگلینڈ کے نمونے پر ایک خانگی بنک کھولنے کی اجازت ملگئی اور باوجود مختلف قیود کے جو اس پر عاید کی گئی تھیں اس بنک کا کاروبار خوب چلگیا اور حکومت نے بھی اس کا مربی ہونا قبول کرلیا۔ ۱۷۱۷ء میں مغربی کمپنی جو سی سی پی کمپنی کے نام سے زیادہ تر مشہور رہی جاری کرنے کی اسے اجازت ملگئی جس کے پانچ پانچ سو لیور Livre کے دو لاکھ حصے تھے۔ اس کا قصد تھا کہ تمام موجودہ کمپنیوں کو ایک زبردست کمپنی میں ضم کرکے ممالک غیر کی تجارتی منڈیوں کو اپنے قبضے میں کرے کچھ روز تک تو اسے اپنے منصوبوں پر عمل کرنے کا موقعہ ملا۔ ۱۷۱۸ء میں اس کمپنی کو لوئی سیانا سے تجارت کرنے کا اجارہ (Monopoly) ملگیا اور کناڈا سے سگ دریائی (Beaver) کی کھال کی تجارت

کا بھی ۱۷۱۸ء میں کمپنی مذکور کو تمباکو کی خرید و فروخت کا اجارہ ملگیا اور سینی گال کمپنی اس میں ضم ہوگئی ۱۷۱۹ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی (فرانسیسی) کو بھی اس نے خرید لیا اور رفتہ رفتہ فرانس کی تمام تجارت اس کے قبضے میں آگئی۔ اس اثنا میں لا کا بنک جو مغربی کمپنی سے بالکل علیحدہ تھا (جو بالآخر (Great India Company) کے نام سے موسوم ہوئی) سرکاری بنک ہوکر نوٹ جاری کرنے لگا تھا لا کا خیال تھا کہ سکّوں کی تعداد میں اضافہ ہونے سے ملک کی دولت میں بھی اضافہ ہوسکتا تھا مگر اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ کاغذی سکوں کے لیئے ضروری یہ ہے کہ عند الطلب ان کا روپیہ ادا ہوسکے۔

لانے عظیم الشان مالی اور تجارتی کاروبار شروع کردیئے مگر سابق کے تجربوں کا بالکل ۳۷
لحاظ نہ کیا۔ اس نے قومی قرضے کو جو وقت معینہ پر واجب الادا تھا ناقابل ادا قرار دیکر اسکے لیئے شرح سود مقرر کردی اور اس کے علاوہ سکوں کو مسکوک کرنے اور محاصل کو وصول کرنے کا کام بھی اپنے ذمے لے لیا۔ زر کاغذی کی ترویج کے لئے دسمبر ۱۷۱۸ء میں ایک فرمان کے ذریعے سے حکم دیا گیا کہ پیرس اور اُن شہروں میں جہاں بنک کی شاخیں ہوں چاندی کے سکّوں میں رقوم کی ادائی صرف ۶۰۰ فرنیک تک ہو اور اس سے زیادہ رقوم کی ادائی سونے کے سکوں یا نوٹوں کے ذریعے سے ہو۔

کمپنی کو فرانس کی تمام تجارت کا اجارہ حاصل ہوگیا تھا اور سب غیر تجارتی کمپنیوں کو خرید لینے میں جو اخراجات لاحق ہوئے تھے ان کی باجائی کے لیئے اس نے حصے جاری کیئے جو لوگوں نے خوشی خوشی لیلیئے۔ ۱۷۱۸ء میں کمپنی نے روپیہ دیکر دار الضرب کا پانچ سال کا ٹھیکہ لیلیا جس کی وجہ سے اس کے حصوں کی قیمت دوچند ہوگئی۔ حکومت نے اس کے بعد کمپنی کی مراعات سابقہ میں پنجاہ سالہ توسیع کی اور تمام محاصل بالواسطہ کو وصول کرنے کا اجارہ دیدیا۔ اس رعایت کے صلہ میں کمپنی نے حکومت کو موقت قرضوں کے ادا کرنے کیلیئے ڈیڑھ ارب فرنیک تین فی صدی سود پر قرض دئے۔ حکومت کے قرض خواہوں کو اپنے قرضوں کی ادائی میں کمپنی کے حصے موجودہ قیمتوں پر لینے پڑے جو اصلی قیمت کے دہ چند تھیں۔ اس معاملت سے حکومت کو تو نفع ہوا مگر قسمت آزما لوگ سخت گھاٹے میں رہے اور تجارتی قسمت آزمائی کا بازار گرم ہوگیا جس کی وجہ سے اصلی حصوں کے مالکوں کو نفع کثیر ہوا۔ ۱۷۱۹ء میں لا کی فرانس میں بڑی قدر و منزلت تھی۔ مگر تجارتی قسمت آزمائی کے بعد

پھر ردعمل شروع ہوا اور ۱۷۲۱ء کی بربادی میں وہ خود بھی تباہ ہو کر جلاوطن ہو گیا۔

واقعات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ معاملات داخلی میں ردعمل سے کوئی نفع نہ ہوا۔ مجلس امرائے امور مملکت کے انصرام کی کوئی اہلیت نہیں ظاہر کی تھی اور ۱۷۱۸ء میں

امور داخلی میں ردعمل کے سلسلے کا اختتام۔

اس کا خاتمہ ہو گیا۔ پیرس کے پارلی مان پر نائب السلطنت کی نظر عنایت نہ تھی اور لا کی مخالفت کرنے کی پاداش میں سنہ ۱۷۲۰ء میں اس کے اراکین پون تواز میں جلاوطن کر دیے گئے۔ جان سینیوں پر پھر ظلم ہونے لگے۔ دوبوا نے پیرس کے پارلی مان کو ایک عارضی مگر ناقابل اطمینان سمجھوتے پر راضی کر لیا تھا مگر خود اب قطعی طور پر فرقۂ جیسوائٹ کی تائید پر آمادہ تھا۔

اور لیان کی نیابت کے آخری زمانے میں فرانس کی حکومت نے بظاہر انھیں اصول اور ۳۸
طریقوں کو اختیار کر لیا تھا جن پر لوئی چہار دہم کا عمل تھا۔ مثلاً پوپ کے فرمان (Unigenitus) کی رجسٹری ہو چکی تھی اور پیرس کا پارلی مان اپنے حق احتجاج سے محروم ہو گیا تھا۔ نائب السلطنت نے جو تغیرات کئے تھے وہ محض سطحی تھے۔ اور لیان اس زمانے کی روشن خیالی کا مرکز تھا مگر ردعمل میں عمومیت کا عنصر مطلق نہ تھا۔ گو ردعمل سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بجائے حکومت شاہی کے حکومت امرائی قائم ہو گئی تھی مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اور لیان کی نیابت سے مفید نتائج مترتب ہوئے گو اس سے حماقتیں بھی سرزد ہوئیں۔ اسکی بعض حرکتیں ناعاقبت اندیشی پر مبنی تھیں اور آخری زمانے میں رجعت پسندی کا رجحان بھی اس میں پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے متعلق امور قابل لحاظ یہ ہیں کہ حکومت شاہی کا قدیم نظام متزلزل ہو گیا تھا اور نائب السلطنت لوئی چہار دہم کے اصول حکومت سے قطعاً روگرداں ہو گیا تھا۔ اسی زمانے سے فرانس کے ہر طبقے میں ایک حالت اضطراری پیدا ہو گئی اور لوگوں میں کاوش اور تفحص کا مادہ پیدا ہو گیا۔ نئے نئے مسائل پر بحث ہونے لگی اور فلسفہ کا شوق بڑھ گیا۔ غرض اور لیان کی ہشت سالہ حکومت نیابت نے فرانسیسیوں[1] کی آنکھیں

دوبوا اور حکومت نیابت کی خارجی حکمت عملی۔

کھول دیں۔ لیکن گو لا کے منصوبوں کے خاک میں ملجانے اور اسکے جلاوطن ہو جانے سے معاملات داخلی میں ردعمل کا اثر سخت مضرت رساں ہوا تھا مگر نائب السلطنت کو معاملات خارجی میں کامیابی ہوئی جن کا انصرام پادری دوبوا کے سپرد تھا جس نے ۱۷۱۷ء کے اتحاد ثلثہ کے بنا پر خارجی حکمت عملی کو

ایک نئے ڈھرے پر لگا دیا۔

دوبوا ۱۶۵۶ء میں بمقام بری وے لاگائی لارڈ پیدا ہوا اور اس کا باپ ایک طبیب تھا
تیرہ سال کی عمر میں وہ سر منڈا کر خانقاہ میں داخل ہوا اور اسی لئے چھوٹے پادری کے نام سے
مشہور تھا۔ ۱۶۷۲ء میں اس نے فلسفہ و الہیات کی تحصیل پیرس میں شروع کی اور ۱۶۸۳ء
میں شارتیرے کے ڈیوک کی تعلیم میں اپنے دوست موسیو دی سائین لوران کے ساتھ شریک
کیا گیا۔ سائین لوران کے انتقال کے بعد وہ ڈیوک کا اتالیق مقرر ہوا اور آگس برگ کی
مشارکت کی جنگ کی معرکہ آرائیوں میں اسکے ساتھ موجود تھا۔ ۱۶۹۸ء میں وہ ٹالار کے ساتھ
لندن گیا اور جیمس اسٹین ہوپ سے ملاقات حاصل کی۔ ۱۷۰۱ء میں ڈیوک شارترے اورلیان ۳۹
کا ڈیوک ہو گیا اور اس نے دوبوا کو اپنا معتمد مقرر کیا۔ ہسپانیہ کی جنگ جانشینی میں دوبوا نے
اپنی قابلیت اور وفاداری کو بخوبی ثابت کر دیا۔ صرف ایک دفعہ یعنی ۱۷۱۳ء میں اس کے دشمن اسے
عارضی طور پر خدمت سے علیحدہ ہونے پر مجبور کر سکے تھے مگر ۱۷۱۴ء میں برگنڈی برٹنی
اور بیری کے ڈیوکوں کے انتقال کے بعد اورلیان نے اسے پھر محل شاہی
(Palais Royal) میں طلب کر لیا اور ۱۷۱۵ء میں لوئی چہاردہم کے انتقال کے بعد
اورلیان پر اس کا اثر حسب سابق تھا۔ سائین سیمون کو اس سے نفرت تھی اور امرا کو بھی
اس کے ساتھ رشک اور حسد تھا اس لئے مورخوں نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔
دوبوا مستقل مزاج نہ تھا اور ان خصائل سے معرا تھا جو ایک کاتھولیک پادری میں ہونی چاہئیں
مگر نائب السلطنت پر اسکا اثر قبیح نہ تھا۔ خاندان شاہی کے کسی رکن کی موت کا وہ باعث
نہ ہوا تھا اور انگلستان کے روپیہ کی لالچ سے کبھی وہ قوم فروشی پر آمادہ نہ ہوا تھا۔ سیاسیات
میں اسے ید طولیٰ حاصل نہ تھا اور اپنے آقا فلپ ڈیوک اورلیان کا بندۂ حکم تھا مگر باوجود
ان اسقام کے دوبوا کے ایک ممتاز فرانسیسی ہونے میں شک نہیں جسے معاملات خارجی
میں خاص دخل تھا اور بلاشک وشبہ انگلستان اور فرانس میں اتحاد پیدا کرا کے اس نے
فرانس کو بہت نفع پہونچایا۔ (۱)

(۱) Wiessener. Le Regent, L' Abbe Dubois et les Anglais جلد اول باب ۱۴

تفوق حاصل کرنے کے بعد ۱۷۱۵ء میں جیکو بائٹ فریق کی بغاوت میں اورلیان
غیر جانب دار رہا۔ مگر انگلستان میں اس پر الزام رکھا جاتا تھا کہ اس نے جیمیس ایڈورڈ کی یورش سے
چشم پوشی کی۔ وائنا کے دربار سے اس کے تعلقات خوشگوار نہ تھے، خود فرانس میں ڈیوکین
کی جماعت اس کی قوت کو توڑنے کی فکر میں تھی شاہ ہسپانیہ کو اس کے ساتھ علانیہ
دشمنی تھی۔ جماعت وھگ کی کامیابی سے مجبور ہوکر اسے فکر ہوئی کہ انگلستان کی شرکت سے
یوٹریخٹ کے صلح نامہ کو برقرار رکھنے کے ذرائع تلاش کرے اور اس کی شرائط میں عجلت یا جلدبازی
کی وجہ سے کوئی ترمیم نہ ہونے پائے تاکہ باوجود فلپ پنجم اور اس کے فرانسیسی معاونین
کی مخالفت کے وہ فرانس میں برسر حکومت رہے۔

چارلس ششم اور ہسپانیہ

۱۷۱۵ء میں یورپ میں جنگ کے دوبارہ چھڑ جانے کے آثار موجود تھے۔ شہنشاہ نے ۴۰
فلپ پنجم کا ہسپانیہ کا بادشاہ ہونا کبھی تسلیم نہ کیا تھا اور اس کے
دماغ میں اطالیہ میں جسے وہ بالکل اپنا خیال کرتا تھا اپنے مقبوضات
کو وسعت دینے کے زبردست منصوبے تھے۔ اپنے بیٹے کو اس نے "شاہزادہ استوریاس"
کا خطاب دے رکھا تھا، وائنا میں اس نے ایک ہسپانی کونسل بنا رکھی تھی جس میں ہسپانی
جلاوطن شریک تھے اور اسکے دربار میں شاہ ہسپانیہ "ڈیوک انژو" کے نام سے موسوم
تھا۔ یوٹریخٹ کے صلح نامے کی رو سے اسے علاوہ نیدرلینڈ کے میلانیز، ٹسکنی، منٹیوا،
نیپلس، سارڈینیا دئے گئے تھے مگر اس پر بھی وہ راضی نہ تھا۔ وکٹر آماڈیس شاہ سوائے
کو خاندان بوربون کے لاولد ہونے کی صورت میں ہسپانیہ کے تخت کا وارث قرار دیا گیا تھا
جو شہنشاہ کو سخت ناگوار ہوا اور اس نے یہ بھی ارادہ کر لیا تھا کہ وکٹر اماڈیس کو سارڈینیا
دیکر سسلی پر قبضہ کرلے۔

البیرونی کی اصلاحیں

شہنشاہ اس وقت ترکوں سے برسر پیکار تھا اس لئے دو سال تک وہ مغرب اور
جنوب میں اپنے معاملات کی طرف بالکلیہ متوجہ نہ ہوسکا۔ فلپ پنجم اور اس کی ملکہ کو لوئی
چہاردہم کی مرگ ناگہاں اور اورلیان کے چپکے سے نائب السلطنت
ہو جانے سے سخت صدمہ ہوا اور انکی امیدوں پر پانی پھر گیا میڈرڈ
میں فرانسیسیوں کا اثر پہلے ہی سے روبہ زوال تھا اب بالکل زائل ہوگیا۔ جیوڈیچی معزول
ہوگیا اور البیرونی نے اسکی جگہ لیلی جو ایک اطالی باغبان کا بیٹا تھا اور ۱۶۶۴ء میں پیدا ہوا تھا

سنہ ۱۷۱۵ء کے اختتام کے قبل ہی امور مملکت میں اسے حقیقی اقتدار حاصل ہوگیا۔ معتمدین سررشتہ
کی مداخلت سے اس نے آزادی حاصل کرلی اور انتظام مملکت میں بیش بہا
اصلاحیں شروع کردیں۔ سررشتہ مالیات کی اس نے از سر نو تنظیم کی، اخراجات میں تخفیف
کردی گئی اور آمدنی بڑھ گئی۔ زراعت اور صنعت و حرفت کی سرپرستی ہونے لگی جس سے
ہسپانیہ کی تجارت کو پھر فروغ نصیب ہوا اور راؤری کی اصلاحوں کا سلسلہ بڑے پیمانے
پر جاری رہا۔ فوج کی بھی تنظیم جدید ہوئی مگر بحریہ پر زیادہ توجہ تھی کیونکہ البیرونی کو یقین کامل
تھا کہ ہسپانیہ کو بجائے ایک زبردست فوج رکھنے کے اپنے بحریہ کو مضبوط کرنا چاہیے ۱۴۱
ہسپانیہ کے قدرتی ذرائع کا اسے بخوبی احساس تھا جس سے اس کی فراست کا اظہار
ہوتا ہے۔ اس کی رائے تھی کہ ہسپانیہ کے زوال کا باعث وہ بد انتظامیاں تھیں
جو ایک عادیہ طرز حکومت کی وجہ سے وجود میں آگئی تھیں خصوصاً بے مصرف کونسلوں
کی کثرت کی وجہ سے جنھوں نے سلطنت کو قریب قریب تباہ کردیا تھا۔ زراعت کے
فروغ، نو آبادیوں کے قیام اور بحریہ کی تنظیم جدید سے البیرونی کو امید لگی تھی کہ ہسپانیہ
کی شان و شوکت پھر قائم ہوجائیگی۔ اس کے زیر انتظام ہسپانیہ میں ترقی کی رفتار
بڑھ گئی اور آبادی میں جو کمی ہورہی تھی وہ رک گئی، معاملات داخلی میں اصلاحوں کی کامیابی
سے نہ صرف البیرونی کی قابلیت کا ثبوت ہوا بلکہ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ہسپانیہ میں
جان باقی ہے۔

البیرونی کی خارجی حکمت عملی

اندرونی انتظامات کی اصلاح کے علاوہ امور خارجہ کا انصرام بھی البیرونی کے
سپرد ہوا۔ لیکن اس کی مختصر اور قابل رشک سیاسی زندگی میں
شروع سے آخر تک فلپ اور اس کی ملکہ کی دخل درمانی کی وجہ سے
اسکی تدابیر اکثر خاک میں مل جاتیں اور وہ مجبور تھا کہ ہر بات میں ان کے احکام پر عمل
کرے کیونکہ اس کا برسر اقتدار رہنا انکی مرضی پر منحصر تھا۔ البیرونی کو خوب معلوم تھا کہ
جب تک کہ فلپ نائب السلطنت ہونے کا دعوہ دار ہے فرانس کے ساتھ مرابطت
پیدا نہیں ہوسکتی۔ مگر کسی نہ کسی طرح سے لوئی چہاردہم کے انتقال کے چند سال میں
اس نے اورلیان کی حکومت کے خلاف میں کوئی مظاہرہ نہ ہونے دیا اور اطالیہ میں
حکومت شہنشاہی کی دست درازیوں کو روکنے اور انگلستان سے دوستی پیدا کرنے کی طرف

زیادہ متوجہ رہا۔ اس طرز عمل میں ایلی زابیتھ فارنیس بھی اس کی موئید تھی کیونکہ ہسپانیوں کی یہ خواہش تھی کہ اطالیہ میں ان کا اثر پھر قائم ہو جائے اور حسن اتفاق سے ملکہ کی بھی اپنی ذاتی اغراض کی وجہ سے یہی خواہش تھی۔ چارلس ششم سارڈی نیا کو سیقالیہ سے بدل لینے کے لئے درپردہ نامہ و پیام کر رہا تھا اور وہ اس فکر میں بھی تھا کہ وارثوں کے ہونیکی صورت میں ٹسکنی پارما، پیاسینزا اور گوائس تالا اس کے قبضے میں آجائیں ان دست درازیوں کو روکنے کے لئے البیرونی نے یہ حماقت نہ کی کہ ایلی زابیتھ کی ملک گیری کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے یوٹریخٹ کے صلح نامے کو توڑ دے بلکہ وہ ہر جائز طریقے سے کوشش کر رہا تھا کہ یوٹریخٹ اور راس ٹاٹ کے تصفیوں کو شہنشاہ کی زیادتیوں سے محفوظ رکھے۔ اطالیہ کو شہنشاہی حملوں سے محفوظ رکھنا اس وقت نہ صرف ہسپانیہ بلکہ تمام یورپ کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتا تھا۔ شہنشاہ کی توجہ اس وقت زیادہ تر ترکی کی جنگ کی طرف تھی اور اندیشہ تھا کہ آسٹریا کی فوج کہیں اطالیہ پر اس بہانے سے قبضہ نہ کرلے کہ جزیرہ نمائے مذکور پر باب عالی حملہ آور ہونے کو ہے۔

لیکن البیرونی کو خوب معلوم تھا کہ جب تک شاہ سیقالیہ اور اطالیہ کے دوسرے حکمران اطالیہ کی نوزائیدہ آزادی کی حفاظت کے لئے ہسپانیہ کے شریک نہوں، ہسپانیہ کا بزور شمشیر اطالیہ کے سیاسیات میں دخل دینا قرین مصلحت نہ ہوگا۔ ہسپانیہ میں ابھی تک اس کا اقتدار مستحکم نہیں ہوا تھا اور اسے ایک دوسری مجبوری یہ تھی کہ فلپ کو نائب السلطنت اورلیان کے ساتھ سخت عناد تھا جس کے دفع ہونے کی کوئی امید نہ تھی۔ فلپ کی خواہشوں کے آگے اسے سر تسلیم خم کرنا پڑتا تھا گو فرانس کے تخت و تاج کے ملنے کی فلپ کو جو آس لگی ہوئی تھی اس میں البیرونی نے کبھی اسکی ہمت افزائی نہ کی۔ اطالیہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے فرانس یا انگلستان سے اتحاد پیدا کرنا ضروری تھا اور ایلی زابیتھ اور فلپ کی تائید سے جو اورلیان کو اکیلا و تنہا کرنے پر تلے ہوئے تھے البیرونی نے انگلستان سے سلسلہ جنبانی شروع کی تاکہ انگریز ہسپانیہ کے دوست صادق بنا جائیں۔ دسمبر ۱۷۱۵ء میں دونوں ملکوں کے درمیان ایک تجارتی معاہدہ ہوا اور انگریزوں کو یقین دلایا گیا کہ یوٹریخٹ کے صلح نامے کے ذریعے سے جو تجارتی مراعات انکو حاصل ہوئی تھیں وہ برقرار رہیں گی ۱۷۱۶ء میں بالآخر آسیان تو کا

صلح نامہ مرتب ہوا اور فرانس اور ہسپانیہ کے گہرے اتحاد کا خاتمہ ہوگیا جسکی لوئی چہاردہم کو ہمیشہ آرزو تھی۔ اسی صلح نامہ کی وجہ سے ہسپانیہ کی ملکہ کو یہ امید ہوگئی کہ اسکی اولاد کو اطالیہ کی ریاستیں مل جائینگی۔ مگر البیرونی کو انگریزوں کے ساتھ گہرا اتحاد پیدا کرنے میں مایوسی ہوئی۔ اسٹین ہوپ کو ہسپانیہ کے وزیر کی اس رائے سے اتفاق تھا کہ اطالیہ میں شہنشاہ کی دست درازیوں کے روکنے کے لیئے جدید تدابیر ضروری تھیں مگر اسے امید تھی کہ یہ باتیں نامہ و پیام سے طے ہوسکتی ہیں اور لڑنے بھڑنے کی ضرورت نہیں۔ واقعہ دراصل یہ تھا کہ نہ تو انگریز اور نہ اہل ہالینڈ کسی ایسے طرز عمل اختیار کرنے کو تیار تھے جس میں شہنشاہ یا فرانس کے نائب السلطنت کی مخالفت مضمر ہو۔

۴۳ جارج اول (انگلستان) ہینوور کا رئیس بھی تھا اور اسے امید تھی کہ شمالی یورپ کے ممالک کی باہمی معرکہ آرائیوں کے سلسلے میں بری مین اور ورڈین ہمیشہ کے لیئے مل جائیں۔ اس لیئے شہنشاہ سے قطع تعلق کرنا اس کے لئے قریب قریب ناممکن تھا۔ اس کے علاوہ جیمس ایڈورڈ کو دور رکھنے کے لیئے جو انگلستان کے تخت و تاج کا دعوہ دار تھا جارج اول کے لیئے ضروری تھا کہ فرانس کے ساتھ سازوباز کرے جسکے لیئے دوبوا بھی کوشاں تھا اور اسی غرض سے جارج اول اور اورلیان کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ ہوگیا۔[1]

جارج اول اور ڈین مارک کے درمیان معاہدہ۔

۱۷ر مئی ۱۷۱۵ء کو ڈین مارک سے ایک صلح نامہ ہوا جسکی رو سے جارج کو بری مین اور ورڈین ملگئے جس پر فریڈرک چہارم نے قبضہ کرلیا تھا شہنشاہ کی منظوری حاصل کرنے کے لیئے چارلس ششم سے نامہ و پیام شروع ہوگئے اور جب تک کہ اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا ہینوور کی حکومت کو بجائے فرانس سے ربط پیدا کرنے کے شہنشاہ سے ربط پیدا کرنے کی زیادہ فکر تھی۔

۲۵ر مئی ۱۷۱۶ء کو انگلستان اور شہنشاہ کے درمیان میں ویسٹ منسٹر کا صلح نامہ ہوا

---

[1] Wiessener, Le Regent, L' Abbe Dubois et les Anglais جلد اول باب اول

جس کی غایت یہ تھی کہ دونوں ممالک کے موجودہ مقبوضات کی حفاظت ہو اور ان ممالک کی بھی جو اس کے بعد باہمی گفت و شنید سے ان کے قبضے میں آئیں۔ نومبر میں انگلستان اور فرانس کے درمیان بھی ایک معاہدہ ہو گیا جس میں ہالینڈ بھی ۴ جنوری ۱۷۱۷ء کو شریک ہو گیا جسکی رو سے مشہور اتحاد ثلاثہ وجود میں آیا۔ فرانس اور انگلستان کے درمیان میں اس مشہور معاہدے کے ہونے کے مختلف اسباب ہیں جسکی وجہ سے ایک ایسا نظام سیاسی وجود میں آیا جو لوئی چہاردہم کے اس طرز عمل سے بالکل علیحدہ گانہ تھا جس پر وہ ۱۶۸۸ء سے عمل پیرا تھا۔ انگلستان اور فرانس کی حکومتوں کو رقیب دعویداران تخت سے اندیشہ لگا ہوا تھا اور چونکہ دونوں ملک گزشتہ جنگ سے خستہ حال ہو گئے تھے اس لیئے امن و امان کے خواستگار تھے۔ جنگ کے دوبارہ چھڑ جانے سے تجارت میں خلل پڑتا اور حکمران خاندانوں کے مخالفوں کو سر اٹھانے کا موقع ملتا۔ جارج اول کے تخت شاہی پر متمکن رہنے کے لیئے ضروری تھا کہ جیمس ایڈورڈ فرانس سے نکال دیا جائے اور اورلیان کی حالت اسی وقت قابل اطمینان ہو سکتی تھی جب کہ فلپ پنجم کے خلاف میں کوئی قطعی کارروائی ہو۔ انگلستان کے وگ وزیروں کے مفاد کے لیئے فرانس میں اورلیان کا جم جانا اتنا ہی ضروری تھا جتنا کہ انگلستان میں جارج اول کی قوت کا مستحکم ہو جانا۔

صلح نامہ ویسٹ منسٹر (مئی ۱۷۱۶ء) کے اسباب۔ اتحاد ثلاثہ (۴ جنوری ۱۷۱۷ء)

اگر فلپ پنجم کو اورلیان کے اخراج میں کامیابی ہوتی تو فرانس اور ہسپانیہ کے اغراض
۴۴ متحد ہو جاتے اور ملکہ این کے عہد حکومت کے وگ مدبروں کے اندیشے صحیح ثابت ہو جاتے۔ اگر بالفرض اورلیان بغیر کسی امداد کے اپنی قوت کو قائم رکھ بھی سکتا اور اپنے فرانسیسی مخالفوں کی بندشوں اور ہسپانیہ کے دربار کی سازشوں پر غالب بھی آتا تو اغلب تھا کہ وہ بدرجہ مجبوری پیٹر اعظم سے اتحاد پیدا کر لیتا۔ مگر اس اتحاد کے امکان سے بھی جارج اول کو سخت خدشہ تھا جس کی آنکھیں حسب سابق اپنے شمالی مقبوضات پر لگی ہوئی تھیں۔ دونوں ملکوں میں علمی تعلقات پیدا ہو چکے تھے جسکے نتائج فرانس میں نہایت اہم ثابت ہوئے۔ خارجی حکمت عملی کا یہ انقلاب انگلستان میں تو سہولت اور خاموشی سے ہو گیا۔ فرانس میں ہُوزیل (صدر مجلس معاملات خارجہ) نے اس انقلاب کی سختی کے ساتھ مخالفت کی مگر بالآخر باوجود اختلاف کے منظور کر لیا گیا۔ فریس اور معاملہ فہم دوبوا نے

دوبوا کا طرز عمل۔

۱۷۱۶ء ہی میں سمجھ لیا تھا کہ فلپ پنجم اور اس کے وزیروں کے منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لیئے ضروری ہے کہ فرانس اور انگلستان کے درمیان میں اتحاد پیدا ہو جائے کیونکہ اورلیان کے خاندانی مفاد معرض خطر میں تھے اور یورپ کے تمام ملکوں میں فرانس کو امن وامان کی سب سے زیادہ ضرورت تھی جس کا فرانس کے تخت پر فلپ کے متمکن ہونے سے امکان باقی نہ رہتا نائب السلطنت کے مخالفوں اور اُن کے بعد کے فرانسیسی مورخوں نے دُوبوا کے طرز عمل کو انقلابی اور فرانس کے حقیقی مفاد کے منافی ہونے کی بنا پر تقصیر دار ٹھیرایا ہے مگر نائب السلطنت کا یہ عیار وزیر اس اعتراض کا یہ جواب دے سکتا تھا کہ میں نے نہ صرف رشی لیو اور مازارین کے طرز عمل پر عمل کیا ہے بلکہ اس زمانے کے حالات ہی ایسے تھے جسکی وجہ سے انگلستان سے اتحاد پیدا کرنا ناگزیر تھا اور میرے جانشینوں یعنی ڈیوک بوربون اور فلیوری نے بھی میری پیروی کی ہے۔ دُوبوا کو اس امر کا بھی احساس تھا کہ نائب السلطنت کا برسر حکومت ہونا انگلستان کے لیئے کس قدر مفید ہے۔ اگر فلپ فرانس کا تخت و تاج حاصل کر لیتا تو تمام یورپ میں آتش جنگ مشتعل ہو جاتی برخلاف اس کے انگلستان اور فرانس کے متحد ہو جانے سے شاہ ہسپانیہ اور انگلستان کے تخت کے جھوٹے دعویدار (جیمس ایڈورڈ) دونوں زچ ہو جاتے اس کے علاوہ اس اتحاد سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا کہ اورلیان اور پیٹر اعظم میں کسی گہرے تعلق کے پیدا ہونے کی نوبت نہ آتی جس سے جارج اول کے اندیشے رفع ہو جاتے اور نائب السلطنت کی قوت اور بھی مستحکم ہو جاتی۔

فریق جیکوبائٹ کی بغاوت کے زمانے میں اورلیان کا طرز عمل مشتبہ تھا جسکی وجہ سے ۴۵
جارج اول اس وقت تک اس سے صاف نہ ہوا تھا۔ دوبوا کو اس لیئے جارج اول کو فرانس سے اتحاد پیدا کرنے کی تجویز پر غور کرنے کے لیئے آمادہ کرنے میں حد درجہ فراست سے کام لینا پڑا اور اگر شمالی ممالک میں پیچیدگیاں پیدا نہ ہو جاتیں تو دونوں ملکوں کے درمیان ایک دیرپا مصالحت کرانے میں فرانسیسی سفیروں کو باوجود انکی چالاکی کے ناکامی ہوتی۔ جارج اول

جارج اول کی خارجی حکمت عملی

کی خارجی حکمت عملی دراصل یہ تھی کہ ہالینڈ اور آسٹریا کے ساتھ دوستی قائم رہے اور اسکی اس رائے سے وگ جماعت کے وہ لوگ بالکل متفق تھے جن کا خیال تھا کہ انگلستان کے تخت پر ہینوور کے خاندان کے برقرار رہنے کے لیئے ضروری ہے کہ ہالینڈ سے گہرا اتحاد ہو اور آسٹریا سے دوستانہ تعلقات پھر قائم ہو جائیں۔

لیکن آسٹریا کے دربار کو صلحنامۂ یوٹریخٹ اور مجوزہ صلح نامۂ سرحدی کی شرائط پسند نہ تھیں اس لیئے "اتحاد عظیم الشان" کا دوبارہ قائم کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔

جارج اول نے انگلستان میں تخت نشین ہونے کے بعد شہنشاہ کو راضی کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس کا نتیجہ صرف یہی ہوا کہ نیدرلینڈ پر آسٹریا کے قبضے کے متعلق جو شرطیں عائد کی گئی تھیں ان پر شہنشاہ نے اپنی برافروختگی کا اظہار کیا اور اسی وقت سے وائنا میں یہ ذکر اذکار ہونے لگے تھے کہ بلجیم کے دور دراز صوبوں کو باویریا سے بدل لیا جائے۔ صلح نامۂ سرحدی کی توثیق عملاً ۱۵ نومبر ۱۷۱۵ء کو ہوئی مگر بجائے اس کے کہ اس سے آسٹریا کا غیظ و غضب دفع ہوتا اہل ہالینڈ کے ساتھ اس کی روش اور بھی معاندانہ ہو گئی۔ اہل ہالینڈ کا رجحان بھی اسی قسم کا تھا اس لیئے "اتحاد عظیم الشان" کے قیام کے آثار اب امید افزا نہ تھے اس کے بعد بہت سے واقعات اور بھی ہوئے جنکی وجہ سے ہالینڈ اور وائنا میں کشیدگی بڑھتی گئی اور فی الوقت جارج اول کی یہ کوشش بے سود نظر آنے لگی کہ انگلستان اور ہالینڈ اور آسٹریا کے درمیان پھر دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔ اس نفاق سے شاتونیوف کو جو فرانس کی طرف سے ہالینڈ میں سفیر تھا یہ موقع ملگیا کہ فرانس کا اثر یورپ میں دوبارہ قائم کرادے اور اسکی کوششیں بے سود ثابت نہ ہوں۔

لوئی چہاردہم اپنے جانشین کے لیئے نہ صرف سفیروں کی ایک ایسی جماعت ورثے میں چھوڑ
گیا تھا جو یورپ کے دوسرے ملکوں کے سفیروں سے بدرجہا بہتر تھی بلکہ خارجی حکمت عملی ۴۶
کی ایسی روایات بھی جن میں بہت کم تغیر ہوا ہے حالانکہ اس کے عہد حکومت کے بعد سے
فرانس میں متعدد انقلاب ہوئے۔ کام پری دون، دلی نیو دا اور ورثر ان کے نام گنانے
ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ لوئی چہاردہم کے عہد کے سفیر عہد سابق کے
سفیروں مثلاً گریمون ویل، باری لون، ہارکور وغیرہ سے کسی بات میں کم
نہ تھے۔ اور لیان کو شاتونیوف ایک ایسا شخص ملگیا تھا جو آسٹریوں
اور ڈچ کی باہمی مخالفت سے کام لیکر ہیگ میں ایک جماعت فرانسیسیوں کے موافق وجود
میں لا سکتا تھا۔

دوبوا کی کارروائیاں ہیگ اور ہنفیور میں

جارج اول کی رائے تھی کہ انگلستان، ہالینڈ اور آسٹریا کے درمیان ایک اتحاد ثلاثہ قائم ہو جائے مگر اہل ہالینڈ نے اسکی اس رائے سے متفق ہونے میں پہلوتہی کی جو اسے سخت ناگوار تھی

اور فرانس کی سازشوں سے بھی اسے اندیشہ تھا۔ اس لیئے اس نے گھبرا کر آسٹریا
سے ۲۵ر مئی ۱۷۱۶ء کو ویسٹ منسٹر کا صلح نامہ کر لیا اور ۲۰ر جولائی کو اسٹین ہوپ کو اپنے
ساتھ لیکر ہینوور روانہ ہو گیا۔ اور لیان کو اب یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جب تک جیمس ایڈورڈ
فرانس میں پناہ گیر ہے اسوقت تک انگلستان کے ساتھ اتحاد ہونا ناممکن ہے اور جب
انگلستان کے وزیروں سے اس کی مراسلت کا کوئی نتیجہ نہ ہوا تو اس نے دوبوا کو اسٹین ہوپ
سے ملنے کے لیئے ہیگ کو بھیجنے کا تہیہ کر لیا۔ دوبوا سان کا اسقف اعظم اور فرانس کی
مجلس اعلیٰ کا رکن ہو گیا تھا۔ ۱۲ر جولائی دوبوا نے پہلی مرتبہ انگلستان کے وزیر سے خفیہ ملاقات
کی اور دوروز کے بعد پیرس واپس گیا جہاں ۳۱ر کو اس نے اس ملاقات کے حالات
نائب السلطنت کو سنائے۔ اس طور پر اس سفارتی انقلاب کی پہلی منزل
طے ہوئی جس کی وجہ سے ۱۷۵۶ء کے سفارتی انقلاب کی طرح تیس سال کے لیئے یورپ میں
ایک نیا نظام سیاسی قائم ہو گیا۔ ۱۰ر اگست کو دوبوا ہینوور بھیجا گیا تا کہ گفت وشنید کے سلسلے
کو پھر شروع کرے۔ یہ نامہ و پیام امید افزا ضرور تھے مگر نائب السلطنت کو جیکو بائٹ فریق
سے جو لگاؤ تھا اسکی وجہ سے جارج اول ہمیشہ اس سے بدظن رہتا تھا اسی لیئے اب تک
کوئی قطعی نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا۔ دوبوا ۱۹ر اگست کو ہینوور پہنچا مگر اس کے قبل ہی شاہ
انگلستان کے طرز عمل میں ایک نمایاں تغیر ہو گیا تھا کیونکہ روسی میک لین برگ پر قبضہ کرنے کی
دھمکی دے رہے تھے۔ جارج اول کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ ہینوور کے لیئے روسیوں کی اس
سرگرمی کے نتائج خطرناک ہونگے اور اب اس کے ذہن میں آگیا کہ اگر نائب السلطنت اور
زار روس میں اتحاد ہو گیا تو وہ اس کے مفاد کے لیئے کس قدر مہلک ہوگا۔

بحیرۂ بالٹک کے سواحل پر جو جنگ ہو رہی تھی اس کی رفتار چارلس دوازدہم کے ۴۷
مخالفوں کی امیدوں کے بالکل برعکس تھی۔ اپریل ۱۷۱۶ء میں وسمار کے سقوط کے بعد
روس کی سپاہ جس کی طرف سے ہینووریوں کو جو انکے حلیف تھے اندیشہ ہونے لگا تھا
میک لین برگ میں خیمہ زن ہو گئی۔ جون میں زار اور فریڈرک چہارم شاہ ڈین مارک کے

شمالی جنگ

درمیان ایک معاہدہ ہوا مگر اس کے بعد ہی دونوں میں نزاع پیدا
ہو گئی اور روسی فوجیں کوپن ہیگن کی نواح سے مراجعت کر کے
میک لین برگ چلی گئیں۔ اس مقام میں یا اس کی نواح میں روسی فوجوں کے مقیم رہنے سے

جارج کو سخت اندیشہ اور برنس ڈارف اور ہینوور کے دوسرے وزیروں کو سخت ناگوار تھا۔ اس کی وجہ سے زار اور شاہ انگلستان کے درمیان سرد مہری پیدا ہوگئی اور جارج نے فرانس اور روس کے درمیان میں مصالحت ہو جانے کے امکان سے خائف ہو کر عافیت اسی میں دیکھی کہ فرانس سے اتحاد پیدا کرے تاکہ ہینوور اس نئے خطرے سے بچ جائے۔ بری ین اور ورڈین کے حاصل کرنے کے لئے اس نے آسٹریا سے اپنے تعلقات کو برقرار رکھنا چاہا تھا مگر جب اس کے جرمنی مقبوضات معرض خطر میں پڑ گئے تو وہ فرانسیسی اتحاد کا مؤید ہوگیا۔

اتحاد ثلاثہ ۴ر جنوری ۱۷۱۷ء

دوبوا جب ہینوور میں پہنچا تو صورت حال یہ تھی کہ ڈین مارک اور میک لین برگ میں روسیوں کی نقل و حرکت مشتبہ ہو چلی تھی، انگلستان میں فریق جیکو بائٹ کی کاروائیاں برابر جاری تھیں اور جارج اول کو یہ خوف بھی لگا ہوا تھا کہ کہیں اس کو انگلستان اور ہنیوور کی حکومت سے علٰحدہ کرنے کے لئے زار اور نائب السلطنت متحد نہ ہو جائیں۔ ان اندیشوں کی وجہ سے جارج کے خیالات میں ایسی زبردست کایا پلٹ ہوئی وہ نہ صرف اورلیان سے میل ملاپ پیدا کرنے پر آمادہ ہوگیا بلکہ اس نے اسٹین ہوپ کو حکم دیدیا کہ فرانس کے ساتھ معاہدہ کرلے۔ چنانچہ ۹ر اکتوبر کو اسٹین ہوپ اور دوبوا نے ایک ابتدائی معاہدے پر ہینوور میں دستخط کیئے اور ۲۸ر نومبر کو لارڈ کیڈوگن اور دوبوا نے بمقام ہیگ انگلستان اور فرانس کے درمیان ایک دفاعی اتحاد کے معاہدے پر دستخط کیئے جس کو ہالینڈ نے بھی ۴ر جنوری ۱۷۱۷ء کو تسلیم کرلیا۔ اس معاہدے میں آٹھ شرطیں تھیں۔ فرانس نے وعدہ کیا کہ ڈن کرک کی فصیلیں مسمار کردی جائیں گی مارڈائک کے تعمیرات گرادیئے جائینگے اور جیمس ایڈورڈ آوی نیون سے خارج کردیا جائیگا اور فرانس کے ملک میں پھر نہ آنے پائیگا۔ تینوں دولتوں نے باہم یہ بھی طے کرلیا کہ صلح نامۂ یوٹرخٹ کے اہم شرائط کی پابندی کی جائے خصوصاً ان شرطوں کی جو انگلستان میں پراٹسٹنٹ بادشاہوں کی جانشینی سے متعلق تھیں یا فرانس اور ہسپانیہ کی بادشاہتوں کی علٰحدگی سے۔ جارج اول کو اجازت دیگئی کہ اپنے کو حسب سابق شاہ فرانس ملقب کرے اور لوئی پانزدہم کو بادشاہ معظم مسیحی کا خطاب دیا گیا۔ ۴۸

جنوری ۱۷۱۷ء کے اواخر میں جارج اوّل کے انگلستان کو واپس آتے ہی گوارٹنز کی مشہور سازش کا افشا ہوا جو ہالینڈ میں چارلس دوازدہم کا سفیر تھا اور گیلین بورگ کو قید کرلینے سے

جو لندن میں سویڈن کا سفیر تھا جارج کو یقین ہو گیا کہ شمالی ممالک سے اسکے خاندان کو خطرہ ہے اور اس لئے انگلستان اور فرانس کے مابین معاہدہ ہو جانا قرین مصلحت تھا۔

انگلستان اور فرانس میں جو اتحاد ہوا تھا وہ دونوں کے ملکوں کے شاہی خاندانوں کی حفاظت کی غرض سے ہوا تھا مگر اس وقت دونوں ملکوں میں قوم اور حکمرانوں کے اغراض متحد تھے۔ انگلستان کی وگ حکومت

اتحاد کی اہمیت

کو اتحاد ثلاثہ سے یہ اطمینان ہو گیا کہ اب جیمس ایڈورڈ کو زک ہو گئی اور ہینوور کی حکومت اپلیکٹری بھی محفوظ ہو گئی انگلستان میں جارج کی قوت مستحکم ہو گئی جس سے وگ جماعت کا فلاح بھی مدنظر تھا۔ اورلیان نے تو اس اتحاد کو بہت ہی غنیمت جانا کیونکہ اس کے وجود میں آنے سے بوقت واحد اس کے فرانسیسی مخالفوں کے منصوبے خاک میں مل گئے اور بیرونی مخالفوں کا بھی یہی حشر ہوا۔

اتحاد مذکور سے نہ صرف جارج اور اورلیان کے ذاتی اغراض برائے بلکہ ان کے ملکوں کو بھی بہت کچھ نفع ہوا۔ یوٹرکٹ کا صلح نامہ قطعی طور پر تسلیم کر لیا گیا اور انگلستان اور فرانس میں تخت و تاج کے متعلق جو انتظامات حال میں ہوئے تھے تسلیم کر لئے گئے فرانس کو خصوصاً اس اتحاد سے بہت نفع ہوا کیونکہ لوئی چہاردہم کے انتقال کے بعد یہ ملک بالکل خستہ حال اور بے یارومددگار رہگیا تھا اور ہینوور کے الیکٹر کے انگلستان میں تخت نشین ہونے سے "اتحاد عظیم الشان" کے احیاء کا اندیشہ بھی ہو گیا تھا۔ مگر دوبوا اور رشاتونیوف ایسے معاملہ فہم سفیروں سے کام لیکر نائب السلطنت نے فرانس کے لئے بیش قیمت اتحاد پیدا کر لئے اور ایک جدید نظام سیاسی وجود میں لایا جو یورپ میں امن و امان کے قیام کے لئے نہایت ہی ضروری تھا۔ اس کی کامیابی زیادہ تر دوبوا کی وجہ سے تھی جس نے فرانس کو تنہائی کی خطرناک حالت سے نجات دلاکر یورپ کے ممالک میں باثر اور باوقار کر دیا۔ اس حکمت عملی پر تالی ران نے ۱۸۱۵ء میں عمل کیا۔ فرانس کے لئے دوبوا سا مدبر ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ اپنے حین وحیات میں وہ نہایت خوبی سے فرانس کے خارجی معاملات کو طے کرتا رہا اور اورلیان کو اس پر اعتماد کلی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے معاصر امرا اس سے حد درجہ عناد رکھتے تھے اور اسوقت تک بہت سے ایسے مصنف گزرے ہیں جنھوں نے اسے بدنام کرنے میں اپنا پورا زور لگا دیا ہے اسکی حالت

بعینہ بالنگ بروک کی سی ہے جس سے وگ مورخوں کو سخت عناد تھا۔ سفارتی گفت وشنید میں نائب السلطنت نے اس کی پوری تائید کی تھی حالانکہ اکثر وزرا اور امرا علانیہ اسکے مخالف تھے۔

صلح نامۂ مذکور فرانس میں کبھی پسند نہیں کیا گیا اور انگلستان اور فرانس کے درمیان دوستانہ تعلقات کا یہ قرار رہنا بالکل اور لیان اور دوبوا اور پھر فلیوری کی مرضی پر منحصر تھا مگر سولہ سال تک اس اتحاد ثلثہ نے یورپ کی باگ اپنے ہاتھوں میں رکھی اور قیام امن کا باعث رہا۔ انگریز اور فرانسیسی مصنفوں میں خوشگوار تعلقات پیدا ہو گئے اور ممالک غیر سے سلسلہ جنگ کے منقطع ہو جانے سے دونوں ملکوں خصوصاً انگلستان کو بہت نفع ہوا۔ اتحاد مذکور کو اہل فرانس نے بالعموم پسند نہ کیا مگر اس میں شک نہیں کہ امور خارجیہ میں دوبوا کو پہلے معرکے میں پوری کامیابی ہوئی۔

شہنشاہ اور وائنا کے دربار کو انگلستان اور فرانس کا اتحاد ابتدا سخت ناگوار ہوا اور جو جیکوبائٹ فرانس سے نکال دیئے گئے ان کی شہنشاہ کی والدہ نے امداد کی اور خود چارلس ششم نے بھی انھیں بیلجیم میں پناہ گزیں ہونیکی اجازت دی۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے جارج اول نے تحریک کی کہ ویسٹ منسٹر کے صلح نامے میں ایک مخفی شرط کا اضافہ کیا جائے کہ شہنشاہ اس کی باغی رعایا کو پناہ نہ دے اور اس رعایت کی عوض میں اس نے ۲½ لاکھ فرانک کی رقم خزانہ شہنشاہی میں داخل کرنے کا اقرار کیا۔ یہ معاملہ جنوری سنہ ۱۷۱۸ء میں طے ہو گیا اور اس طور پر شہنشاہ ایک ایسے وقت میں اتحاد ثلثہ کے ساتھ ہو گیا جب کہ جنوبی یورپ کی حالت نہایت نازک ہو رہی تھی۔ صفحہ ۵۰

البیرونی کو اتحاد ثلاثہ کے وجود میں آنے سے سخت تعجب ہوا۔ دوبوا کو سفارتی نامہ و پیام میں ایک زبردست فتح ان اثرات پر حاصل ہوئی تھی جن کا البیرونی نمائندہ تھا[1]۔ مگر البیرونی اپنے اصلاحات اور تنظیم جدید میں مصروف رہا اور اپنی تیاریوں کو مکمل کرنے کے لئے اسے صرف چند سال تک امن کے قیام کی ضرورت تھی۔ ہسپانیہ اور پوپ کلیمنٹ یازدہم کے درمیان اس نے مصالحت

سارڈینیا پر ہسپانیہ کا حملہ

---

[1] یعنی ہسپانیہ اور اسکے بادشاہ اور ملکہ پر جو دوبوا کے آقا اور لیان کے دشمن تھے۔ مترجم۔

کرادی۔ فلپ اور ایلی زابیتھ کی طرح پوپ کو بھی شہنشاہ کی قوت کی ترقی کو روکنے اور اتحاد ثلاثہ کی مخالفت کرنے میں نفع تھا! البیرونی اس وقت انتظامی اصلاحوں میں منہمک تھا مگر اس اثناء میں ایک ایسا واقعہ ہو گیا جس کی وجہ سے وہ سخت کشمکش میں پڑ گیا اور بالآخر جنگ کے لئے اسے تیار ہونا پڑا جو اس کی وزارت کے خاتمہ کی باعث ہوئی۔ واقعۂ مذکور حسب ذیل تھا۔ مئی ۱۷۱۷ء میں آسٹریوں نے میلان کے علاقے میں ایک ہشتاد سالہ شخص مسمی مشولی نے کو گرفتار کر لیا جو حال ہی میں ان کوئی زٹر جنرل مقرر ہوا تھا اور بقول البیرونی شوکت پسند اور احمق تھا۔ اس شخص کی گرفتاری سے آسٹریا اور ہسپانیہ میں قطع تعلقات کی نوبت آگئی جس پر آسٹریا تلا ہوا تھا اور جس سے البیرونی گریز کر رہا تھا۔ ہسپانیہ کے ساتھ جو ہتک آمیز برتاؤ کیا گیا تھا اسے فلپ برداشت نہ کر سکتا تھا اور ڈیوک پارما تو بالکل آگ بگولا ہو گیا۔ اسی ڈیوک کے دباؤ سے نہ کہ فلپ کی برافروختگی سے جنگ قبل از وقت شروع ہو گئی[1]۔ البیرونی کو جرمنوں سے نفرت ضرور تھی اور وہ انھیں اطالیہ سے نکالنا چاہتا تھا مگر اس وقت اس کا اصل مدعا یہ تھا کہ ہسپانیہ کی تجارت اور مالیہ کی اصلاح کرے اور جنگ کی وجہ سے اس کام کا رک جانا اسے سخت ناگوار ہوا۔ جولائی ۱۷۱۷ء میں ہسپانیہ کا بیڑا بارسی لونا سے روانہ ہوا اور ۲۲ر اگست کو کاگ لیاری کے قریب لنگر انداز ہوا۔ اس کے چھ روز قبل یوجین کو بیل گریڈ میں فتح حاصل ہوئی تھی نومبر کے اواخر تک سارڈی نیا پر قبضہ ہو گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہسپانیہ نے سارڈی نیا پر قبضہ کر کے صلح نامہ یوٹرخٹ کی خلاف ورزی کی اور یہ کہ اس زیادتی کی وجہ سے اس کے خلاف

ہسپانیہ کی کارروائی کا حق بجانب ہونا

سخت سے سخت کارروائی ہو سکتی تھی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ سارڈی نیا پر قبضہ کر لینے کے لئے ہسپانیہ کے پاس کافی وجوہ تھے۔ یہ مشہور تھا کہ چارلس ششم سسلی کو اپنے قبضے میں لانا چاہتا ہے اور ستمبر ۱۷۱۶ء میں اسٹین ہوپ نے ایک تجویز پیش کی تھی جس سے امید تھی کہ شہنشاہ اور فلپ پنجم اور وکٹر اماڈیس کو اطمینان ہو جائے گا۔ اس کی تجویز یہ تھی کہ شہنشاہ یوٹرخٹ کے صلح نامہ کو تسلیم کرے اور فلپ پنجم کو ہسپانیہ

[1] Armstrong Elizabeth Farnese

کا بادشاہ مانے اور لوئی پانزدہم اگر بغیر اولاد ہوئے مرجائے تو اورلیان کے خاندان کو فرانس کے تخت و تاج کا وارث تسلیم کرنے پر آمادگی ظاہر کرکے امور مذکورہ بالا کے تسلیم کرنے کے معاوضے میں اسے اجازت دیجاتی کہ سارڈینیا کے عوض میں سسلی پر قبضہ کرلے اور پارما اور پیاسین زا ڈان کارلوس کے لئے محفوظ رکھے جائیں جو ایلی زابیتھ فارنیس کا بیٹا تھا۔ اس تجویز پر ایک خفیہ مجلس شوریٰ میں بحث ہوئی جس میں علاوہ اسٹین ہوپ سنڈرلینڈ اور سنیٹ سافورین (وائنا کا انگریزی سفیر) کے موسیو دی بین تین رید تر بھی موجود تھا جو چارلس ششم کا ملازم تھا۔

ویسٹ منسٹر کے صلح نامے کی شرطوں میں شہنشاہ کو سیقالیہ کے دئیے جانے کا بھی حوالہ تھا اور اتحاد ثلاثہ کو وجود میں لانے کے لئے جو نامہ و پیام ہوئے ان میں جزیرہ مذکور کو چارلس ششم کو دیدینے پر علانیہ بحث ہوتی رہی۔ اگر ہسپانیہ میں بجائے فلپ اور البیرونی کے بادشاہ اور وزیر کوئی دوسرے ہوتے تو ممکن تھا کہ جو شرطیں وائنا کے دوسرے صلح نامے (۱۷۳۱ء) کے ذریعے سے طے ہوئی تھیں وہی ۱۷۱۷ء میں طے ہو جائیں مگر بحالت موجودہ ہسپانیہ نے حقارت کے ساتھ پارما اور پیاسین زا کو قبول کرنے سے انکار کردیا جو اسٹین ہوپ نے اس کے لئے تجویز کئے تھے ہسپانیہ نے جو کچھ کارروائی کی وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے تھی کیونکہ ہر ممکن العمل ذریعہ سے آسٹرین کو سسلی پر قبضہ کرنے سے روکنا ضروری تھا جس سے یوٹریخٹ کا تصفیہ بالکل درہم برہم ہوجاتا تھا لیکن انگلستان کی حکومت کی غرض اس وقت صرف یہ تھی کہ ہینوور کے خاندان کی حکومت مستحکم ہوجائے، اپنے نفع کا تو اسے بہت خیال تھا مگر یورپ کے عام نفع کی اسے بالکل پروانہ تھی۔ اطالیہ میں شہنشاہ کی ہوس ملک گیری پر انگلستان بالکل چشم پوشی کرنے پر آمادہ تھا صرف اس خیال سے کہ جنوبی یورپ میں امن ہو جائے تاکہ شمال میں جو خطرے پیدا ہو رہے تھے انکے دفعیہ کا سامان کرسکے سسلی یوٹریخٹ کے صلحنامے کی رو سے سسلی سوائے کے خاندان کو اس شرط پر دیدیا گیا تھا کہ اگر وکٹر اماڈلیس لاولد مرجائے تو یہ جزیرہ ہسپانیہ کے قبضے میں آجائے۔ سسلی پر جب تک سوائے کا قبضہ تھا اسوقت تک اس کی ساری تجارت انگریزوں کے ہاتھ میں تھی۔ انگلستان کے وگ وزرا شمالی یورپ کے معاملات میں خاص توجہ رکھتے تھے اور وہ خاندان ہنیوور کی حکومت کو

صفحہ ۵۲

برقرار رکھنا چاہتے تھے اس لئے وہ امور متنازعہ پر ٹھنڈے دل سے غور نہیں کرسکتے تھے۔ اس لئے جیسے ہی ہسپانیہ نے سارڈینیا پر قبضہ کرلیا انگلستان نے اتحاد ثلاثہ کے اراکین کو ہسپانیہ کا مقابلہ کرنے کیلئے طلب کیا۔[1]

بحیرہ روم میں جو واقعات ہورہے تھے انکی وجہ سے نائب السلطنت سخت مخمصہ میں پڑگیا تھا۔ پیرس میں وہ ہر دل عزیز نہ تھا اور اسے معلوم تھا کہ اہل فرانس فلپ پنجم کو فرانس کے تخت وتاج کا حقیقی وارث خیال کرتے تھے اور اگر ہسپانیہ کے موجودہ طرزعمل میں اس نے کسی قسم کی مداخلت کی تو انھیں سخت ناگوار ہوگا کیونکہ ہسپانیہ اس وقت خاندان ہیبس برگ سے برسر پیکار تھا۔ اس لئے اورلیان نے دوبوا کو لندن

دوبوا لندن میں
سنہ ۱۷۱۷-۱۸ء

بھیجا اور اکتوبر میں اس نے انگلستان کے مدبروں سے کئی ملاقاتیں کیں۔ بلغراد کی فتح کی وجہ سے وائنا میں زن زین ڈارف اور لندن میں پین تین ریدتر کسی گفت وشنید پر آمادگی ظاہر نہ کرتے تھے اسکی وجہ سے دوبوا اور اسٹین ہوپ میں اختلاط اور بھی بڑھ گیا اور نومبر کے اواخر میں جنوبی یورپ کی مشکلات کے تصفیہ کے لئے ایک مشترک تحریر آسٹریا کے سفیر کے حوالہ کی گئی۔ ۲۹ نومبر کو دوبوا پیرس کو واپس آیا اور نائب السلطنت کو انگلستان اور ہالینڈ کے ساتھ اتحاد قائم رکھنے پر پوری طور پر آمادہ کرکے ۳۱ دسمبر کو لندن پہنچا جہاں مجوزہ تصفیہ پر پھر مفصل بحث ہوئی۔ اطالیہ کے متعلق آسٹریا کو جو دعوے تھے انگریز ان کی تائید پر آمادہ تھے مگر نائب السلطنت کو یہ اصرار تھا کہ پارما اور پیاسین زا کے علاوہ ٹسکنی کی جانشینی بھی نوجوان ڈان کارلوس کیلئے محفوظ رکھی جائے۔ اس امر کا جب نائب السلطنت کے حسب خاطر تصفیہ ہوگیا تو دوبوا اور اسٹین ہوپ نے باقی ماندہ مشکلوں کو بہت جلد حل کردیا اور شہنشاہ نے بھی ان تجاویز کو تسلیم کرلیا۔ مگر اس کے بعد نئی مشکلیں پیدا ہوگئیں۔ فرانس میں ایک زبردست جماعت آسٹریا کے ساتھ مصالحت کرنے کی بالکل مخالف تھی۔ اس کا سرغنہ مارشل دوزیل تھا اور اس کے مویدوں میں تورسی (ناظم ٹپہ) ایسے بااثر اشخاص تھے۔ نائب السلطنت کی بھی یہ حالت تھی کہ دوبوا کی غیبت میں وہ کسی قطعی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے لارڈ اسٹین ہوپ پیرس چلا گیا صفحہ ۵۳

سلہ Armstrong Elizabeth Farnese

تاکہ نائب السلطنت کو اپنا ہم خیال بنائے ۔ دوبوا ۱۰ر اگست کو اتحاد اربعہ کی تکمیل کر کے پیرس واپس آیا ۔ اس نے ایک ایسے عہد نامے کو مرتب کرادیا تھا جو فرانسیسی دربار کی ہسپانی طرفداروں کے منشا کے خلاف تھا اور جس سے اس طرز عمل کی توثیق ہوتی تھی جو ۱۷۱۶ء میں اختیار کیا گیا تھا ۔ اس سفارتی کامیابی سے دوبوا کی شہرت بمقابلہ سابق اور بھی بڑھ گئی مگر ایسی کامیابی کی وجہ سے فرانس کے امراجن کا سرغنہ مین تھا اور وزراجن کا سرغنہ دوزیل اس کے اور بھی دشمن ہو گئے اور اس پر سخت تر حملے کرنے لگے کیونکہ داخلی اور خارجی معاملات میں اس کا طرز عمل ان کے اصول کے بالکل خلاف تھا ۔ فرانس میں اس کے واپس آنے کے بعد حکومت میں اہم تغیر عمل میں آئے ۔ پیرس کے بارلی مان نے سیاسی اور مالی معاملات میں بیجا دخل دینا شروع کر دیا تھا اور عدالتی کارروائیوں میں بھی سد راہ تھا اس کے علاوہ مختلف سرشتوں کی مجالس بالکل بیکار ثابت ہو چکی تھیں خصوصاً مجلس معاملات خارجی نے جس کا صدر دوزیل تھا ایک ایسا طرز عمل اختیار کر لیا تھا جو فرانس کے حقیقی مفاد کے منافی تھا ۔ اورلیان نے ۲۶ر اگست ۱۷۱۸ء کو بارلی مان کو بالکل بے دست و پا کر دیا تھا اور جب دوبوا اتحاد اربعہ کو قائم کر کے کامیاب واپس آیا تو اورلیان نے قصد مصمم کر لیا کہ حکومت میں مطلق العنان اقتدارات حاصل کر کے انتظام مملکت میں ضروری تغیرات کر دے ۔ دوزیل نے اتحاد اربعہ و اتحاد ثلثہ کی حکمت عملی کی مخالفت کی تھی اس لئے اب ضروری تھا کہ معاملات خارجی کی عنان ان لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو خارجی معاملات کے جدید طریقے کے بانی تھے اور اس پر عمل کر رہے تھے اس کے علاوہ جبتک کہ معاملات خارجی کا تعلق دوزیل سے تھا اورلیان پر کسی کو اعتماد نہ ہو سکتا تھا ۲۴ر ستمبر کو اورلیان نے دوبوا کی تائید سے وزارتوں میں کایا پلٹ کر دی یعنی مجالس سرشتہ موقوف کر دی گئیں اور بجائے ان کے ہر سرشتہ کے لئے ایک معتمد کا تقرر ہوا، دوبوا معتمد معاملات خارجیہ مقرر ہوا اور گو اس کے رقیب ٹورسی کا اثر بھی اورلیان پر ۱۷۲۱ء تک تھا جب کہ وہ (ٹورسی) معزول ہو گیا تھا مگر باوجود ان وقتوں کے اس نے اسٹین ہوپ کی شرکت سے اتحاد اربعہ کی شرائط پر عمل کرا دیا ۔

البیرونی نے نائب السلطنت کو آسٹروی نیدرلینڈ دیکر رام کرنے کی کوشش کی تھی اور فرانس میں ایک قدرتی رجحان یہ بھی تھا جس کے محرک دوزیل اور دیگر امرا تھے

البیرونی کی شکلات

کہ شہنشاہ کے مقابلے میں فلپ پنجم کی تائید کی جائے مگر باوجود ان موانع کے اور لیان نے بہت کچھ تامل کے بعد مارچ ۱۷۱۸ئہ میں اتحاد ثلاثہ کے ساتھ وفادار رہنے اور ہسپانیہ کے بوربون خاندان کا بزور شمشیر مقابلہ کرنے کا قصد کر لیا گو جولائی میں اس کی نیت پھر کچھ بدل گئی تھی۔ مارچ میں اس نے مصالحت کے لئے ایک آخری کوشش کی اور مارکوس تان کرے کو گفت وشنید کے لئے بھیجا مگر اس کی یہ کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ وکٹر آماڈیس اس کے قبل ہی سے شہنشاہ سے نامہ وپیام کر رہا تھا جس نے ۲۸ اپریل کو انگریزوں اور فرانسیسیوں کی تجاویز کو منظور کر لیا تھا اس وجہ سے ہسپانیہ ایکہ وتنہا رہگیا۔ مگر باوجود ان دقتوں کے البیرونی نے حسب عادت زوردار کارروائی کی اور جب اسے معلوم ہوا کہ وکٹر اماڈیس ہسپانی فوجوں کو سسلی میں داخل نہ ہونے دیگا اس نے ہسپانی بیڑے کو حکم دیا کہ جزیرۂ مذکور پر قبضہ کرے۔ جون ۱۷۱۸ئہ میں بیڑے بارسی لونا سے روانہ ہو گئے اور ۵ جولائی کو سسلی پر قبضہ ہو گیا۔

سارڈی نیا پر ہسپانیہ کا قبضہ کر لینا بعض وجوہ کی بنا پر حق بجانب قرار دیا جاسکتا ہے مگر سسلی پر حملہ کرنا یقیناً غلطی پر مبنی تھا کیونکہ اس طرح ہسپانیہ نے گویا انگلستان فرانس اور آسٹریا کے مقاصد کی قبل از وقت مخالفت کی جس سے اس کی ناکامی یقینی تھی سسلی حملہ کرنے کی ذمہ داری یقیناً البیرونی پر ہے کیونکہ اسے یقین کامل تھا کہ انگلستان اور فرانس میں اتحاد ممکنات سے نہیں ہے اور یہ کہ انگلستان اپنے تجارتی اغراض کی وجہ سے سسلی پر آسٹریا کا قبضہ ہونے کی مخالفت کریگا۔ مگر جب اتحاد ثلاثہ کے اراکین نے متحد کارروائی کی اور آسٹریا نے اس کے شرائط کو تسلیم کر لیا تو اس کی یہ امیدیں محض خواب وخیال ثابت ہوئیں مگر اس کے زوال تک ہسپانیہ کے عزم واستقلال میں فرق نہ آیا۔

البیرونی بے یار ومددگار تھا مگر اس نے یہ کوشش کی اس کے دشمن اپنی ملکی معاملات میں پھنس جائیں کئی مہینے سے وہ پیٹر اعظم اور چارلس دوازدہم کے درمیان مصالحت کرانیکی فکر میں تھا تاکہ ان کے ساتھ پرشیا کو شریک کر کے ایک اتحاد قائم کر دے جو شہنشاہ اور جارج اول پر حملہ کر سکے ۱۷۱۴ئہ میں اس کے دل میں خیال پیدا ہو گیا تھا کہ سویڈن سے اتحاد پیدا کرنا مفید ہوگا اور راس پسارو کی ہزیمت کے بعد بھی اسے بلاشک یہ امید تھی کہ اگر روس اور سویڈن کوئی فوجی کارروائی کریں تو جرمنی اور انگلستان کی توجہ اس طرف

صفحہ ۵

ہو جائیگی ۔ آلینڈ کی مجالس شوریٰ کی کارروائی مئی میں شروع ہو گئی تھی اور امید قوی تھی کہ زار اور شاہ سویڈن کو انگلستان سے جو دشمنی تھی وہ ہسپانیہ کے لئے مفید ہو گی ۔ البیرونی راگوچی شاہ ٹرین سل وٹے نیا سے نامہ و پیام کر رہا تھا اور اسے امید تھی کہ ترک بھی جنگ جاری رکھینگے ۔ سیلا مار کو اس نے ہدایت کی تھی کہ فرانس میں اور لیان کی مخالف جماعت کی تائید کرے اور پیرس میں اس کے کارپرداز عرصے سے دوبوا کے خلاف سازش کر رہے تھے ۔ اس کے علاوہ البیرونی نے لانگ دوک، سے وے نے ،پوآ تو اور رووفنے کے پراٹسٹنٹوں کو بغاوت پر آمادہ کر دیا اور بریٹنی کے باشندوں کے ساتھ بھی جو حکومت سے ناراض تھے نامہ و پیام شروع کر دیا ۔ انگلستان کے خلاف میں اس نے یہ کارروائی کی کہ جیمس ایڈورڈ کو ہسپانیہ بلایا اور انگلستان کے خلاف ایک مہم کی تیاری شروع کر دی ۔

مگر البیرونی کی یہ سب پیش بندیاں خاک میں مل گئیں ۔ سسلی پر ہسپانیہ کے حملے کی وجہ سے اتحاد اربعہ ۲ اگست کو وجود میں آیا جو اسٹین ہوپ کا ایک زبردست کارنامہ ہے ۔ اس اتحاد سے جس میں حسب ذیل معاہدے شامل تھے یوٹریخٹ کے صلح نامے کی شرائط میں ترمیم ہو گئی ۔ (۱) معاہدہ مابین شہنشاہ و شاہ ہسپانیہ (۲) معاہدہ مابین شہنشاہ و شاہ سسلی (۳) عہد نامہ جات مابین شہنشاہ و شاہان انگلستان و فرانس و اسٹیٹس جنرل (ہالینڈ) ۔ چارلس ششم نے سارڈی نیا کے معاوضے میں سسلی لیلیا اور شاہ سسلی کو شاہ سارڈی نیا کا خطاب دیا گیا اور بحالت عدم موجودگی ورثہ ہسپانیہ کے تخت کا اسے وارث قرار دیا گیا اطالیہ کی ڈچیوں (پارما، پیاسین زا، ٹسکنی) کی وراثت کے متعلق ایلی زابتھ فارنیس کے حقوق تسلیم کرلئے گئے ۔

اتحاد اربعہ ۱۷۱۸ء

پسارو وٹز کا صلح نامہ اس سے قبل ہی ہو چکا تھا اور اب ہسپانیوں کو سسلی سے نکالنے کے لئے آسٹریا کی فوجیں ٹڈی دل کی طرح اطالیہ میں پہونچ گئیں ۔ ۱۱ اگست کو امیر البحر بنگ نے ہسپانی بیڑے کو راس پسارو کے قریب شکست دی جس سے اتحاد اربعہ کی فتح یابی اور اسٹین ہوپ اور دوبوا کے طرز عمل کی کامیابی کی توثیق ہو گئی ۔ صفحہ ۵۶

انگریزی حکومت نے ہسپانیہ سے اتحاد اربعہ میں شریک ہونے پر اصرار کیا اور خود اسٹین ہوپ ۱۲ اگست کو میڈرڈ میں پہنچا اور جبل الطارق کی بازگشت پر رضامندی ظاہر کی مگر نان گرے کی طرح اسے بھی فلپ پنجم اور البیرونی کو مصالحت پر آمادہ کرنے میں ناکامی

ہوئی۔ ۲۷ اگست کو اس نے ہسپانیہ کے دار السلطنت کو خیر باد کہا اور نان کرے بھی ۲ نومبر کو وہاں سے چلا گیا مگر ہسپانیہ دول متحدہ کے خلاف جنگ کو جاری رکھنے سے باز نہ آیا۔

دسمبر میں چارلس دوازدہم نے انتقال کیا اور اس کے بعد ہی گوارٹز معزول ہو گیا اور سویڈن اور روس کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس کی وجہ سے ہسپانیہ کے حسب مرام شمال کی طرف سے کسی حملے کی امید باقی نہ رہی۔ فرانس بھی دسمبر ہی میں سیلا مار کی سازش

انگلستان اور فرانس کی جنگ ہسپانیہ سے

کا انسداد ہو گیا جس کا علم دوبوا کو عرصے سے تھا۔ سیلا مار گرفتار کر لیا گیا جیسے کہ گیلن بورگ سال ماقبل میں گرفتار ہوا تھا۔ برٹینی کی بغاوت فرو کر دی گئی، اور سازش کے انکشاف کے نتائج یہ ہوئے کہ ہسپانیہ کی حکمت عملی شبہے کی نگاہوں سے دیکھی جانے لگی، کلی منٹ یازدہم اور جیسوٹ لوگوں نے سازش کرنے والوں کی ہمت افزائی کی تھی اب انکی بھی قلعی کھل گئی نائب السلطنت کی قوت مستحکم ہو گئی اور ہسپانیہ کی مخالفت میں ڈرسی بھی اسکی تائید کرنے لگا۔ ڈیوک مین اور اسکی بیوی ڈیوک رشی لیو، کارڈنل پولگ ناک، کارڈنل ردہان اور مارکوس ایم پادور گرفتار کر لئے گئے اور اس کے بعد یا تو قید یا جلا وطن کر دئے گئے۔ برٹینی کے باغی سرغنوں میں سے چار شخص قتل کر دئے گئے اور عرصے تک پس وپیش کرنے کے بعد فرانس نے ۹ جنوری ۱۷۱۹ء کو ہسپانیہ کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ انگلستان نے ۱۷ دسمبر ۱۷۱۸ء ہی کو ہسپانیہ کے سواحل سے ایک نئے جیکو بائٹی حملے کے خوف سے جنگ کا اعلان کر دیا تھا۔ ہسپانیہ متحدین کے حملے کے دفع کرنے سے عاجز تھا۔ مارچ ۱۷۱۹ء میں ایک فرانسیسی فوج نے ہسپانیہ کی سرحد میں داخل ہو کر فوان ترابیا کا محاصرہ کر لیا اور ایک انگریزی بیڑے نے ہسپانیہ کے کئی شہروں کو لوٹ لیا اور اس کے جہازوں کو بہت نقصان پہنچایا جیکو بائٹ مہم کو بھی ناکامی ہوئی اور موسم خزاں کے اختتام کے قبل آسٹریوں نے سسلی کو فتح کر لیا۔ ۵۷

البیرونی نے چارلس دوازدہم کے انتقال کے بعد تسلیم کر لیا تھا کہ اب کامیابی کی کوئی امید نہیں ۱۷۱۸ء میں اسے فکر ہو گئی تھی کہ حلیفوں سے صلح کر لے اگر مولی نے کی گرفتاری سے وہ مجبور نہ ہو جاتا تو وہ ہسپانیہ کے ذرائع کو ترقی دینے کے کام میں اس وقت تک

معروف رہتا جب تک کہ ہسپانیہ کو بحیرہ روم میں توازن قوت کے بحال کرانے کی اہلیت نہ پیدا ہو جاتی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ یہ توازن قوت یوٹریخت اور راس ٹاٹ کے صلحناموں سے ناپید ہو گیا تھا۔ اس کی سیاسی زندگی اب ختم ہو چکی تھی مگر ہسپانیہ کی تاریخ پر اس کا اثر بہت زیادہ ہے جس کا کافی اندازہ نہیں ہو سکتا پاتی نیو اور ہسپانیہ کے دوسرے مدبرین نے اسی کے اصول کی پیروی کی اور ۱۷۴۸ء میں ڈان فلپ نے پارما اور پیاسین زا پر قابض ہو جانے اور ڈان کارلوس کو سسلی اور نیپلز کی حکومت کے مل جانے سے ثابت ہو گیا کہ اس کی خارجی حکمت عملی ایک حد تک بار آور ہوئی۔ اسی اطالوی مدبر کی فراست کا نتیجہ تھا کہ ہسپانیہ کے جسم بے جان میں جان پڑ گئی اور اہل اطالیہ میں جذبۂ قومیت پھر تازہ ہو گیا۔

فلپ البیرونی کو معزول کر کے اتحاد اربعہ میں شریک ہوتا ہے ۱۷۲۰ء

مصالحت کی گفت و شنید شروع کرنے سے قبل حلیفوں کا اصرار تھا کہ البیرونی معزول کر دیا جائے اس لئے وسط دسمبر ۱۷۱۹ء میں اسے حکم دیا گیا کہ ہسپانیہ سے چلا جائے ۱۷۲۰ء کے آغاز میں انگلستان اور فرانس کے زبردست طرز عمل سے مجبور ہو کر صلح نامہ لندن کے ذریعے سے فلپ نے اتحاد اربعہ کی شرائط کو تسلیم کر لیا گو بعض اہم امور کے متعلق سال بھر گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہا اور فلپ اور الیزابیتھ کی برافروختگی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ہر لمحہ جنگ کے دوبارہ چھڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ بالآخر جون ۱۷۲۱ء میں تمام امور کا تشفی بخش تصفیہ ہو گیا اور انگلستان اور فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان ایک مدافعانہ اتحاد ہو گیا۔ یہ بھی طے ہوا کہ کامبرائی میں ایک کانگریس (مجلس شوریٰ) ہو جس میں ہسپانیہ اور آسٹریا کے درمیان جتنے امور متنازعہ تھے سب کا تصفیہ ہو جائے مثلاً اطالیہ کی ریاستوں کی حکومت ہسپانیہ کے تخت و تاج کی نزاعیں اور "زریں اون" (Golden Fleece) کے خطابات دینے کا ۵۸
حق۔ دوبوا کو اندیشہ تھا کہ کہیں ہسپانیہ، انگلستان اور آسٹریا کے درمیان اتحاد نہ ہو جائے اس لئے ہسپانیہ اور فرانس کی موجودہ دوستی کو پختہ کرنے کے لئے اس نے یہ مناسب خیال کیا کہ دونوں ملکوں کے شاہی خاندانوں کے درمیان شادیوں کے ذریعے سے گہرے تعلقات قائم ہو جائیں۔ ستمبر ۱۷۲۱ء میں اعلان کر دیا گیا کہ ہسپانیہ کی شہزادی کی (جو اس وقت صرف پانچ سال کی تھی) شادی لوئی پانزدہم سے ہو گی اور اورلیان کی بڑی بیٹی کی شادی

ڈان لوئی ہسپانیہ کے ولی عہد سے۔

جنوری ۱۷۲۲ء میں مادی موازیل دی مونٹ پان سیر کی شادی ہوئی اور ہسپانیہ کی شہزادی بھی فرانس میں آکر مقیم ہوگئی۔ ہسپانیہ میں فرانس کے اثر کے بڑھ جانے سے

فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان شادیوں کے ذریعے سے اتحاد ۲۱-۱۷۲۲ء

انگلستان کے وزیروں کو اندیشہ ہوگیا۔ انگریزوں سے اتحاد قائم رکھکر ہسپانیہ سے اتحاد پیدا کرنے کی کوشش میں دوبوا نے ایک گونہ لوئی چہاردہم کی حکمت عملی کی طرف رجعت کی تھی اور یہ حکمت عملی وہی تھی جس پر ۱۷۲۹ء میں فلیوری نے بھی عمل کیا۔ فروری ۱۷۲۳ء میں جب لوئی پانزدہم سن بلوغ کو پہنچا تو وہ وزیر اعظم ہوگیا اور اپنے انتقال تک اس خدمت پر فائز رہا۔ اس کے انتقال کے بعد اورلیاں نے تین مہینے تک اس خدمت کے فرائض انجام دئے۔ مگر فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان اتحاد کا پھر قائم ہوجانا قبل از وقت تھا اور یہ اتحاد یکایک ٹوٹ گیا جب کہ دوبوا نے اگست ۱۷۲۳ء اور اورلیان نے دسمبر سنہ مذکور میں انتقال کیا۔

ہسپانیہ اور آسٹریا کی باہمی مخالفت سے جنوبی یورپ میں نقض امن کا جو خطرہ پیدا ہوگیا تھا وہ اسٹین ہوپ کی زبردست کارروائیوں سے دفع ہوگیا مگر شمال کے

شمالی یورپ ۲۱-۱۷۱۴ء

معاملات سے انگلستان کو ہر وقت فکر لاحق رہتی تھی اور یورپ کا امن وسکون بھی معرض خطر میں تھا۔ ہینوور کے وزیروں کے طرز عمل سے مناقشات کا رقبہ بلاشک وشبہ وسیع تر ہوتا جاتا تھا۔ اٹھارھویں صدی میں شروع سے آخر تک روس اور پرشیا کے عروج اور سویڈن اور پولینڈ کے زوال کی وجہ سے شمالی سلطنتوں کا یورپ کی تاریخ پر زبردست اثر ہے۔ جارج اول جب انگلستان میں اگست ۱۷۱۴ء میں تخت نشین ہوا، اس وقت شمال کی جنگ مشتعل ہورہی تھی۔ روس اور پرشیا نے اسی زمانے (جولائی) میں ایک خفیہ عہد نامہ کرلیا تھا کیونکہ انھیں اندیشہ تھا کہ چارلس دوازدہم بین ڈر سے عنقریب واپس آنے والا ہے۔ اس عہد نامے کی
۵۹ رو سے روس نے وعدہ کیا کہ وہ صلح اس وقت تک نہ کریگا جب تک کہ پرشیا کو اس ٹے ٹن مع اضلاع ملحقہ پین ندی تک نہ مل جائے اور اس کے علاوہ وول گاسٹ زولین اور یوس ڈوم بھی۔ اس کے معاوضے میں پرشیا نے روس کو سویڈن کے صوبجات

لی وونیا، الیس تھونیا اور انگریا کے الحاق میں مدد دینے کا وعدہ کیا نومبر میں چارلس اسٹرال سنڈ کے قریب آگیا۔ مقام مذکور پر اس کی موجودگی کے نتائج فوراً ظہور میں آئے یعنی اس کے دشمن سب متحد ہوگئے پرشیا نے حملہ آوری کی غرض سے ڈین مارک، ہینوور سیکسنی اور پولینڈ کے ساتھ اتحاد قائم کرکے سویڈن کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔ ڈین مارک نے ورڈین اور بری مین جارج اول کے حوالہ کردیئے اور سویڈن کے وزیر گوارٹز نے قصد کرلیا کہ اتحاد مذکورۂ بالا کو شکست کرکے شمالی یورپ میں سویڈن کے رسوخ کو پھر بحال کرادے۔ اسٹرال سنڈ کا فریڈرک ولیم نے محاصرہ کرلیا اور اس کے سقوط (۱۵ دسمبر ۱۷۱۵ء) کے بعد چارلس دوازدہم بصد وقت بھاگ کر سویڈن چلا گیا اور قریب تھا کہ اس جنگ کی چنگاریاں تمام یورپ میں پھیل جائیں۔ بحیرۂ بالٹک میں انگریزوں نے ایک بیڑہ اپنی تجارت کی حفاظت کے لئے متعین کردیا تھا۔ بقول مسٹر کارلائل "بری مین اور ورڈین کی قیمت ادا کرنے کا یہ ایک ناراست طریقہ تھا"۔ چارلس دوازدہم کے دوسرے مخالف بھی جنگ کے لئے تیار ہوگئے۔ اتحاد شمالی بظاہر بہت زبردست معلوم ہوتا تھا مگر اس کے وجود میں آتے ہی اس کے شکست ہونے کے آثار نمودار ہوگئے کیونکہ پیٹر اعظم اور ہینوور کے وزیروں کے درمیان رنجش پیدا ہوگئی تھی۔ اپریل ۱۷۱۶ء میں میک لین برگ کے ڈیوک کی شادی پیٹر اعظم کی بھتیجی کیتھرین سے ہوئی اور پیٹر نے فوراً اس کے شوہر کی طرف سے میک لین برگ کی امیروں کے خلاف وہاں کے معاملات میں دخل دینا شروع کردیا۔ امرائے مذکور اکثر اپنے حکمران اور ڈین مارک اور پرشیا سے برسرپیکار رہتے تھے جن کی یورشوں نے ملک کو تباہ کردیا تھا۔ وس مار کے سقوط (۱۶ اپریل) کے بعد جو پومی رانیا میں سویڈن کا آخری مقبوضہ تھا اہل ہینوور نے روسیوں کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیا اور پیٹر پر یہ الزام لگایا کہ وہ درپردہ سویڈن کے ساتھ سازو باز رکھتا ہے اور میک لین برگ پر دوامی قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ چارلس ششم نے روسیوں کے دائرۂ اثر کے بڑھنے سے خائف ہوکر ہینوور کے وزیر برنس ڈارف کی سازشوں کی تائید شروع کردی جو وہ روسیوں کے خلاف کر رہا تھا گو ٹاون شینڈ اور فریڈرک ولیم نے الزامات مذکور کو بالکل بے سروپا قرار دیا تھا فریڈرک ولیم میکلن برگ میں روسی فوجوں کی موجودگی کو اس لئے ۴۰

شمالی یورپ کے اتحاد سے چارلس دوازدہم کی جنگ

ہینوور اور پیٹر اعظم کی باہمی نزاع

پسند کرتا تھا کہ وہ سویڈن کے حملوں سے ڈین مارک اور پرشیا دونوں کو محفوظ رکھ سکتی تھیں وس مار کی فصیلوں کو مسمار کر کے آسے میک لین برگ کے ڈیوک کے سپرد کر دینے پر فریڈرک نے رضامندی ظاہر کی مگر روسیوں کو میک لین برگ سے خارج کرنے اور ڈیوک کے مقبوضات پر قبضہ کرنے میں ہینوور کی امداد کرنے سے اس نے انکار کر دیا۔ ستمبر ۱۷۱۶ء میں اس نے فرانس سے ایک خفیہ مدافعانہ اتحاد کر لیا اور اس طور پر اپنی قوت کو مستحکم کر کے پیٹر اعظم کے طرز عمل کی تائید پر پوری آمادگی ظاہر کی جس کی طرف سے اس وقت نہ صرف شہنشاہ بلکہ دوسرے حلیفوں کو بھی خدشہ ہو گیا تھا۔ جنوری ۱۷۱۷ء میں سویڈن کا سفیر گلن بورگ لندن میں گرفتار ہو گیا اور اس کے قبضے میں چند کاغذات نکلے جن سے معلوم ہوا کہ گوارٹر جیمس ایڈورڈ (انگلستان کے تخت کا جھوٹا دعویدار) کے ساتھ بارہ ہزار سویڈن کے سپاہی بھیجکر انگلستان پر حملہ کرانا چاہتا تھا۔ ان واقعات سے صورت حال اور بھی نازک ہو گئی۔ پیٹر انگلستان کی دوستی کا خواہاں تھا مگر اہل ہینوور نے اس پہ الزام لگایا کہ وہ بھی گلن بورگ کی سازشوں میں شریک ہے۔ پیٹر کو جب یہ یقین ہو گیا کہ انگلستان سے اتحاد ہونا ناممکن

پیٹر کا ورود پیرس میں ۱۷۱۷ء

ہے تو ۱۷۱۷ء کے موسم گرما میں اس نے فرانس کا سفر اس امید سے کیا کہ اس کی امداد سے سویڈن کو اپنی شرائط کے تسلیم کرانے پر مجبور کرے فرانس کی حکومت کو اس نے مشورہ دیا کہ شمال میں بجائے سویڈن کے روس کو اپنا حلیف بنائے اور روس اور پرشیا کے ساتھ گہرا اتحاد پیدا کرے جس سے موجودہ اتحاد ثلثہ (مابین انگلستان فرانس و ہالینڈ) کو کوئی ضرر نہ پہونچتا اورلیان روس کی حمایت پر آمادہ تھا مگر یہ ڈوبوا کے منشا کے خلاف تھا کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ اتحاد ثلثہ کہیں معرض خطر میں نہ پڑ جائے۔

ڈوبوا کی رائے اس معاملے میں بلاشبہ درست تھی کیونکہ ابھی تک روس کی قوت مستحکم نہیں ہوئی تھی اور اس کی موجودہ ممتاز حیثیت صرف سویڈن کے فوجی انحطاط کی وجہ سے تھی۔ روس کی فوج ایلب ندی پر چند غیر معمولی واقعات کی وجہ سے پہونچ گئی تھی اور عرصۂ دراز تک جرمنی میں اس کے مقیم رہنے کی توقع نہ ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ روس کی آئندہ ترقی اس کے بادشاہوں کی ذاتی قابلیت پر منحصر تھی۔ اس لئے اتحاد ثلثہ کے بجائے غیر مستحکم اور دور دراز روسی سلطنت سے اتحاد پیدا کرنے سے

فرانس پھر مغربی یورپ میں اکیلا و تنہا رہجاتا اور انگلستان اور ہالینڈ اسکے مخالف ہو جاتے اور ممکن تھا کہ اس مخالفت میں شہنشاہ اور غالباً ہسپانیہ کی فوجیں بھی شریک ہو جاتیں
اگست میں فرانس روس اور پرشیا کے درمیان ایک صلح نامہ ہوا جو امسٹرڈم[۱] کے معاہدے کے نام سے مشہور اور جسکی غایت صرف دوستی تھی۔ اس معاہدے کی رو سے فرانس نے اپنے اثر سے شمالی جنگ کو ختم کرادینے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد اگست

سویڈن اور روس میں اتحاد

۱۷۱۸ء میں پرشیا سے ایک ضمنی معاہدہ ہوا مگر باوجود ان معاہدوں کے پیٹر سویڈن سے راست نامہ و پیام بھی کرتا رہا۔ گیلن بورگ کے گرفتار ہونے کے زمانے میں گوارٹز بھی کچھ روز کے لئے ہالینڈ میں قید کر دیا گیا تھا مگر وہ روس سے اتحاد پیدا کرنے کے لئے برابر سازش کرتا رہا اور مئی ۱۷۱۸ء میں گیلن بورگ کو ہمراہ لیکر دو روسی سفیروں (برُوس اور اُسٹرمن) سے جزیرہ لوسو میں ملا جو جزائر آلینڈ میں شامل ہے اور اسی لئے یہ مجلس شورائے "آلینڈ کی مجلس شورائے" کے نام سے مشہور ہے۔ گوارٹز روس سے گہرا اتحاد پیدا کرنا چاہتا تھا اور اس کے معاوضے میں صوبجات انگریا کارےلیا، لی وونیا، ایس تھونیا دینے پر رضامند تھا کیونکہ اسے امید تھی کہ روس سے اتحاد پیدا کرکے سویڈن کو اپنے دوسرے دشمنوں سے اطمینان ہو جائیگا جرمنی میں اس کے مقبوضات محفوظ ہو جائینگے اور بحیرۂ بالٹک کی سلطنتوں میں اس کا امتیاز باقی رہیگا۔

گوارٹز کے منصوبے قابل قدر ضرور تھے مگر ان کا عمل میں آنا دشوار ہو گیا تھا۔ چارلس دوازدہم نے ۳۶ سال کی عمر میں ۱۱ ڈسمبر ۱۷۱۸ء کو بمقام فریڈرک شال انتقال کیا اور اسکے بعد ہی سویڈن میں ایک سیاسی انقلاب ہو گیا۔ جنوری ۱۷۱۹ء میں ڈائٹ کا اجلاس منعقد

چارلس دوازدہم کا انتقال اور سویڈن میں انقلاب سیاسی

ہوا جس میں شاہ متوفی کی بہن الریکا ایلی نورا ملکہ منتخب ہوئی مگر اس پر ایسی سخت شرطیں عائد کی گئیں کہ سویڈن کے بادشاہوں کی مطلق العنانی کا خاتمہ ہو گیا اور بجائے اسکے ایک محدود حکومت شاہی وجود میں آئی۔ ڈیوک ہالسٹین کے تخت نشین ہونے کی بالکل امید جاتی رہی جس نے الریکا کی بہن سے شادی کی تھی اور ۶۲

[۱] روس اور فرانس کے درمیان جو معاہدہ ہوئے ان میں یہ پہلا معاہدہ ہے اور اس کے بعد دونوں ملکوں میں باقاعدہ سفارتی تعلقات قائم ہو گئے۔

گوارٹنر جو اس کا طرفدار تھا قتل کر دیا گیا۔ ۱۷۲۰ء میں السری کا تخت سے دست کش ہو گئی اور اس کا شوہر بجائے اس کے فریڈرک اول کے نام سے حکمران منتخب ہوا
سویڈن کی حالت اب بہت نازک ہو گئی تھی۔ اس کی مخالفت پر ایک زبردست اتحاد ولا ہوا تھا اور خود اس کے ڈائٹ کی ایک جماعت رائے عامہ کی تائید اور پرشیا کی امداد کی امید سے خاندان ہالسٹین کے دعاوی کو تقویت دے رہی تھی اس وقت ضرورت یہ تھی کہ معاملات داخلی و خارجی کے متعلق ایک مستقل طرز عمل اختیار کیا جائے مگر حکمران جماعت چارلس دوازدہم اور گوارٹنر کی خارجی حکمت عملی کو الٹ دینا چاہتی تھی اور ایک ایسا طرز عمل اختیار کرنے والی تھی جس کے نتائج سویڈن کے لئے اندوہناک ہوئے۔ السری کا کے حکمران منتخب ہوتے ہی روس سے جو گفت وشنید ہو رہی تھی اس کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور اتحاد شمالی کے مختلف اراکین سے معاہدے کرنے کی کارروائی ہونے لگی۔

کارٹیریٹ کے توسط سے سویڈن اور ہینوور (نومبر ۱۷۱۹ء) اور پرشیا (فروری ۱۷۲۰ء) سے معاہدوں پر دستخط ہو گئے۔ ہینوور سے جو معاہدہ ہوا اسکی رو سے ایک رقم کے معاوضے میں بیری مین اور ورڈین اس کے قبضے میں رہ گئے اسی طور پر پرشیا نے بیس لاکھ ڈالر سویڈن کو دیکر اسٹیٹن جزائر وولن ویوس ڈم اور پومیرانیا پر پین ندی تک اپنا قبضہ بحال رکھا۔ جنوری اور جولائی ۱۷۲۰ء میں پولینڈ اور ڈین مارک سے معاہدے ہوئے سلیس وگ پر ڈین مارک کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا۔ ان معاہدوں کی تکمیل سے سویڈن کو موقع ملگیا کہ اپنی پوری قوت پیٹر اعظم کے مقابلے میں لگائے مگر روس کو بے بارومددگار کرنے کی کوشش میں سویڈن کی حکومت کو کامیابی نہ ہوئی اور مزید مراعات کا دروازہ بند کرنے میں اسی طور پر ناکامی ہوئی بالٹک میں ایک انگریزی بیڑے کی موجودگی سے کوئی نفع نہ ہوا۔ پیٹر اعظم کی فاتحانہ پیش قدمی کسی صورت سے رک نہ سکی اور بالآخر ۱۷۲۱ء میں اہل سویڈن نے مجبور ہو کر کان پرے دون سفیر فرانس کی وساطت سے روس سے دب کر صلح کر لی۔

روس کے ساتھ صلحنامہ نسٹاڈ ۱۷۲۱ء

اس صلح نامے کی رو سے جس پر بمقام نسٹاڈ ۱۰ ستمبر ۱۷۲۱ء کو دستخط ہوئے سویڈن نے اضلاع وجزائر ذیل روس کے حوالے کر دیئے

یعنی لی وونیا، ایس تھونیا انگریا کاریئےلیا، وی بورگ (ایک حصہ) اور جزائر ادسیل،
٦٦ ڈاگو، موابین، علاوہ ان جزائر کے جو کورلینڈ سے وی بورگ تک واقع تھے۔ روس نے
ان کے معاوضے میں بیس لاکھ ڈالر دیئے اور فن لینڈ واپس کر دیا۔ اس صلح نامے پر گویا یورپ کی تاریخ کا ایک باب ختم ہوتا ہے یعنی سویڈن کی جگہ اب پرشیا اور روس نے لے لی ہے اور خاندان واسا کی بدولت جو امتیاز اسے یورپ میں حاصل ہو گیا تھا وہ زائل ہو جاتا ہے۔ اس زمانے سے گس ٹاؤس ثالث کی تخت نشینی تک سویڈن کبھی روس کا حلیف ہوتا اور کبھی فرانس کا خود ملک میں منافشات کا زور تھا۔ ۲۱ر مئی ۱۷۲۰ء کے قانون سے سویڈن کی بادشاہت کے اقتدار مطلق العنان کا خاتمہ ہو گیا اور بادشاہت کا انحصار انتخاب پر ہو گیا۔ سویڈن میں دو فریق تھے ان میں سے ایک چارلس فریڈرک (ڈیوک ہانس ٹین گوٹورپ) کی طرف تھا جو ہیڈوگا سوفیا کا بیٹا اور ۱۷۲۵ء میں پیٹر اعظم اور کیتھرین کا داماد ہوا تھا اور اسی وجہ سے روس سے گہرا اتحاد پیدا کرنا چاہتا تھا۔ دوسرا فریق الرکا اور اس کے شوہر کا طرف دار تھا اور فرانس سے تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ یہ دونوں فریق جو "بڑی اور چھوٹی ٹوپی والوں" کے نام سے مشہور تھے عرصے تک حصول تفوق کے لئے آپس میں لڑتے رہے اور ان کی نزاعوں کے زمانے کو "عہد آزادی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سویڈن کے انحطاط کے ساتھ ساتھ روس اور پرشیا کو فروغ حاصل ہو رہا تھا اور یہ دونوں دولتیں یورپ کے نظام سیاسی میں اہمیت حاصل کر رہی تھیں۔ نس ٹاڈ کے صلح نامے کا فوری اثر یہ ہوا کہ شمال میں امن و امان ہو گیا جیسے کہ اتحاد اربعہ سے جنوب میں سکون ہو گیا تھا۔ اس لئے امن و امان کے قیام کے لحاظ سے اسٹین ہوپ اور دوبوا کی خارجی حکمت عملی کو کامیابی ہوئی تھی یعنی انگریزوں اور فرانس کا اتحاد قائم تھا، جیکو بائٹ فریق کے حملے کا اندیشہ جاتا رہا تھا، فرانس کی حکومت کو فلپ اور ایلی زابیتھ فارنیسس کی سازشوں سے کوئی خوف نہ تھا۔ البرونی معزول ہو چکا تھا اور گوارٹز قتل ہو چکا تھا ۲۳ فروری ۱۷۲۳ء کو لوئی پانزدہم قانوناً سن بلوغ کو پہنچ گیا جس کی وجہ سے حکومت نیابت ختم ہو گئی گو حکومت میں کوئی تغیر نہ ہوا اور دوبوا اپنے

انتقال یعنی اگست تک برسر حکومت رہا مسائل متنازعہ فیہ کے تصفیے کے لئے جن میں سے اکثر کا تعلق جزیرہ نمائے اطالیہ سے تھا ایک مجلس شوریٰ عنقریب منعقد ہونیوالی تھی ۱۶۱۵ء سے ۱۷۲۵ء تک یورپ کے سیاسیات میں تین قسمت آزما مدبروں کو خاص دخل تھا یعنی البیرونی، گوارٹز، دوبوا۔ ان میں سے البیرونی اور گوارٹز کو صرف اپنے اپنے ممالک کی بہتری کا خیال تھا اور اپنے طرز عمل میں بجائے ذاتی اغراض کے انھیں مفاد قومی کا زیادہ تر خیال تھا۔ ان دونوں

صفحہ ۶۴

البیرونی گوارٹز دوبوا

کو اپنے مقاصد کی تکمیل میں ناکامی ہوئی گوارٹز کو چارلس دوازدہم کے بے وقت انتقال اور سویڈن کے انحطاط کی وجہ سے اور البیرونی کو اس وجہ سے کہ ایلی زابیتھ فارنیس کی خاندانی اغراض کی وجہ سے ہسپانیہ کو غلط راہ اختیار کرنی پڑتی تھی اور اصلاح کا سلسلہ رک جاتا تھا۔ گوارٹز کے انتقال کے بعد سویڈن کا شمار تیسرے درجے کی دولتوں میں ہونے لگا اور پھر اسے کبھی رسوخ نصیب نہ ہوا۔ برخلاف اس کے البیرونی کے زوال سے ہسپانیہ کے احیاء میں صرف ایک عارضی وقفہ ہوا اور اسکے طرز عمل کو اس کے جانشینوں نے جاری رکھا اور اٹھارھویں صدی میں اس کے مقاصد کی بیشتر تکمیل ہوگئی۔ دوبوا کی حالت اپنے ان دونوں معاصرین سے مختلف ہے نہ تو اس میں البیرونی کا تدبر تھا نہ اس کی دھن تھی اور نہ گوارٹز کی طرح اس کی حالت مخدوش تھی۔ اس کی خارجی حکمت سے گو فرانس کو نفع ہوا مگر ذاتی اغراض سے پاک نہ تھی اور ملکی معاملات میں اس کا طرز عمل خود غرضی اور زمانہ سازی پر مبنی تھا۔ اس کی لیاقت میں کوئی شک نہیں اور اس نے ایک نہایت ہی خطرناک زمانے میں فرانس کو خطرات سے بالکل محفوظ رکھا مگر باوجود سیاسی کامیابی کے اس میں البیرونی کی خوبیاں نہ تھیں کیونکہ اولاً وہ بے اصول تھا اور ثانیاً اخلاق اور مذہب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اس کی ہوا و ہوس کی کوئی انتہا نہ تھی۔

اپنے انتقال سے قبل اندرون یا بیرون ملک میں دوبوا کا کوئی رقیب باقی نہ رہا تھا کیونکہ لا بھاگ کھڑا ہوا تھا، البیرونی جلا وطن کر دیا گیا تھا اور گورانٹز کا خاتمہ ہوچکا تھا۔ فرانس کی اندرونی خرابیوں کو دفع کرنے کی طرف ذرا بھی توجہ نہ تھی اور حکومت نیابت سے جو امیدیں تھیں وہ اب تک بر نہ آئی تھیں۔

اتحاد اربعہ کے ٹوٹنے کے آثار نمودار ہو گئے تھے اور جب تک کہ ہسپانیہ کے سیاسیات میں ایلی زابیتھ فارنیس کو دخل تھا اور چارلس ششم کی اولوالعزمیاں باقی تھیں اس وقت تک یورپ میں امن وسکون کی امید نہ ہو سکتی تھی ۔

صفحہ ۶۵

باب سوم

ایلی زابیتھ فارنیس کی سازشیں

سنہ ۱۷۲۳ تا ۱۷۳۳ء

عہد سنہ ۱۷۲۳ تا ۱۷۳۳ء ۔ ڈیوک بوربون کی حکومت ۔ کام برائی کی مجلس شورے ۔ آسٹریا اور ہسپانیہ کے مابین اتحاد کا خیال ۔ آسٹریا سے اتحاد پیدا کرنے کے لئیے ایلی زابیتھ فارنیس کی اغراض ۔ ہسپانیہ سے اتحاد پیدا کرنے میں چارلس ششم کی اغراض ۔ ریپرڈا کو جو ہدایتیں دی گئیں ۔ ریپرڈا کے سیاسی حالات ۔ بوربون ہسپانیہ کی شہزادی کو واپس کر دیتا ہے ۔ اُس کا فرانس سے اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرنا ۔ وائنا کی مجلس شورے ۔ صلح نامۂ وائنا سنہ ۱۷۲۵ء ۔ ہینوور کا اتحاد ۔ پرشیا اور ووس ترہاسین کا صلح نامہ ۔ فرانس کی سیاسی جماعتیں ۔ ریپرڈا کا معزول ہونا ۔ آسٹریا اور ہسپانیہ کے اتحاد کا ٹوٹ جانا سنہ ۱۷۲۷-۱۷۲۸ء میں عالمگیر جنگ کا خطرہ ۔ سیویل کا صلح نامہ ۔ انگلستان اور ہسپانیہ ۔ وائنا کا دوسرا صلح نامہ سنہ ۱۷۳۱ء ۔

دوبوا اور اورلیان کے انتقال اور پولینڈ کی جنگ جانشینی کے آغاز کے درمیان جو دس سال کا زمانہ ہے (سنہ ۱۷۲۳ء تا سنہ ۱۷۳۳ء) اس کی تاریخ نہایت پیچیدہ اور پریشان کن ہے اور اس کی ایک ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ سفرا اپنی ریشہ دوانیوں میں بیحد منہمک تھے ۔ بوربون اور فلیوری کے زمانے میں انگلستان اور فرانس کا اتحاد برقرار رہا مگر فرانس کے دربار میں ایک زبردست جماعت انگلستان سے تعلقات قائم رکھنے کی سخت مخالف تھی اور اُس کے وجود کی وجہ سے پیچیدگیوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا ۔ آسٹریا اور انگلستان کے

عہد سنہ ۱۷۲۳ء تا سنہ ۱۷۴۱ء

درمیان کشیدگی بڑھتی جاتی تھی اور آسٹریا کے تعلقات پرشیا سے بھی اچھے نہ تھے۔ اس لئے چارلس ششم کی قوت میں ضعف آتا جاتا تھا جو کہ اپنے ملک کے حقیقی مفاد سے غافل تھا اور ایسے کاموں پر اپنا وقت ضائع کر رہا تھا جو محض خواب وخیال تھے مثلاً (Pragmatic Sanction) کا تسلیم کیا جانا یا آسٹینڈ میں ایک ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام۔

فرانس میں آیندہ تین سال تک عنان حکومت ڈیوک بوربون کے ہاتھ میں تھی جو ڈوبوا اور اورلیان کے طرز عمل کی متابعت کرتا تھا۔ لوئی ہنری ڈیوک بوربون نے جو "موسیولی دوک" کے نام سے مشہور تھا اور کوندے اعظم کا جانشین تھا اب تک سیاسیات میں کوئی نمایاں حصہ نہ لیا تھا کیونکہ اسے سیر وشکار کا زیادہ شوق تھا۔ مگر اس نے (Legitimes) کے دعووں کی پر زور مخالفت کی تھی اور لا کی تجاویز کی تائید کی تھی مگر دوبوا کا عروج اسے ناگوار ہوا تھا۔ صفحہ ۶۶

ڈیوک بوربون کی حکومت سنہ ۱۷۱۳-۲۶ء

بوربون سست وکاہل آدمی تھا اور اسکی لیاقت کا بھی کبھی اظہار نہیں ہوا۔ زیادہ تر اپنی سازش پسند محبوبہ مارشیا نیش پری اور ایک ساہوکار پاری دوورنی کے زیر اثر تھا جو لا کا دشمن تھا اور اس کے زوال کے بعد بارسوخ ہوگیا تھا۔ اورلیان کے انتقال کے بعد فرے ژو کے عیار بشپ فلیوری نے جو اب تک ڈیوک بوربون کا اتالیق تھا اسے وزیر اعظم مقرر کرا دیا اور سنہ ۱۷۱۶ء تک خود بالکل پس پردہ رہا۔ سنہ مذکور میں وہ ڈیوک کو علحدہ کر کے خود وزیر اعظم بن بیٹھا کیونکہ اسکی حکومت سے لوگوں کو نفرت ہوگئی تھی۔ بوربون کی وزارت کے زمانے میں فرانس کے انتظامات داخلی کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی تھی باوجودیکہ پاری دوورنی نے کوشش کی تھی کہ طبقۂ امرا سے بھی ملک کے دوسرے طبقوں کی طرح محاصل وصول کئے جائیں اور جبری بھرتی کے ذریعے سے ایک قومی فوج مرتب کی جائے۔ تجاویز مذکور کی خوبی میں کوئی شک نہیں مگر پہلی تجویز سنہ ۱۷۲۷ء میں مسترد ہوگئی اور دوسری پر کبھی عمل نہ ہوا۔ زمانۂ قدیم میں ایک محصول (Droit de Joyeaux avenement) تھا جو نئے پادشاہوں کی تخت نشینی کے موقع پر حقوق محصلہ کی توثیق کے لئے

ہر کدومہ سے لیا جاتا تھا۔ یہ محصول از سر نو عائد کیا گیا مگر چونکہ اس کی وجہ سے عام ناراضی ہو گئی اس لیئے پھر کبھی عائد نہیں کیا گیا۔ مذہبی معاملات میں بھی جن کی نگرانی اورلیان کے انتقال کے بعد سے فلیوری کے سپرد تھی، بوربون نے اپنا اثر دکھا دیا۔ ۲۴ مئی ۱۷۲۴ء کو اس نے ایک زبردست فرمان فرقہ پراسٹٹنٹ کے خلاف نافذ کیا جو اب تک فرانس میں موجود تھے اور جنھوں نے اورلیان کے ردِ عمل سے نفع اٹھا کر عبادت کے لیئے یکجا جمع ہونے کی جرأت کی تھی اور ایک دوسرا فرمان اس نے جان سینیوں کے خلاف نافذ کیا جس کا محرک یا کم از کم موئید فلیوری تھا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پراٹسٹنٹ فرقے کے افراد نے پھر فرانس سے ہجرت کی اور ایک ایسے عہد میں جب کہ فلسفیانہ خیالات اور ارتیاب کا زور تھا فرانسیسی قوم کو فرمان صفحہ ۶۷ (Unigenitus) کا زبردستی پابند کرانے پر بالعموم مضحکہ اڑایا گیا۔

بوربون کی خارجی حکمت یہ تھی کہ وہ امن و امان قائم رکھنا چاہتا تھا اور اولاً اس نے اسی طرزِ عمل کو اختیار کیا جس پر دوبوا اپنے آخری زمانے میں عمل پیرا تھا خاندانِ بوربون کے شہزادوں میں صرف اسی نے ۱۷۱۳ء میں فلپ پنجم کی جبری دست برداری[1] کی مخالفت کی تھی اس لیئے ہسپانیہ کے دربار کے لیئے اس کا برسر اقتدار ہونا خاص اہمیت رکھتا تھا۔ فلپ پنجم اور البیرونی نے فرانس کی عارضی ناراضی سے اپنی جلد بازی اور بے صبری کا ۱۷۱۷ء اور ۱۷۱۸ء میں خمیازہ اٹھایا تھا برخلاف اس کے دوبوا اپنے انتقال کے وقت فخر کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ میں نے نہ صرف یورپ میں ایسے وقت میں امن و امان قائم رکھا جب کہ جنگ ناگزیر نظر آتی تھی بلکہ میں نے وہ طرزِ عمل اختیار کیا جس کی وجہ سے اطالیہ میں رفتہ رفتہ ہسپانیہ کے اثر کے قائم ہونے کی امید ہو گئی اور فرانس اور ہسپانیہ کے درباروں میں باہمی اتحاد قائم ہو گیا بغیر اس کے کہ انگلستان اور فرانس کے اتحاد میں کوئی فرق آئے۔ دوبوا کے انتقال کے بعد کومت دی مورویل جو کام برائی کی مجلس شورے میں سفیر مقرر ہوا تھا وزیر خارجہ مقرر ہوا اور ۱۷۲۷ء تک

[1] Philippe V et la cour de France
Par A. Baudrillard vol II, 540—1

اس خدمت پر فائز رہا۔ ڈیوک بوربون کے برسر اقتدار ہونے کے بعد فرانس کے جو تعلقات دوسرے ملکوں سے تھے ان میں کوئی تغیر نہ ہوا اور اگر بلا لحاظ ان خوشگوار تعلقات کے جو فرانس اور انگلستان کے مابین تھے ہسپانیہ سے حسب سابق گہرے مدافعانہ اور معارضانہ تعلقات پیدا کرنے کا خیال اس کے دل میں آیا بھی ہو تو وہ ۱۴ جون ۱۷۲۴ء کو فلپ پنجم کے یکایک بادشاہت سے مستعفی ہو جانے کی وجہ سے زائل ہو گیا۔ اس کے بعد ہسپانیہ کی ملکہ کی بے صبری کی وجہ سے فرانس اور ہسپانیہ میں مصالحت کی جو کچھ امید تھی وہ بھی جاتی رہی اور یورپ میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے انگلستان اور فرانس باہم دیگر اور بھی متحد ہو گئے۔ ایلی زابیتھ فارنیس کو فرانس اور ہسپانیہ کی سہل انگاری شاق ہو رہی تھی اور اسکے ساتھ ہی بوربون کو ڈیوک شارترے (اورلیان کا بیٹا) سے سخت بغض ہو گیا تھا جو لوئی کے انتقال کے بعد فرانس کے تخت کا وارث تھا۔ اسی خدشے کی وجہ سے ہسپانیہ صفحہ ۶۰
کی شہزادی ۱۷۲۵ء میں فرانس سے واپس کردی گئی۔

کام برائی کی مجلس شورے

کسی کا قول ہے کہ ۱۷۲۳ء سے ۱۷۳۳ء تک ایلی زابیتھ فارنیس وہ محور تھی جس پر یورپ کی سفارتی کارروائیاں گردش کرتی تھیں" اس کی سب کوششیں اپنے بچوں کے نفع کے لیے تھیں اور فلپ پنجم باوجود صلح ناموں اور دست بردار ہونے کے اب تک اس فکر میں تھا کہ لوئی پانزدہم کے انتقال کے بعد فرانس کے تخت و تاج کو حاصل کرے۔ شاہ ہسپانیہ جب اتحاد اربعہ میں شریک ہوا تو اسے پورے طور سے یقین دلایا گیا تھا کہ خاندان ہائے فارن نیس و میڈیچی کے معدوم ہو جانے کے بعد ڈان کارلوس کو پارما اور فلارنیس کی ریاستیں مل جائنگی اس وقت یہ بھی طے ہوا تھا کہ اطالیہ کی ریاستوں کے متعلق بعض امور کا تصفیہ سلطنت ہائے یورپ کی ایک کانگریس (مجلس شورے) میں طے ہو اور وہی کانگریس ہسپانیہ اور آسٹریا کی باہمی نزاعوں کا بھی تصفیہ کردے۔ دو سال تو ابتدائی امور کے طے کرنے میں صرف ہوئے اس کے بعد یہ کانگریس بمقام کام برائی ۲۶ جنوری ۱۷۲۴ء کو منعقد ہوئی کاآئل کا قول ہے کہ دنیا میں نہ تو کبھی ایسی بے مصرف کانگریس منعقد ہوئی ہے نہ منعقد ہو گی۔ اس کانگریس میں ہسپانیہ اور آسٹریا کے دعاوی کی

سماعت ہوئی اور چارلس ششم نے جو امور متنازعہ فیہ کے قابل اطمینان تصفیے میں ہر طرح کی رکاوٹ ڈال رہا تھا یہ مطالبہ پیش کیا کہ جتنی سلطنتیں کانگریس میں شریک تھیں سب (Pragmatic Sanction.) کو تسلیم کرلیں "کام برائے" میں غریب ارکان کانگریس چار سال تک چھلنیوں سے پانی پھٹکتے رہے۔ لیکن جب کانگریس ان فضول بحثوں میں مشغول تھی ایک واقعہ ایسا ہوا جس کی طرف یورپ کی آنکھیں فوراً پھر گئیں اور جس سے ہر سلطنت کے مدبر ششدر رہ گئے۔

فلپ پنجم کا تخت سے دست کش ہونا۔

واقعہ یہ تھا کہ ۱۴ جنوری ۱۷۲۴ء کو فلپ پنجم یکایک تخت و تاج سے دست کش ہوگیا اور اپنے بیٹے ڈان لوئس کو تخت نشین کردیا۔ اس غیر مترقبہ دست کشی کی وجوہ مذہبی بیان کی جاتی تھیں مگر اس کا یہ ایثار چند روزہ ثابت ہوا کیونکہ ڈان لوئس صرف آٹھ مہینے حکومت کرنے کے بعد مر گیا اور اگست میں فلپ پھر تخت نشین ہوگیا اور خارجی معاملات کا انصرام گری مالڈو کے تفویض کردیا جو البیرونی کے معزول ہونے کے بعد سے وزیر خارجہ تھا۔ صفحہ ۶۹ ہسپانیہ کی ملکہ نے جب دیکھا کہ کانگریس اپنا کام بہت سستی کے ساتھ کر رہی ہے اور اسے یقین ہوگیا کہ انگلستان اور فرانس اطالیہ کی ریاستوں کے متعلق اسکے منصوبوں کی تائید نہ کرینگے تو اس نے رپرڈا کے مشورے پر عمل کرنے کا تہیہ کرلیا جس سے اسے بھی اتفاق تھا یعنی یہ کہ چارلس ششم سے راست نامہ و پیام کیا جائے۔

آسٹریا اور ہسپانیہ کو متحد کرنے کا خیال۔

آسٹریا سے اتحاد پیدا کرنے کا خیال کوئی نیا نہ تھا۔ البیرونی نے بھی ایک زمانے میں یہ تجویز پیش کی تھی اور خود ایلی زابیتھ فارنیس نے بھی ۱۷۲۱ء میں اس مسئلے پر توجہ کے ساتھ غور کیا تھا۔ ڈان لوئس کے مختصر عہد حکومت میں رپرڈا نے پرانی ہسپانی جماعت کے اتفاق رائے سے جو فرانسیسی اتحاد سے متنفر تھی آسٹریا سے اتحاد پیدا کرنے پر زور دیا تھا۔ ستمبر ۱۷۲۴ء میں مختلف وجوہ کی بنا پر ایلی زابیتھ پوری طور پر آمادہ ہوگئی اور فرانسیس فارنیس ڈیوک پارما بھی پورے طور سے اس تجویز کا حامی ہوگیا۔ ہسپانیہ کے دربار کی اصلی اغراض یہ تھیں کہ پارما اور فلارینس کی ریاستوں کی جانشینی کے متعلق اس کے حقوق کو تسلیم کر لیا جائے اور جبرالٹر اور منورکا پر اس کا قبضہ پھر

ہوجائے۔ ۱۷۲۴ء میں ملکہ کو یہ مجبوراً تسلیم کرنا پڑا تھا کہ ۱۷۲۱ء کے فرانسیسی اتحاد سے ہسپانیہ کو کوئی نفع نہیں ہوا اور یہ کہ نہ تو اورلیان نہ بوربون نے یہ کوشش کی تھی کہ انگریز جبرالٹر سے جلد ہٹ جائیں۔ جب تک کہ جبرالٹر پر انگریزوں کا قبضہ تھا ہسپانیہ کی ملکہ تیار تھی کہ یورپ میں انگریزوں کی کارروائیوں میں مخل ہو اور جنوبی امریکہ اور جزائر غرب الہند میں انکی تجارت میں مخل ہو۔ ہسپانیہ کے امرا بھی اس کی تائید پر آمادہ تھے اور چاہتے تھے کہ ڈان فرڈی نینڈ جدید شہزادہ آسٹوریاس کی شادی آسٹریا کی کسی شہزادی سے ہوجائے۔

آسٹریا سے اتحاد پیدا کرنے میں ایلی زابیتھ کے اغراض

فرانسیسیوں سے بھی ہسپانیہ کے دربار کو نفرت تھی اور پرانی ہسپانی جماعت نے عوام کو فرانس اور اس کے سفیر تیسے کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کردیا۔ میڈرڈ میں اب یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ جارج اول جبرالٹر کو واپس کرنے کے وعدے کو ایفا نہ کریگا اور اس امر کا یقین ایلی زابیتھ اور فلپ کو عین اس وقت ہوا جب کہ ہسپانیہ کی تجارتی جماعتیں انگریزوں کی تجارتی رقابت کے اثر کو محسوس کرنے لگی تھیں۔ اس کے علاوہ نائب السلطنت کے انتقال کے بعد سے یہ امید بھی زائل ہوچکی تھی کہ فرانس سے مصالحت ہوجانے سے جبرالٹر واپس ملجائیگا یا فرانسیسی امداد سے اطالیہ میں ڈان کارلوس کے قدم جم جائینگے۔ گری مالڈو اور دوسرے ہسپانی وزیروں کی جگہ اب جان باپ تست اور ریمن وین نے لے لی تھی جو وزارت خارجی مین اہلکار تھا مگر اب ایلی زابیتھ کا معتمد علیہ بنکر وزیر مالیہ مقرر ہوگیا تھا اور خارجی معاملات میں اس سے مشورہ ہوتا تھا۔ ایلی زابیتھ کو اب ہسپانی وزرا کی مخالفت کا اندیشہ نہ تھا اور اسے یقین کامل ہوگیا تھا کہ میرے مقاصد کی تکمیل آسٹریا سے اتحاد پیدا کرنے ہی سے ہوسکتی ہے۔ اسی اثناء میں چارلس ششم نے ہسپانیہ سے

ہسپانیہ سے اتحاد کرنے میں چارلس ششم کی اغراض

نامہ وپیام کرنے کا تہیہ کرلیا تھا۔ اس کی غرض اب بھی حسب سابق یہی تھی کہ دول عظمیٰ (Pragmatic Sanction.) کو تسلیم کرلیں۔ مگر نہ تو انگلستان اور ہالینڈ اور نہ فرانس نے اس پر آمادگی ظاہر کی۔ اسے امید تھی کہ اگر وہ ایلی زابیتھ کے مقاصد کو پورا کردے تو

ہسپانیہ اسکی تائید پر آمادہ ہوجائیگا۔ کام برائی کی کانگریس سے اسے مایوسی ہو چکی
تھی کیونکہ دول موجودہ نے نہ تو (Progniatie Lanction)
کو تسلیم کیا اور نہ اس کی دوسری خواہشوں کو پورا کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس کا قصد
مصمم تھا کہ آسٹینڈ میں ایک ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کرے مگر انگلستان اور ہالینڈ دونوں نے
اس تجویز کی مخالفت کی۔ اس کی خواہش یہ تھی کہ ہندوستان کی تجارت میں اسے بھی
حصہ ملے اور اس نے یوجین کے اس دعوی کو تسلیم کر لیا تھا کہ اس کمپنی کے قیام سے
جرمنی کا ایک بیڑہ رفتہ رفتہ وجود میں آجائیگا۔ ۱۷۲۲ء میں اس نے مجوزہ کمپنی کو قائم
کر ہی دیا اور ۱۷۲۳ء میں اسے منشور خسروی عنایت کیا اور اس کا سرمایہ دس لاکھ
قرار دیا۔ ۱۷۲۱ء اور ۱۷۲۲ء میں تجربے کے طور پر کئی بحری سفر کئے گئے اور انکی کامیابی سے
فرانسیسی انگریزی اور ڈچ کمپنیوں کو شکایت پیدا ہو گئی۔ بحری سلطنتیں اس کمپنی کی
سخت مخالف تھیں اور ہندوستان میں جرمنی کی تجارتی کوٹھیوں کے قیام سے فرانسیسی
بھی ناراض ہو گئے اور پانڈیچری اور چندر نگر میں پرخاش جوئی شروع کر دی مگر چارلس نے
جہاز بھیجنے شروع کر دیے اور ہندوستان میں دو کوٹھیاں قائم کر دیں جن میں سے ایک ۱۷
جنوبی مشرقی ساحل پر بمقام گولانگ تھی اور دوسری ہگلی ندی پر بمقام بانکی پور تھی ان جدید
تجارتی مرکزوں اور قدیم یورپی کمپنیوں میں رقابت پیدا ہو گئی۔ چارلس اپنی اس تجویز کے
بار آور ہونے پر پورے طور سے تلا ہوا تھا اس لئے وہ ہسپانیہ کی طرف جھکا جس سے
اب انگلستان اور فرانس سے کھلم کھلا عداوت تھی۔ چارلس کو امید تھی کہ اگر ہسپانیہ سے
اتحاد راسخ ہو جائے تو آسٹینڈ کی حیثیت شمالی جرمنی کی تجارت کے لئے وہی ہو جائیگی
جو ٹری الیسٹ کی اس کی بحیرۂ روم کی تجارت کے لئے تھی اور اسے امید تھی کہ آسٹینڈ بہت جلد
اول درجے کا بحری مرکز بن جائیگا۔ اسے یہ بھی امید تھی کہ اگر جرمنی کے پاس
ایک زبردست بیڑہ ہو جائے تو وہ بحری سلطنتوں کا محتاج نہ رہیگا اور جرمنی کی شہنشاہیت
کا شمالی یورپ میں تجارتی اثر بڑھ جائیگا۔ اسی وجہ سے ہسپانیہ کی جانب سے اس
کمپنی کو تسلیم کر لینا انگلستان اور ہالینڈ کے لئے نہایت ہی اہم ہو گیا۔ چارلس کے دماغ
میں عظیم الشان شہنشاہی منصوبے بھی تھے وہ اس فکر میں تھا کہ اطالیہ کے متعلق اپنے
حقوق کو تسلیم کرا کے اطالیہ کو شہنشاہیت کا ایک جزو بنا دے اور اس کے ذرائع سے

کام لیکر جرمنی میں اپنی قوت کو مستحکم کرے۔ ان منصوبوں کے بارآور ہونے کے لئے ہسپانیہ کی امداد ضروری تھی کیونکہ اس کی تائید کی وجہ سے وہ انگلستان اور ہالینڈ کا دست نگر نہ رہتا اور اس اتحاد کی وجہ سے مذہب کاتھولیکی کا یورپ میں زور بڑھ جاتا جس کے ذریعے سے انگلستان میں خاندانِ اسٹوارٹ کے قدم پھر جم جاتے اور پولینڈ اور سیکسنی میں شہنشاہی حکمت عملی کو کامیابی ہوتی ؛

وائنا میں ہسپانیہ سے اتحاد پیدا کرنے کی مخالفت ضرور ہوئی کیونکہ میریا تھیریسا اور شہنشاہ بیگم جو چاہتی تھی کہ اس کی بیٹی کی شادی لارین کے ڈیوک سے ہو دونوں ہسپانی اتحاد کی مخالف تھیں اور ان کے ہم خیالوں میں یوجین (سپہ سالار اعظم وصدر مجلس جنگ) اور اسٹاریم برگ (ناظم مالیات) تھے اور چارلس ششم کا مشیر اور معاون اس کا وزیر اعظم زِن زین ڈارف تھا جو وزیر خارجیہ بھی تھا۔ واقعات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ ایسے حالات اتفاقی طور پر پیدا ہوتے جاتے تھے جن سے وائنا اور میدرڈ کے دربار ایک دوسرے کی طرف کھینچ رہے تھے مگر اسی اثناء میں دو واقعات ایسے ہوئے جنکی وجہ سے فوری کارروائی لازمی ہوگئی اور دونوں درباروں میں باضابطہ اتحاد کے عمل میں آنے میں عجلت کی گئی ؛

نومبر ۱۷۲۴ء میں ریپرڈا وائنا میں تفصیلی ہدایتوں کے ساتھ پہونچا اور سال مابعد کے ماہ مارچ میں ہسپانیہ کی شہزادی میریا اینا وکٹوریا فرانس سے ہسپانیہ کو واپس بھیجدی گئی۔ ریپرڈا عرصے سے آسٹریا اور ہسپانیہ کے درمیان ایک گہرے اتحاد کے قائم ہونے کا ساعی تھا۔ ریپرڈا کو یہ ہدایتیں ۲۴ نومبر ۱۷۲۴ء کو دی گئیں اور اسے حکم دیا گیا تھا کہ تمام گفت وشنید مخفی طور پر کرے اور اگر چارلس ششم ہسپانی اتحاد کے موافق نظر آئے تو یہ تجویز پیش کرے کہ ڈان کارلوس میریا تھیریسا سے شادی کرکے "شاہ اہل روما" ہوجائے اور چارلس ششم کے انتقال کے بعد خاندان ہیپس برگ کے موروثی مقبوضات پر قابض ہوجائے اور ڈان فلپ کی شادی شہزادی میریا انا سے اور چارلس ششم کے انتقال کے بعد اسے خاندان ہیپس برگ کے جو مقبوضات اطالیہ میں تھے ورثے میں مل جائیں ۷۲

ریپرڈا کی ہدایتیں

اوران کے علاوہ میلانیز ہر دو صوبجات سسلی ،ٹس کنی اور پارما اور پیاسینزا کی ریاستیں بھی اسے مل جائیں۔ نیدرلینڈ، جبرالٹر اور منورکا کے متعلق بھی ہدایتیں تھیں جن میں ترمیم کرنے کی ریپرڈا کو اجازت دیگئی تھی بشرطیکہ شادیوں کی تجاویز منظور کرلی جائیں ۔

آسٹریا اور ہسپانیہ کے مجوزہ اتحاد کا ایک مذہبی پہلو بھی تھا اور تجویز یہ تھی کہ ترکوں، جرمنی کے پراٹسٹنٹ حکمرانوں اور انگریزوں کے خلاف میں معارضانہ اور مدافعانہ اتحاد قائم کیا جائے۔ اس اتحاد کا ایک تجارتی پہلو بھی تھا یعنی انگلستان کے بحری اور تجارتی اغراض کی مخالفت کی جائے، جبرالٹر اور منورکا پر قبضہ کرلیا جائے اور آسٹینڈ کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی اعانت کی جائے۔ واضح رہے کہ یہ ہدایتیں عین اُس وقت مرتب ہوئی تھیں جب کہ کام برائی کی کانگریس کی کارروائی جاری تھی اور پیرس میں مون تی لیون موزول کے ساتھ آسٹریا کے خلاف نامہ وپیام کررہا تھا۔

ریپرڈا کے حالات زندگی

جان ولیم بیرن ڈی ریپرڈا بہ لحاظ پیدائش ڈچ تھا مگر اس کے آبا واجداد ہسپانی تھے۔ وہ اپنے صوبے (گرونن گین) کی طرف سے اسٹیٹس جنرل کا رکن تھا اور ہسپانیہ کی جنگ جانشینی کے زمانے میں پرنس یوجین اور زن زینڈارف سے روشناس ہوا تھا۔ تجارتی معاملات سے بخوبی واقف ہونیکی ۷۴
وجہ سے ہالینڈ میں اس کی بہت قدر تھی اور اسی لئے ۱۷۱۵ء میں وہ میڈرڈ کو بطور سفیر روانہ کیا گیا، یورپ کی متعدد زبانوں سے واقف ہونے کی وجہ سے اس خدمت کے لئے وہ بہت موزوں تھا۔ ہسپانیہ میں اس نے سرگرمی کے ساتھ البیرونی کی تجاویز اصلاحی کی تائید کی اور اپنی تجارتی معلومات سے اسے بہت کچھ امداد پہونچائی۔ البیرونی کی خارجی حکمت عملی کی علانیہ تائید کرنے اور اپنے طرز عمل میں احتیاط کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے وہ ہالینڈ واپس بلالیا گیا مگر البیرونی کے زوال کے قبل وہ ہسپانیہ واپس آگیا اور مذہب کاتھولیکی قبول کرکے اپنی خدمات فلپ پنجم کو پیش کی جس نے اس کا وظیفہ مقرر کردیا اور اکثر معاملات میں اس سے مشورہ کرتا تھا۔ ڈان لوئس کے چند روزہ عہد حکومت میں اسے رسوخ حاصل ہوگیا تھا

اور ایک عرصے تک ہسپانیہ کی تاریخ میں اس کا نمایاں حصہ ہے۔ ریپرڈا باتونی تھا اور موہوم امیدوں سے اکثر متاثر ہوجاتا تھا مگر قطع نظر اس کے اس کے چند محاسن بھی تھے جن کی البیرونی اور یوجین دونوں قدر کرتے تھے تنظیم کا اسے خاص ملکہ تھا اور ہسپانیہ کی تجارتی ضروریات کا اسے بخوبی احساس تھا۔ البیرونی کی طرح اُس نے بھی تجارت کے احیاء کی طرف توجہ کی اور مصنوعات کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ ایلی زابیتھ فارنیس کو اسی نے آسٹریا سے اتحاد پیدا کرنے کی طرف مائل کیا اور باہمی شادیوں کا خیال اُسے سمجھایا) [1]

بوربون کا ہسپانیہ کی شہزادی کو واپس کردینا

اس معاملے میں ہسپانیہ سے سلسلہ جنبانی اولاً آسٹریا ہی کی طرف سے پوپ کی وساطت سے ہوئی مگر ایلی زابیتھ نے اپنی عادتی جلد بازی کی وجہ سے ریپرڈا کی تجویزوں کو پہلے ہی سے قبول کرلیا تھا اور جب وہ وائنا پہنچا تو حسن اتفاق سے فرانسیسی حکومت کے طرز عمل میں ایک ایسا تغیر ہوا جسکی وجہ سے ہسپانیہ کو اپنا طرز عمل بدل دینا بالکل حق بجانب ہوگیا۔ یہ دوسرا واقعہ جو وائینا کے صلح نامے کی ترتیب کا باعث ہوا یہ تھا کہ بوربون نے ہسپانیہ کی شہزادی میریا آنا وکٹوریا کو واپس بھیجدیا۔ بوربون اور میڈیم دی پرائی کا مقصد یہ تھا کہ لوئی پانزدہم کی شادی کا فوراً انتظام کردیا جائے ورنہ اگر وہ لاولد مرگیا تو خاندان اورلیان تخت وتاج کا وارث ہوجائیگا اور حکومت میں بوربون کا اثر زائل ہوجائیگا۔ بوربون کے اس خیال کے ولار فلیوری اور موروپل موید تھے اور قوم کی عام رائے بھی یہی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے یہ بھی قرین مصلحت خیال کیا
۷۴ کہ لوئی کے لیئے ایک فرماں بردار دولھن تلاش کی جائے جو بوربون کا احسان مانے اور اسے خدمت وزارت سے ہٹانے کی کوشش نہ کرے۔ اگر اس معاملے میں بوربون کی ذاتی اغراض حائل نہ ہوتیں تو ممکن تھا کہ کیتھرین اول ملکہ روس کی خواہش پوری ہوتی جو چاہتی تھی کہ اس کی بیٹی ایلی زابیتھ کی شادی فرانس کے بادشاہ سے ہو اور دونوں ملکوں میں گہرا اتحاد پیدا ہوجائے؛

پیٹر اعظم نے جب فروری ۱۷۲۵ء میں انتقال کیا تو روس بالکل بے یار و و مددگار تھا اس لیئے اتحاد ثلثہ سے ہسپانیہ اور آسٹریا کی روز افزوں

(1) Revue d' Histoire Diplomatique: Nos.2,3,4,

روس فرانس کو ہموار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

مخالفت کی وجہ سے فرانس سے نامہ و پیام کے کرنے کا روس کو اچھا موقعہ ملگیا۔ کیتھرین پیٹر اعظم کے طرز عمل کی پیروی تھی اور بوربون کے شبہات کو رفع کرنے کے لئے اس نے حسب ذیل دلیلیں پیش کیں یعنی روس کی فوجیں فرانس کی مہموں میں یورپ کے ہر گوشے میں شریک ہو سکتی ہیں اور یہ کہ جب پولینڈ کا تخت پھر خالی ہو تو اس پر کسی فرانسیسی شاہزادے کو متمکن کیا جا سکتا ہے اور اس ملک پر دونوں ممالک کی نگرانی رہے۔ مگر بوربون اور میڈیم دی پرائی کو اندیشہ تھا کہ نوجوان شہزادی (ایلی زابیتھ) ان کے قابو سے نکل کر انھیں بے دست و پا کردی گی اس لئے انھوں نے روسی شہزادی کی لوٹی سے شادی کرنے سے انکار کردیا۔ موڈنیا اور لارین کی شہزادیوں کو بھی اس لئے پسند نہ کیا گیا کہ اور لیان کے خاندان سے ان کے تعلقات تھے۔ بالآخر ان دونوں نے پولینڈ کے سابق بادشاہ اسٹانس لاس کی بیٹی میری لجنسکی کو پسند کیا۔ اسٹانس لاس اس وقت وسین برگ میں مقیم تھا اور فرانس کے کسی فریق سے اسے کوئی تعلق نہ تھا۔ ۴ ستمبر ۱۷۲۵ء کو شادی ہوگئی بوربون کو امید تھی کہ جب شہزادی کو اس کے خاندان (بوربون۔ کوندے) کی وجہ عروج حاصل ہو ہمیشہ اس کی مدد معاون رہیگی۔ بوربون کی اس کارروائی کے اہم نتائج ہوئے یعنی فرانس پولینڈ میں اسٹانس لاس کی تائید کے لئے مجبور ہوگیا جسکی وجہ سے روس سے قطع تعلق ہوگیا اور روس اور آسٹریا کے درمیان اس گہرے اتحاد کی بنا پڑ گئی جس کا یورپ کی تاریخ پر خاص اثر ہے؛

بوربون کی اس کارروائی سے ایلی زابیتھ فارنیس کے منصوبوں کو تقویت ہوگئی
۷۵ اور ریپرڈا کو بھی اپنی مہم میں غیر متوقعہ کامیابی حاصل ہوگئی۔ ۹ر فروری ۱۷۲۵ء کو ریپرڈا کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے اس خفیہ مجلس شورے کا جلسہ ہوا جو سلطنت آسٹریا کے تمام اہم معاملات کا تصفیہ کرتی تھی اور جس کے تین ارکان تھے یعنی پرنس یوجین اسٹاریم برگ اور زن زین ڈارف۔ پہلے دونوں ارکان پیرانہ سال محتاط اور قدامت پسند تھے، اپنے ملک کی فوج اور مالیات کے حالات سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے وہ دول بحری سے خوشگوار تعلقات کے قائم رکھنے کے حامی تھے اور انگلستانی اتحاد کو آسٹریا کی خارجی حکمت عملی کی بنا خیال کرتے تھے

ویانا کی مجلس شورے

کاونٹ لوئی زن زین ڈارف کا مزاج ان دونوں کے بالکل خلاف تھا کیونکہ وہ اٹھارہویں
صدی کی تشکیک اور فنون لطیفہ کی پرستش میں بالکل ڈوبا ہوا تھا اور سوائے اپنے آقا
یعنے شہنشاہ کو خوش کرنے کے اس کا کوئی اور مقصد نہ تھا۔ مگر اس موقعے پر تینوں وزیروں
کو چارلس ششم کے ساتھ اتفاق تھا کہ آسٹریا کی حالت بہت نازک ہوگئی ہے اس لئے
ہسپانی تجاویز پر غور کرنا ضروری ہے۔ انھیں معلوم تھا کہ وول بجری ایلی زابیتھ کے اطالی
تجاویز کے موافق ہیں اور انھیں شبہ تھا کہ پیرس میں مون تی لون کی مخفی گفت وشنید
کے بعد بوربون خاندان کی دونوں شاخیں ملک اطالیہ پر حملہ کردیں گی۔ انھیں یہ بھی اندیشہ
تھا کہ انگریز اور ڈچ ندرلینڈ پر یورش کردینگے اور انھیں وول بجری کا یہ تقاضا بھی
ناگوار تھا کہ آس ٹینڈ کی ایسٹ انڈیا کمپنی شکست کردی جائے مگر لندن اور آسٹرڈم
کے تاجروں کی گستاخانہ چیخ پکار سے وہ اس کمپنی کو شکست کرنے پر تیار نہ تھے مگر اس کے
ساتھ ہی انھیں شہنشاہ سے اس امر میں اتفاق تھا کہ مجوزہ شادیاں نامناسب ہیں
اور ان کے نتائج خوشگوار نہ ہونگے۔ اس لئے ۱۱ فروری کو انھوں نے چارلس ششم کو یہ
مشورہ دیا کہ اتحاد اربعہ کی بنا پر ہسپانیہ سے معاہدہ کیا جائے لیکن شادی کی تجاویز سے
اس بنا پر انکار کردیا کہ آسٹریا کی شہزادیاں ابھی کمسن ہیں اور ڈان کارلوس کی
منگنی فرانس کی کسی شہزادی سے ہوچکی ہے۔ رپرڈا اور زن زین ڈارف کے درمیان
مزید گفت وشنید ہونے کے بعد عہد نامے کا مسودہ ۹ مارچ کو میڈرڈ روانہ
کیا گیا۔ مگر یکم مارچ ہی کو پیرس سے ہرکارے میڈرڈ، ٹیورن، روما اور لندن کو یہ پیغام
۷۶ لیکر روانہ ہوچکے تھے کہ ڈیوک بوربون نے یہ تصفیہ کرلیا ہے کہ ہسپانیہ کی شہزادی
ہسپانیہ کو واپس بھیجدی جائے۔

وائینا کا صلح نامہ ۱۷۲۵ئہ

فرانس اور ہسپانیہ کے شاہی خاندانوں کو شادیوں کے ذریعے سے متحد کرنیکی تجویز جب کالعدم ہوگئی اور اس کی اطلاع میڈرڈ میں مارچ کے پہلے ہفتے میں پہونچی تو یورپ کی سیاسی حالت یکایک بالکل نازک ہوگئی۔ ہسپانیہ کو برخاش جوئی کا ایک خاصہ موقعہ ملگیا، اس نے پیرس سے اپنے سفیر کو واپس بلایا اور کام برائی کی کانگریس سے بھی ہسپانی مندوبین واپس بلالیئے گئے۔ وائینا کا صلح نامہ کئی معاہدوں کا مجموعہ تھا جن میں سے بعض

کی ترتیب علانیہ ہوئی تھی، ان پر ۳۰ اپریل ۱۷۲۵ء اور یکم مئی کو دستخط ہوئے اور ایک خفیہ معاہدہ تھا جس پر نومبر میں دستخط ہوئے۔ علانیہ معاہدوں کے رو سے چارلس اپنے ان دعاوی سے دست کش ہو گیا جو فلپ کے مقبوضات پر تھے ڈان کارلوس کو اطالیہ کی ریاستوں کا وارث تسلیم کر لیا اور جبرالٹر کو واپس لینے میں ہر طرح سے امداد دینے کا وعدہ کیا فلپ نے آسٹینڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حقوق کو تسلیم کر لیا اور دونوں بادشاہوں میں ایک معارضانہ و مدافعانہ اتحاد ہو گیا؛

یورپ کے سفارتی حلقوں میں ہسپانیہ کی جنگ جانشینی کے ان دونوں رقیبوں میں ایک خلاف فطرت اتحاد کے پیدا ہو جانے سے ایک کھلبلی مچ گئی اور اسکے

ہینوور کا اتحاد ۱۷۲۵ء

بعد ہی ہسپانیہ نے جبرالٹر کی واپسی کا مطالبہ کیا جنگجو ہسپانیوں میں اب شوق مبارزطلبی پیدا ہو گیا تھا اور جنگ کی تیاریاں فوراً شروع ہو گئیں۔ فرانس انگلستان اور پرشیا اس جدید اتحاد سے اندیشہ ناک ہو گئے، چارلس ششم کی شہنشاہت کے احیاء کے اندیشے سے تمام جرمنی میں ایک کھلبلی مچ گئی جس سے نفع اٹھا کر ان تینوں سلطنتوں نے ہے رین ہسین میں ایک اتحاد کی بنیاد ڈالی جو "اتحاد ہینوور" کے نام سے مشہور ہے اور جس میں کچھ روز کے بعد سویڈن ڈین مارک اور ہالینڈ بھی بادل ناخواستہ شریک ہو گئے۔ ہینوور کا صلح نامہ دراصل آسٹینڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کے قیام کی مخالفت کے لئے تھا اور زیادہ تر مدافعانہ تھا مگر ہینوور کے اتحاد کے وجود میں آنے سے ہسپانیہ اور آسٹریا کے باہمی تعلقات اور بھی گہرے ہو گئے؛

مئی میں ایلی زابیتھ فارنیس نے ڈان فرڈی ننڈ (شہزادہ آسٹوریاس) کی نسبت پرتگال کی ایک شہزادی سے کر دی تھی اور ہسپانیہ کی شہزادی کی پرتگال کے ولی عہد سے اور اب وہ پھر اس فکر میں تھی کہ آسٹریا کی دونوں شہزادیوں کی شادی اسکے بیٹوں ڈان کارلوس اور ڈان فلپ سے ہو جائے۔ وائینا میں زن زین ڈارف کی تائید پر مارکوئس دی ریالپ تھا۔ یہ ہسپانی امیر جس کا شہنشاہ پر بہت اثر تھا کثیر التعداد ہسپانی پناہ گیروں کی جماعت کا سرغنہ تھا جن پر شہنشاہ کی نظر التفات تھی مگر اہل آسٹریا کو ان لوگوں سے سخت نفرت تھی۔ پرنس یوجین اور اسٹاریم برگ جرمنی جماعت کے سرغنے تھے۔ جو

ریالسپ اور ہسپانی پناہ گیروں کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتی تھی اور انگلستان سے اتحاد کے قائم رہنے کی موید تھی۔ شادیوں کی تجویز کی بھی یہ جماعت مخالف تھی مگر یوجین اور اسٹاریم برگ دونوں نے ۳۰ر اپریل کے صلح ناموں پر دستخط کردیئے تھے اور چونکہ انگلستان کا طرز عمل آسٹنڈ ایسٹ انڈیا کے متعلق اندیشہ ناک ہوگیا تھا اسلئے اب ریپرڈا اور زن زین ڈارف کی تجاویز کی وہ سختی کے ساتھ مخالفت نہ کرسکتے تھے۔

ہسپانی اتحاد کے حامیوں کو ہینوور کے صلح نامے کے مرتب ہونے سے اور بھی تقویت ہوگئی اور نومبر میں وائینا کے صلح نامے کے خفیہ دفعات پر ریپرڈا، یوجین

وائنا کے صلح نامے دنومبر ۱۷۲۵ء کے خفیہ دفعات

اسٹاریم برگ اور زن زین ڈارف نے دستخط کردیئے۔ دفعات مذکور کا منشا یہ تھا کہ ڈان فلپ اور ڈان کارلوس کی شادیاں آسٹریا کی شہزادیوں سے ہوں اور دونوں دولتیں متحد ہوکر خاندان ہیپس برگ کے دعاوی متعلق شہنشاہت کی تائید کریں اور پولینڈ اور جولخ اور برگ کی جانشینی کے متعلق متفقہ کارروائی کریں۔ اگر فرانس کو شکست ہو تو اس کے حصے بخرے کردئے جائیں جن میں سے ہسپانیہ سیر اگ نی، روسی لون اور نیشیبی نوار لیلے اور آسٹریا الساس اور بلجیم کے صوبے لیلے۔ یہ بھی طے ہوا تھا کہ جبرالٹر اور منورکا فوراً ہسپانیہ کو واپس کیئے جائیں اور آسٹنڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی کی جائے۔ وائینا کے صلح ناموں کو گویا ایلی زابیتھ فارنیس کی انتہائی کامیابی کہنا چاہئیے اور قریب تھا کہ اس کے منصوبے اب بارآور ہوں۔ صلح نامہ مذکور سے سفارتی تعلقات میں ایک انقلاب ضرور ہوا مگر ۱۷۱ء اور ۱۷۵۶ء کے سفارتی انقلابوں کے برخلاف مختلف دول کے باہمی تعلقات میں کوئی دوامی تغیر نہیں ہوا اور نہ اس کے
۷۸ بعد یورپ میں کوئی جنگ ہوئی۔ اس خفیہ عہدنامے کی وجہ سے یورپ کے نقشے میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہوجاتا اور جب اس کی اطلاع دوسری دول کو پہنچی تو سخت انتشار پھیل گیا اور یہ اندیشہ ہوگیا کہ ایک عالم گیر جنگ چھڑ جائیگی۔ یورپ اب دو حریف جماعتوں میں منقسم ہوگیا۔ ہسپانیہ اور آسٹریا کے ساتھ روس بھی اگست ۱۷۲۶ء میں شریک ہوگیا اور باویریا، پلاٹینیٹ اور کلیسیائی ریاستوں کے الیکٹر بھی ان کے ساتھ ہوگئے۔ دوسری طرف ہینوور کے اتحاد میں انگلستان فرانس اور پرشیا کے

علاوہ ہالینڈ، سویڈن، ڈین مارک اور بیسی کیا سیل بھی شریک تھے۔ ہسپانیہ اور آسٹریا کے حکمرانوں کی اغراض مذہبی اور تجارتی تھیں اور دونوں کا مقصد تھا کہ مذہب پراٹسٹنٹ کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیا جائے۔ انھیں یہ بھی امید تھی کہ فرانس بھی ایک ایسے اتحاد میں ضرور شریک ہوجائیگا جس کی غایت مذہب کاتولیکی کی توسیع تھی۔ خاندان ہینوور کے زوال اور انگلستان کے تخت کے جھوٹے دعویدار کے تخت نشین ہوجانے کے بعد شمالی جرمنی سے بھی مذہب پراٹسٹنٹ معدوم ہوجائیگا اور انگلستان پھر حسب سابق دول کاتولیکی میں شامل ہوجائیگا۔ میڈرڈ میں آسٹریا اور روس کے اتحاد کی بہت خوشیاں منائی گئیں اور یہ امید ہوگئی کہ جیسا کہ البیرونی کا خیال تھا روسی بیڑے کی امداد سے انگلستان کے تخت کا دعویدار پھر اپنا تخت و تاج حاصل کرلیگا۔ مارچ ۱۷۲۷ئہ میں ڈیوک لیریا روس سے اتحاد قائم کرنے اور دعویدار مذکور اور مذہب کاتولیکی کے مفاد میں انگلستان پر حملہ کرانے کا انتظام کرنے کے لئے سینٹ پیٹرس برگ بھیجا گیا

جنگ کے چھڑ جانے میں اب کوئی دیر نہ تھی اور یورپ کے دونوں اتحادوں میں وائنیا کا اتحاد زیادہ مستحکم اور طاقتور تھا نہ صرف اس لئے کہ آسٹریا ہسپانیہ اور اسکے حکمران انگلستان یا فرانس کے سخت دشمن تھے بلکہ اس لئے بھی کہ پرشیا نے اپنی قدیم عادت کے مطابق ہینوور کے اتحاد کا ساتھ چھوڑ دیا اور اکتوبر ۱۷۲۶ئہ میں ووسٹرہوسین کے صلح نامے کے ذریعے سے شہنشاہ سے مصالحت کرلی جس کی وجہ سے

پرشیا بذریعۂ صلح نامۂ ووسٹرہوسین شہنشاہ کا شریک ہوجاتا ہے ۱۷۲۶ئہ

صفحہ ۷۹

ہینوور پر شہنشاہی افواج کے لئے حملہ کرنے کا راستہ کھل گیا ہسپانیہ میں اریپرڈا کے حسن انتظام سے تجارتی ترقی اور حرفتی سرگرمی کا ایک نیا دور شروع ہوگیا تھا اور اسے اب صرف یہ ضرورت تھی کہ غیرملکی جنگوں اور اندرونی بدنظمیوں سے آزادی حاصل ہوجائے تاکہ وہ نوآبادیوں کے ساتھ اپنی تجارت کو فروغ دیسکے ایک زبردست بیڑا بنائے اور اپنی مالی حالت کو درست کرے۔ آسٹریا کے ساتھ ہسپانیہ نے جو معاہدے کئے تھے اُن پر وہ سختی کے ساتھ قائم تھا اور تجارتی ترقی کی راہ پر لگ گیا تھا۔ برخلاف اس کے فرانس کی حکومت کا طرز عمل مشکوک اور غیر استوار تھا۔ ہالینڈ کی طرح فرانس میں بھی ایک زبردست جماعت ہسپانیہ

فرانس کی سیاسی جماعتیں

کی طرف دار تھی اور جب ہنیوور کا صلح نامہ مرتب ہوا جس اس زمانے میں بھی پیرس میں ذی رسوخ فرانسیسیوں کی ایک جماعت لوئی چہاردہم کے آخری زمانے کے طرز عمل کو زندہ کرنا چاہتی تھی جس کے مقاصد یہ تھے کہ ہسپانیہ کے ساتھ گہرا اتحاد قائم رہے، انگلستان میں خاندان اسٹوارٹ کی حکومت کو بحال کر دیا جائے اور پراٹسٹنٹ فرقے کی مخالفت کی جائے۔ بوربون کی حکومت کے ارکان نااہل، غیر متحد اور کمزور تھے برخلاف اس کے انگریزوں کی مخالف جماعت کے سربرآوردہ اشخاص بایک دیگر متحد اور قابل اور زبردست تھے۔ بوربون نے نائب السلطنت کے طرز عمل کو جاری رکھا تھا مگر انگریزی تجارت کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے دور اندیش فرانسیسی انگریزی اتحاد کو فرانس کے حقیقی مفاد کے لیئے مضر خیال کرنے لگے تھے۔ ۱۷۲۶ئہ میں ہیوزیر کے زیر کمان ایک انگریزی بیڑے نے پورٹوبیلو میں ہسپانی خزانے کے بیڑے کو پورٹوبیلو میں بند کر دیا اور ایک دوسرے انگریزی بیڑے نے روس کی تخویف کے لیئے بحیرۂ بالٹک کی ناکہ بندی کر دی فروری ۱۷۲۷ئہ میں ہسپانیوں نے جبرالٹر کا محاصرہ شروع کر دیا اور انگلستان اور ہسپانیہ میں جنگ چھڑ جانے سے تمام یورپ میں عام جنگ ہو جانے کا اندیشہ ہو گیا مگر متعدد وجوہ کی بنا پر یورپ اس قسم کی جنگ سے چھ سال تک اور محفوظ رہا؛

آسٹریا سے راہ و رسم پیدا ہو جانے کی وجہ سے ہسپانیہ کی قوت البیرونی کے زمانے کے مقابلے میں بہت بڑھ گئی تھی تاہم ابھی وہ طویل بحری اور بری معرکہ آرائیوں کیلیئے تیار نہ تھا جن کا صرفہ بھی بیش قرار ہوتا۔ یورپ کی سربرآوردہ ریاستوں میں ہسپانیہ

رپرڈا کی معزولی

کو امن و امان کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ مئی ۱۷۲۶ئہ میں رپرڈا اپنی خدمت سے علحدہ کر دیا گیا کیونکہ ایک زبردست جماعت اس کی مخالف ہو گئی تھی، کونگس ایگ (سفیر شہنشاہی) ہسپانیہ کی قومی رائے کی تائید پر آمادہ ہو گیا تھا اور رالزابیتھ نے بھی جو اس کی مربیہ تھی یکایک اس کو علحدہ کر دینے کا قصد کر لیا۔ رپرڈا ایک قسمت آزمانہ سازنہ تھا مگر اس کی قابلیت میں شک نہیں۔ ہسپانیہ کے احیاء کے لیئے جو تجاویز اس نے پیش کی تھیں قابل تحسین ضرور تھیں اور اس کے لائق جانشینوں نے تجاویز مذکور پر پوری طور سے عمل کیا۔ ہسپانیہ میں

صفحہ ۸۸

اس کا ایک بھی بہی خواہ نہ تھا اسی واقعے سے ثابت ہو سکتا ہے کہ بر سر خدمت ہونے کے زمانے میں اُس نے جو اصلاحیں کیں کس قدر مکمل تھیں۔ جنگ وجدال کے جھگڑوں میں پڑنا وہ حماقت خیال کرتا تھا مگر البیرونی کی طرح وہ بھی ملکہ کا بندۂ حکم تھا۔ آسٹریا سے اتحاد پیدا کرنے سے اہل ہسپانیہ ناراض تھے اور ہسپانیہ میں اس اتحاد کے متعلق بعینہ اسی قسم کی ناراضی تھی جو تیس سال قبل فرانس میں آسٹروی اتحاد سے تھی۔ اس اتحاد سے ممکن ہے کہ ہسپانیوں کا جذبۂ قومی برانگیختہ ہو جاتا مگر ایلی زابیتھ کی اولاد کی ترقی مدارج کو ہسپانیہ کی حکمت عملی کا محور بنانے سے مفاد قومی کو کوئی نفع نہ تھا۔ اہل ہسپانیہ کا خیال تھا کہ ہسپانیہ کا حقیقی حلیف فرانس ہے اور یہ کہ رپرڈا نے ملکہ کے منصوبوں کی تائید میں ہسپانیہ کے مفاد کا خون کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ شہنشاہ کا طرز عمل بھی بدل گیا تھا اور میڈرڈ اور وائینا کے درباروں کے باہمی تعلقات بھی کشیدہ ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ہسپانیوں کا یہ خیال درجۂ تیقن تک پہنچ گیا تھا۔

چارلس ششم کو رپرڈا کے معزول ہونے سے قبل ہی معلوم ہو گیا تھا کہ ہسپانیہ سے اسے زر کثیر نہیں مل سکتا اور جبرالٹر کے محاصرے میں اس نے اپنے حلیفوں کی کوئی مدد نہیں کی۔ شہنشاہ کی حالت دراصل اس وقت ایسی تھی کہ وہ جنگ پر

آمادہ نہ ہو سکتا تھا کیونکہ اوّلاً اسکے نئے حلیف یعنی رشیا سے کچھ نزاعیں پیدا ہو گئی تھیں اور کیتھرین اول (ملکہ روس) کا مئی ۱۷۲۷ء میں انتقال ہو گیا اور اسکا جانشین پیٹر دوم ذرا سا بچہ تھا جسکی وجہ	آسٹریا اور ہسپانیہ کے اتحاد کا خاتمہ۔

سے روس کا شمار اب شہنشاہ کے سرگرم معاونوں میں نہ ہو سکتا تھا۔ اطالیہ میں ہسپانیوں کے تسلط کو چارلس نے کبھی پسند نہ کیا تھا۔ جبرالٹر کے محاصرے کا بھی وہ مخالف تھا اور اب اس نے یہ بھی تسلیم کر لیا تھا کہ ہسپانیہ کے شاہی خاندان سے شادیوں کے ذریعے سے تعلق پیدا کرنا نامناسب ہے۔ ۱۷۲۷ء کے اوائل میں وائینا کے دربار کا رخ صلح کی طرف ہو گیا اور ہسپانی اتحاد کمزور ہونے لگا۔ فلیوری اور وال پول کے اثر سے بھی امن و امان کے قیام میں مدد ملی۔ بوربون نے

فلیوری کو جلاوطن کرنے کی کوشش کی تھی مگر جون ۱۷۲۶ء	فلیوری

صفحہ ۸۱ میں فلیوری نے اسے معزول کرادیا اور گو اس کی عمراب ۷۳ سال کی تھی مگر اپنی موت (۱۷۴۳ء) تک اس نے فرانس پر بہ حیثیت وزیر اعظم قابلیت کے ساتھ حکومت کی فرانس کی حدود کے اندر اُس نے ایک حد تک امن و امان کو قائم رکھا اور کفایت شعاری اور حسن انتظام سے ملک کی عام حالت کی اصلاح کی اور خارجی معاملات میں بھی اس کا رجحان مصالحت کی طرف تھا۔ ۱۷۳۳ء تک اُس نے کسی نہ کسی طرح اورلیان کے طرز عمل کو برقرار رکھا یعنی انگلستان کے ساتھ صلح و آشتی کا برتاؤ جاری رہنے دیا۔ مگر ۱۷۳۳ء کے بعد اس مصالحت پسند وزیر پر جنگ پسند جماعت غالب آگئی اور لوئی چہاردہم کا طرز عمل اختیار کیا گیا۔ فلیوری کو بدرجۂ مجبوری آسٹریا اور پولینڈ کی جنگ ہائے جانشینی میں شریک ہونا پڑا اور اس کی موت کے قبل ہی اور انگلستان اور فرانس میں پھر حسب سابق مخالفت ہو گئی۔ ۱۷۲۶ء میں ریپرڈا اور بوربون یورپ کے سیاسی اکھاڑے سے بوقت واحد غائب ہو گئے جس کی وجہ سے ہسپانیہ اور فرانس میں دوستانہ تعلقات کا قائم ہونا آسان ہو گیا۔ فلیوری کو یورپ کے سیاسیات میں کافی مہارت تھی اور فرانس کی حقیقی ضروریات سے وہ پوری طور پر واقف تھا، اُسے یقین کامل تھا کہ انگلستان سے موافقت رکھنا فرانس کے لئے ضروری ہے مگر ہسپانیہ سے بھی مصالحت ہو جانے کا وہ خواہاں تھا۔ سیلامار کی سفارت کی طرح لوئی پانزدہم کی خطرناک علالت کے زمانے میں مونٹ کورائی خفیہ سفارت سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرانس میں ایک زبردست جماعت حکومت موجودہ کی مخالف تھی بلکہ یہ بھی کہ فلپ کا اب بھی یہ مقصد تھا کہ لوئی کے انتقال کے بعد فرانس کا تخت و تاج اسے مل جائے۔

اس وقت فرانس ہی عقدہ کشائی کر سکتا تھا اور فلیوری کے وزیر اعظم ہونے سے امن و امان کے قائم رہنے کی اور بھی امید تھی مگر گو اُس نے اپنے اثر سے فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان میں ایسا زبردست اتحاد قائم نہ ہونے دیا جس سے انگلستان کو نقصان ہوتا مگر سخت مخالفت کی وجہ سے وہ ہسپانیہ کے خلاف میں انگریزوں کی امداد کے لئے فرانسیسی فوج بھیجنے سے مجبور تھا۔ ایلی زابیتھ سے وہ در پردہ مراسلت کر رہا تھا مگر انگریزوں کا ساتھ چھوڑنے سے اُس نے انکار کر دیا

اور مئی ۱۷۲۷ء میں فرانس ہسپانیہ آسٹریا اور ہالینڈ کے وزیروں نے وائینا میں
مصالحت کے ابتدائی صلحنامے پر دستخط کردئیے۔ معاہدۂ مذکور کی رو سے یہ طے ہوا کہ صفحہ ۹۲
آس ٹینڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کا کاروبار سات سال کے لیئے موقوف کردیا جائے
اور جبرالٹر کا محاصرہ اٹھادیا جائے اور یہ کہ ہردو امور مذکورۂ بالا اور دیگر امور کا
قطعی تصفیہ ایک کانگریس کے سپرد کیا جائے جس میں تمام دول شریک ہیں۔ ایلی زابیتھ
بنات خود مصالحت کے خلاف تھی اسے اب بھی انگلستان کو فرانس سے علیحدہ کرنیکی
امید تھی اور جب جارج اول نے جون میں انتقال کیا تو اسے امید ہوگئی کہ فریقین
جیکو بائٹ کامیابی کے ساتھ انگلستان پر حملہ آور ہوسکیگا۔ لیکن جلاوطن خاندان اسٹوارٹ
کی طرف سے انگلستان کی حکومت کو جو خطرہ تھا اس سے وال پول بخوبی واقف تھا
انگریزوں کے طرز عمل میں مطلق تغیر نہ ہوا اور انگلستان اور فرانس کے وزیروں
کی متفقہ کوشش بھی تھی کہ نقض امن نہو اور وائنا اور میڈرڈ کے درباروں میں
خلاملا ہونے پائے۔ لیکن وال پول اور فلیوری کو سخت دقتوں کا سامنا
کرنا پڑا۔ انگلستان اور فرانس میں عام رجحان جنگ کی طرف
تھا اور حکومت کے مخالفین کی ایک زبردست جماعت اس
رجحان کی موئید تھی۔ اگر فلیوری اور کونگس ایگ نے ایلی زابیتھ

عام جنگ کا خطرہ
۱۷۲۷-۲۸ء

پر قیام امن کے لیئے اپنا زور نہ ڈالا ہوتا تو انگلستان اور ہسپانیہ کے درمیان جو
نامہ وپیام ہو رہے تھے وہ بالکل بے سود ثابت ہوتے۔ مارچ ۱۷۲۸ء میں ہسپانیہ
نے پارڈو کے صلح نامے پر دستخط کر کے وائنا کے ابتدائی انتظامات کو تسلیم کرلیا
جس کی وجہ سے انگلستان اور ہسپانیہ کی چند روزہ جنگ ختم ہوگئی۔

آسٹریا اور ہسپانیہ کا اتحاد اب متزلزل ہوگیا تھا اور ایلی زابیتھ کو اندیشہ
ہوگیا کہ اب سے یورپ میں میرا کوئی یار و مددگار نہیں۔ دونوں ملکوں میں سواسون
کی کانگریس سے پورا انگاڑہ ہوگیا۔ اس کانگریس کی کارروائی کا آغاز ۱۴ر جون
۱۷۲۸ء کو ہوا مگر کام برائی کی کانگریس کی طرح یہ بھی محض بے سود ثابت ہوئی۔
اس نے اپنے فرائض کو نہایت غور و خوض کے ساتھ انجام دیا مگر اس کی
سہل انگاری سے نفع اٹھا کر پاتی نیو نے جو البیرونی کا جانشین ہوا تھا ہسپانیہ میں

جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ فرانس میں شووے لین جو انگلستان اور آسٹریا کی مخالف جماعتوں کا سرغنہ تھا محافظ سجل ہو کر ۱۷۲۷ء کے موسم خزاں میں بجائے مورویل کے وزیر خارجہ ہو گیا جس سے یہ اندیشہ ہو گیا کہ بوربون خاندان کی دونوں شاخوں میں عنقریب گہرا اتحاد پیدا ہو جائیگا۔ ۱۷۲۸ء یورپ کی تاریخ میں نہایت نازک ہے۔ لیکن آسٹریا اور ہسپانیہ کا اتحاد ٹوٹ رہا تھا اور فلیوری کی قوت اس قدر مستحکم تھی کہ اس پر شووے لین اور اس کے معاونوں کے دباؤ کا کچھ اثر نہ ہوا۔ صفحہ ۸۳
ایلی زابیتھ کو اب یقین ہو گیا تھا کہ ۱۷۲۵ء کے خفیہ عہد ناموں سے جن شادیوں کا انتظام ہوا تھا ان کے ہونے کی اب کوئی امید نہ ہو سکتی تھی اور پاتی نیو نے آسٹروی اتحاد کی سختی کے ساتھ مخالفت کی۔ ڈسمبر ۱۷۲۸ء میں ایلی زابیتھ کو باضابطہ اطلاع ملگئی کہ شادیوں کے ہونے کا اب کوئی امکان نہیں جس سے اسے معلوم ہو گیا کہ شہنشاہ کی امداد سے اطالیہ کے متعلق اس کی اغراض پوری نہیں ہو سکتیں اسلیئے اپنی خلقی جلد بازی سے مجبور ہو کر وہ انگلستان اور فرانس کی طرف متوجہ ہوئی تاکہ انکی امداد سے اطالیہ کی ریاستیں ڈان کارلوس کو مل جائیں۔ شاہ فرانس کے حال ہی میں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا اس لیئے فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان دوستانہ تعلقات کے قائم ہونے میں اب کوئی رکاوٹ نہ تھی؛

انگلستان میں وال پول ایلی زابیتھ کی تائید پر تیار تھا بشرطیکہ وہ راست درخواست کرے جس نے فلیوری کی سہل انکاری سے ناراض ہو کر انگلستان کا دامن پکڑ لیا۔ پاتی نیو کا بھی یہی خیال تھا کہ جب تک ہسپانیہ جنوبی امریکہ میں انگریزوں کی دست درازیوں کو روکنے کے لیئے پوری طور سے تیار نہ ہو ان سے ربط و ضبط رکھنا بہتر ہے؛

ایلی زابیتھ اب بس اس دھن میں تھی کہ کسی نہ کسی صورت سے چارلس ششم سے انتقام لے اور ڈان کارلوس کو اطالیہ میں مسلط کرا دے۔ وال پول پاتی نیو

شیویل کا معاہدہ ۱۷۲۹ء

کا ہم خیال تھا اور باوجود مخالفوں کے شور و شغب کے انگلستان اور ہسپانیہ کے درمیان مرابطہ پیدا کرنے پر آمادہ تھا۔ نوآبادیوں کے متعلق جو نزاعیں تھیں ان کی وجہ سے اس وقت تک کوئی

سخت پیچیدگی وقوع میں نہیں آئی تھی۔ وال پول نے فرانس کے وزیر کو اس امر پر آمادہ کرلیا کہ وہ پارما اور پیاسین زا میں ہسپانی فوجوں کے داخل ہونے پر اصرار کرے۔ ۹ر نومبر کو تینوں درباروں میں جو نامہ وپیام ہو رہے تھے ان کی بنا پر سیویل کا صلح نامہ مرتب ہوا جس کو چند روز کے بعد ہالینڈ نے بھی تسلیم کرلیا اس صلح نامے کی رو سے آس ٹینڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ جو مراعات کی گئی تھیں منسوخ کردی گئیں، انگریزوں کے امریکہ اور آسیانتو میں تجارت کرنے کے حقوق بحال کردیئے گئے ہسپانیہ جبرالٹر اور ہینوور کے متعلق اپنے دعووں سے قریب قریب دست بردار ہوگیا، اطالیہ کی ریاستوں کے متعلق ڈان کارلوس کے حقوق جانشینی تسلیم کرلیئے گئے اور لیگ ہارن، پورٹو فیرا جو، پارما، پیاسین زا پر چھ ہزار ہسپانی سپاہیوں کے ذریعے سے قبضہ کرادینے کا انتظام کردیا گیا۔ اب تو ایلی زابیتھ فارنیس کی کامیابی میں غالباً شک نہ تھا اور ڈان کارلوس کا حق جانشینی بھی تسلیم ہوچکا تھا۔ صلح نامۂ مذکور کے دفعات کی تعمیل اور ایلی زابیتھ کی خواہشوں کے پورا ہونے میں چند سال کا عرصہ لگ گیا مگر اس عہد نامے کی اہمیت میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے آسٹریا اور ہسپانیہ کے غیر فطری اتحاد کا خاتمہ ہوگیا اور بجائے اس کے ایک دوسرا انتظام ہوگیا جو ہسپانیہ کے مفاد کے لیئے زیادہ مفید تھا۔ فرانس اور ہسپانیہ کے باہمی تعلقات باوجود عارضی اختلافات کے آیندہ کے لیئے خوشگوار ہوگئے ۱۷۰۱ء میں ہسپانی سفیر نے کہا تھا کہ "اب پی ری نیز ہسپانیہ اور فرانس کے درمیان حد فاصل نہ ہوگا"۔ اس قول کی اب تصدیق ہوگئی پیرس اور میڈرڈ کے درباروں کے مفاد متعدد امور میں متحد تھے خصوصاً امریکہ میں دونوں کے دعادی ایسے تھے کہ کسی نزاع کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ تھا اور دونوں انگلستان کی دراز دستیوں کو روکنے پر تلے ہوئے تھے۔ یہ صلح نامہ فلیوری کے طرز عمل کی کامیابی کا بیّن ثبوت تھا۔ ۱۷۲۶ء سے وہ اس فکر میں تھا کہ ہسپانیہ کو انگلستان اور فرانس کے اتحاد میں شریک کرکے اسے وسعت دے فلیوری کا طرز عمل اب وہی تھا جو اُورلیان کا اس کے آخری زمانے میں تھا یعنی باوجود اس کے کہ فرانس ہینوور کے اتحاد میں شریک تھا مگر اس نے ہسپانیہ سے بھی سمجھوتہ کرلیا

صفحہ ۸۴

یورپ میں اب فرانس خاندان بوربون کی سلطنتوں میں سربرآوردہ ہوگیا تھا اور ہسپانیہ اس کا دست نگر تھا۔ امن وامان قائم تھا اور ایک عام یورپی جنگ کو روک دینے کا سہرا وال پول اور فلیوری دونوں کے سر تھا۔ مگر دو سال تک یہ اندیشہ تھا کہ سیویل کے عہد نامے کے بعد آسٹریا اور ہسپانیہ کی فوجوں کے درمیان اطالیہ میں جنگ ہوجائیگی۔ عہد نامۂ مذکور کی وجہ سے چارلس ششم بالکل بے یار و مددگار ہوگیا تھا اور ہسپانیہ کی بدعہدی سے وہ سخت ناراض تھا فرانس میں خاندان ہیپس برگ کی مخالف جماعت جنگ کے لئے شور مچارہی تھی۔ انگلستان کی وزارت میں بھی ان معاملات کے متعلق ہم آہنگی نہ تھی۔ فلیوری اور وال پول دونوں کو اس وقت سخت وقت کا سامنا تھا۔ فلیوری اس وقت تک ہسپانیہ سے گہرا معارضانہ اور مدافعانہ اتحاد کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ Pragmatic Sanction (آسٹریا کی جانشینی کا مجوزہ تصفیہ) کی وہ توثیق پر تیار نہ تھا مگر اس کے ساتھ ہی آسٹریا سے وہ خواہ مخواہ لڑائی مول لینا نہ چاہتا تھا۔ انگریزوں کا میڈرڈ کے دربار میں بہت اثر ہوگیا تھا جسے وہ پسند نہ کرتا تھا اور سیویل کے معاہدے کی شرائط کی تکمیل کی طرف بھی اس نے توجہ نہ کی فلیوری کی طرح وال پول بھی ایک زبردست صفحہ ۵۰
مخالف جماعت کے وجود کی وجہ سے سخت پس وپیش میں تھا۔ بشرط ضرورت وہ ان معاہدات کے ایفا پر تیار تھا جو ہسپانیہ کے ساتھ ہوئے تھے مگر ٹاؤن شینڈ کی رائے سے بھی اسے اتفاق نہ تھا جو ولار کی طرح شہنشاہ پر فوراً حملہ آور ہونے کا شیدا تھا۔ انگریزی حکومت کو اندیشہ تھا کہ اگر ایک عام یورپی جنگ چھڑ گئی تو ہینوور پر فوراً حملہ ہوگا اور آسٹروی نیدرلینڈ پر فرانس قبضہ کرلیگا۔ انگریزوں کی خواہش تھی کہ فوجی

انگلستان اور ہسپانیہ

کارروائیاں ملک متنازع فیہ یعنی شہنشاہ کے اطالوی مقبوضات تک محدود رہیں اور آسٹروی نیدرلینڈ پر کسی صورت سے حملہ نہو۔ لیکن انگلستان میں وزارت کی مخالف جماعت نے انگلستان اور فرانس کے گہرے اتحاد کی پیہم مخالفت کرکے وزارت کو مجبور کردیا اور یہ عیاں ہوگیا کہ ملک کی ایک زبردست جماعت آسٹریا کو انگلستان کا حقیقی حلیف خیال کرتی ہے کیونکہ اس کی نہ تو نوآبادیاں تھیں نہ بیڑا تھا اور ۱۶۸۸ء سے اس سے گہرے

تعلقات تھے برخلاف اس کے فرانس اور ہسپانیہ جن کے بیڑے کمزور اور نوآبادیاں وسیع تھیں انگلستان کے حقیقی دشمن[1] تھے۔ وزارت کی مخالف جماعت کا یہ طرز عمل حق بجانب اس لیئے ہوگیا تھا کہ ہسپانی محافظین سواحل (Guarda Costas) انگریز تاجروں اور ملاحوں پر برابر ہسپانیہ اور ہسپانی امریکہ میں ظلم کر رہے تھے اور جارجیا کی سرحدات اور لکڑی کے کاٹنے کے متعلق جھگڑے اٹھے۔ انگریزی تجارت ایک حد تک مسدود کردی گئی تھی اور ہسپانیوں کا یہ فعل بیجا نہ تھا کہ انگریزوں نے اعلےٰ پیمانے پر ناجائز طریقوں سے تجارت شروع کردی تھی۔ جب تک کہ سیویل کے صلح نامے کے دفعات پر عمل نہ ہوا ہسپانی حکومت نے انگریزوں کی شکایتوں کی شنوائی نہ کی مگر نہ تو ایلی زابیتھ نہ پاتی نیو انگلستان سے قطع تعلق کرنا چاہتے تھے۔ فلپ کو قومی مفاد کا اپنی بیوی سے زیادہ خیال تھا اور اس کی ہمیشہ یہ خواہش رہی تھی کہ فرانس سے گہرا اتحاد ہو جائے مگر ایلی زابیتھ کو یہ فکر تھی کہ اس کے لڑکوں کو کسی صورت سے اطالیہ کی ریاستیں مل جائیں۔ پاتی نیو کو بھی البیرونی اور ریپرڈا کی طرح انگریزوں کی تجارتی رقابت کی اہمیت کا پورا احساس تھا مگر وال پول کی طرح اس کی بھی یہی آرزو تھی کہ موجودہ مشکلات کی عقدہ کشائی بغیر لڑنے بھڑنے کے ہو جائے۔ جنوری ۱۷۳۱ء میں پارما کا ڈیوک مرگیا جسکی وجہ سے صورت حال نہایت نازک ہوگئی کیونکہ شہنشاہی فوجوں نے ڈیوک متوفی کے مقبوضات پر قبضہ کرلیا جسکی وجہ سے ایلی زابیتھ نے انگلستان اور فرانس سے اپنے معاہدوں کے ایفا کرنے کا مطالبہ کیا۔ صفحہ ۸۶

اب اگر ہسپانی سپاہی اطالیہ کی سرزمین پر قدم رکھتے تو ایک عام جنگ ناگزیر ہو جاتی مگر انگلستان نے (Pragmatic Sanction) کو تسلیم کرنے کا وعدہ کرکے اس جنگ کو ٹال دیا۔ فلیوری کا قصد مصمم تھا کہ اس انتظام کو تسلیم نہ کرے مگر وال پول کو مطلق تامل نہ تھا۔ چارلس نے پارما سے اپنی فوجوں کو واپس بلا لینے اور ڈان کارلوس کو ریاست مذکور پر قبضہ کر لینے اور اس کے متعلق انگلستان ہالینڈ اور ہسپانیہ سے معاہدہ

وائنا کا دوسرا صلح نامہ ۱۷۳۱ء

[1] Iobesz, La France Sous Louis XV

کرنے پر اس شرط پر آمادگی ظاہر کی کہ دول بحری شہنشاہت کی جانشینی کے انتظامات کو صریحاً تسلیم کر لیں۔ اس تصفیے میں جو وائینا کے دوسرے صلح نامے کے نام سے موسوم ہے دو علیحدہ صلحنامے شامل تھے جن میں سے پہلا ہالینڈ اور انگلستان کے ساتھ مارچ ۱۷۳۱ء میں ہوا اور دوسرا ہسپانیہ کے ساتھ جولائی میں ہوا۔ پہلے صلح نامے کی رو سے انگلستان اور ہالینڈ نے Pragmatic Sanction کو تسلیم کر لیا اور شہنشاہ نے بیری میں اور ورڈین میں جارج دوم کو باضابطہ مسلط کرا دیا اور اس نے اوسٹینڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کاروبار کو عارضی طور پر بند کر دینے اور چھ ہزار ہسپانی سپاہیوں کو اطالیہ کی ریاستوں میں داخل ہونے کی اجازت دینے کا وعدہ کیا۔[1] دوسرے صلح نامے میں Pragmatic Sanction کو باضابطہ تسلیم کرنے پر اصرار نہیں کیا گیا۔ ڈسمبر ۱۷۳۱ء میں ڈان کارلوس ہسپانی فوج کے ساتھ ایک انگریزی بیڑے کے زیر حفاظت اطالیہ میں پہونچا اور ۱۷۳۲ء کے اوائل میں بلا کسی مخالفت کے پارما پر قابض ہو گیا۔ ایلی زابیتھ کو اب بالآخر اپنے منصوبوں میں پوری کامیابی ہوئی کیونکہ پارما اور پیاسین زا میں ڈان کارلوس کے قدم جم گئے تھے اور ٹسکنی کے ڈیوک سے یہ طے ہو گیا تھا کہ اس کی وفات کے بعد ڈان کارلوس اس کا جانشین ہو۔ اس طور پر ملکۂ ایلی زابیتھ کی لگاتار کوششوں سے صلح نامۂ یوٹریخٹ کی شرائط میں ترمیم ہو گئی اطالیہ پر آسٹریا کی گرفت کمزور ہو گئی اور پارما میں ایک ہسپانی شاہی خاندان مسلط ہو گیا بلکہ ایلی زابیتھ کو یہ کامیابی باوجود عظیم الشان اندرونی اور بیرونی مشکلات کے حاصل ہوئی تھی۔ ۱۷۱۳ء میں ہسپانیہ کمزور اور غیر متحد تھا اور یورپ کی سلطنتوں میں اس کا کوئی شمار نہ تھا مگر ۱۷۳۱ء میں اس کا شمار زبردست دول میں ہو گیا۔ اب اس کی خارجی حکمت عملی بالکل جداگانہ تھی اور دوسری سلطنتیں اس سے اتحاد کرنا اپنے لئے مفید خیال کرنے لگی تھیں۔

وائینا کا دوسرا صلح نامہ نہ صرف ہسپانیہ کی تاریخ میں نہایت اہم ہے بلکہ یہ دوسرے

[1] انگلستان نے ایک اہم خفیہ دفعہ کے ذریعہ سے یہ طے کرا لیا تھا کہ میریا تھیریسا کی شادی خاندان بوربون کے کسی شہزادے سے نہ ہو۔

دول یورپ کے طرزِ عمل اور خارجی حکمت عملی کے لحاظ سے بھی۔ اطالیہ میں ایک جدید ہسپانی شاہی خاندان کے قائم ہو جانے سے نہ صرف آسٹریا کے لیئے اہم نتائج مرتب ہوئے بلکہ اطالیہ کے لیئے بھی۔ چارلس ششم نے اپنے طرزِ عمل سے پھر ثابت کر دیا تھا کہ محض امید ہائے موہوم کے لیئے وہ اپنی زبردست قوت کا خون کر دیتا تھا اور وہ اب آسٹینڈ کمپنی کی تائید سے دست بردار ہو گیا۔ ۱۷۳۳ء میں اسلامی حکومت نے رقیب یورپی کمپنیوں کے اغوا سے بانکی پور کی تجارتی کوٹھی کو تباہ کر دیا۔ کمپنی کے حصہ داروں نے اپنی یورپی تجارت کے مرکز کو ہیمبرگ یا ٹری ایسٹ میں منتقل کرنے کی کوشش کی مگر بے سود ثابت ہوئی اور بادِ مخالف کے جھونکوں سے یہ کمپنی ۱۷۸۴ء میں دوالیہ ہو گئی اور ۱۷۹۳ء میں اسکا بالکل خاتمہ ہو گیا۔

۱۷۳۱ء میں اس معاہدے کی تکمیل سے یہ امید ہو گئی کہ اب چند سالوں تک یورپ میں امن وامان رہیگا کیونکہ فرانس اور ہسپانیہ میں جس اتحاد کے ہونے کا اندیشہ تھا وہ دور ہو گیا اور دونوں کے تعلقات اب خوشگوار نہ تھے۔ اطالیہ کی ریاستوں کے مسئلے کا تصفیہ فرانس کی معاونت کے بغیر ہو چکا تھا جس کی وجہ سے اس کا اثر کم ہو گیا اور خاندان بوربون کی قوت کی ترقی بھی رک گئی تھی جسکا انگلستان ہالینڈ اور آسٹریا کو سخت اندیشہ تھا۔ انگلستان اور ہسپانیہ اور شہنشاہ کے درمیان دوستانہ تعلقات کے جاری رہنے کی بظاہر امید ہو گئی تھی۔ نوآبادیوں کے متعلق جو نزاعیں تھیں انکا بغیر جنگ کے تصفیہ ہو گیا تھا اور جزیرہ نمائے اطالیہ کے سیاسی معاملات سے اب کسی جنگ کا اندیشہ نہ تھا۔

مگر ۱۷۳۳ء کا سکون وہ سکون تھا جو طوفان سے قبل ہوتا ہے۔

صفحہ ۴۴

باب چہارم

پولینڈ کی جنگ جانشینی

سنہ ۱۷۳۳ تا ۱۷۳۵ء

آسٹریا سنہ ۱۷۲۱ء سے ۱۷۳۳ء تک۔ فلیوری وال پول اور پاتی نیو کے طرز عمل، انگلستان اور ہسپانیہ کے درمیان مخالفت کا بڑھنا پولینڈ کے بادشاہ کا انتقال سنہ ۱۷۳۳ء۔ سارڈی نیا میں وکٹر اماڈیس کی حکومت سنہ ۱۷۱۵ تا ۱۷۳۰ء۔ فرانس کے معاہدہ سارڈی نیا اور ہسپانیہ کے ساتھ جنگ کا آغاز۔ فرانس ٹرکی کو اپنا معاون بنانے کی کوشش کرتا ہے مسائل متنازعہ فیہ کے سمجھنے میں فلیوری کی غلطی۔ پولینڈ میں روس اور آسٹریا کی کامیابی۔ اطالیہ اور رائن کے نواح میں فرانس کی فتوحات۔ ہسپانیہ اور سارڈی نیا کے متضاد مفاد۔ وائنا کا تیسرا صلح نامہ۔ یوجین کا انتقال۔ شو دے لین کی معزولی۔ پاتی نیو کا انتقال۔ پولینڈ کی جنگ جانشینی کی اہمیت یورپ کی تاریخ میں۔

چارلس ششم کے عہد حکومت کا بہترین زمانہ غالباً سنہ ۱۷۲۰ء سے ۱۷۳۳ء تک تھا کیونکہ اہل ہنگری اسوقت بالکل ساکت تھے اور مشرقی سرحد پر بھی سکون تھا اور اس طرف سے وائنا کے دربار کو بالکل دلجمعی تھی۔ ترکوں سے آسٹریا نے جو اضلاع فتح کیے تھے وہ اب تک اس کے قبضے میں تھے

آسٹریا سنہ ۱۷۲۱ء سے ۱۷۳۳ء تک

اور پرنس یوجین کی شہرت اس وقت نصف النہار پر تھی۔ صلح نامہ سرحدی کی شرائط اور آسٹنڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کے متعلق دول بحری کی مخالفت سے کچھ بے لطفی ضرور ہوئی تھی اور گو ۱۷۲۵ء کے صلح نامے سے یورپ کی سلطنتوں کو اندیشہ ہو گیا تھا مگر چارلس کی یہ خواہش تھی کہ دول یورپ اس کے مجوزہ انتظام جانشینی (Pragmatic Sanction) کو تسلیم کر لیں اور اپنی اس خواہش کے پورے ہونے کے لیئے اس نے اپنی سلطنت کے حقیقی مفاد کو قربان کر دیا۔ اس کا خزانہ خالی تھا اور فوج زبردست نہ تھی اور اگر جنگ چھڑ جاتی تو آسٹریا کی حفاظت دشوار تھی، اس لیئے چارلس ہر طرح سے صلح کا خواہش مند تھا۔ وائنا کے دوسرے صلح نامے سے یورپ میں صورت حال موجودہ کا کئی سال تک قائم رہنے کا سب کو یقین ہو گیا تھا۔ انگلستان اور ہسپانیہ کے وزیر بھی قیام امن کے خواہش مند تھے اور فرانس صفحہ ۸۹
کے وزیر فلیوری کی صلح پسندی تو مشہور تھی۔ وہ ایسی مہموں کو بالکل پسند نہ کرتا تھا

فلیوری، وال پول اور پاتی نیو کا طرز عمل۔

جن میں کامیابی کی صرف امید موہوم ہو۔ اس کے علاوہ وہ اس وقت پیرس کے پارلی مان سے برسر پرخاش تھا چونکہ فرانس اس وقت اندرونی نزاعوں میں مشغول تھا اور اس کے کوئی ایسے حلیف بھی نہ تھے جن پر وہ جنگ چھڑ جانے کی صورت میں بھروسا کر سکتا اس لیئے اس کی طرف سے مطلق اندیشہ نہ تھا کہ یورپ میں نقض امن کا باعث ہو سکیگا۔ انگلستان اپنی تجارت کی ترقی اور نو آبادیوں کی توسیع میں بالکل منہمک تھا اور اس کا وزیر باوجود ایک زبردست جماعت کی مخالفت اور جارج دوم کی جنگ پسندی کے امن وامان قائم رکھنے اور بشرط امکان فرانس سے دوستانہ تعلقات کے جاری رکھنے پر مصر تھا۔ فلیوری اور وال پول کی طرح پاتی نیو بھی صلح پسند تھا۔ ہسپانیہ اور انگلستان کے تعلقات بظاہر دوستانہ نہ تھے اور ان دونوں ملکوں کے تعلقات فرانس سے قابل اطمینان نظر آتے تھے۔ مگر باوجود ان خوشگوار حالات کے گو ۱۷۳۲ء میں جنگ عملاً چھڑ نہیں گئی مگر یورپ کا مطلع سیاسی غبار آلود ہو چلا تھا اور ۱۷۳۳ء میں ایک عام جنگ شروع ہو گئی جو ۱۷۳۵ء تک جاری رہی۔ وائنا کے دوسرے صلح نامے کے بعد جو سیاسی حالت پیدا ہوئی اگر اسے بغور دیکھا جائے

تو وہ قابل اطمینان نہ تھی۔ فرانس میں ایک زبردست جنگ پسند جماعت موجود تھی جو قوم میں ہر دل عزیز ہو رہی تھی اور اس کی پرخاش جوئی بڑھتی جاتی تھی اس کے علاوہ لوئی پانزدہم کا قصد مصمم تھا کہ پولینڈ کا تخت جب خالی ہو تو اسٹانس لاس کو تخت نشین کرا دے۔ لوئی کا قصد اور جنگ پسند جماعت کا وجود دونوں سے اہل یورپ متنبہ ہو گئے تھے کہ فرانس پھر لوئی چہاردہم کے طرز عمل کو اختیار کرنا چاہتا ہے۔ فرانسیسی کونسل میں جنگ پسند جماعت کا سرغنہ ولار تھا جو ہسپانیہ سارڈی نیا اور جرمنی کی چھوٹی ریاستوں سے اتحاد پیدا کرنے کا حامی تھا ہسپانیہ سے اتحاد پیدا کرنے کی یہ غایت تھی کہ انگلستان کی تجارت کو تباہ کر دیا جائے اور جرمنی کی چھوٹی ریاستوں سے دوستانہ تعلقات رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ شہنشاہ کو پرخاش جوئی کی ہمت نہ ہوتی ؛

ان احتمالات کی اہمیت اس وقت یوں بھی بڑھ گئی تھی کہ ہسپانیہ اور شہنشاہ کے باہمی تعلقات میں کشیدگی بڑھتی جاتی تھی اور انگلستان اور فرانس اور انگلستان اور ہسپانیہ کے درمیان تجارت اور نوآبادیوں کے متعلق رقابت بڑھتی جاتی تھی ؛ صفحہ ۹۰

ٹسکنی کی ریاست (ڈچی) پر چھ ہزار ہسپانی سپاہیوں کے قابض ہونے اور پارما میں ڈان کارلوس کی موجودگی کے سبب سے میڈرڈ اور وائنا کے درباروں میں اکثر بدمزگی پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ اطالیہ میں ایلی زابیتھ فارنیس کی خاندانی اغراض کی اب تک تکمیل نہیں ہوئی تھی اور وہ اطالیہ میں اپنے مقبوضات میں اضافہ کرنے کے لیئے موقعہ کی منتظر تھی۔ اسکو اور اس کے شوہر فلپ کو اب یہ احساس ہو گیا تھا کہ ملک گیری کے ان منصوبوں میں فرانس سے اتحاد پیدا کرنا مفید ہو گا۔ فرانسیسی حکومت بھی بذات خود ہسپانیہ سے اتحاد پیدا کرنا چاہتی تھی تاکہ بوربون خاندان کی دونوں شاخیں انگلستان کے خلاف متحد ہو جائیں۔ انگلستان اور فرانس کے درمیان تجارت اور نوآبادیوں کے بارے میں رقابت بڑھتی جاتی تھی اور دونوں میں ایک نہ ایک روز جنگ ہونی لابدی تھی۔ اس لیئے دونوں اس فکر میں تھے کہ ہسپانیہ کو اپنے موافق کر لیں اور میڈرڈ میں ان کے سفیر یعنی کین (انگلستان

اور روتھین بورگ (فرانس) ایک زبردست سفارتی کارزار میں مشغول تھے۔ وال پول اور پاتی نیو دونوں قیام امن کے موئید تھے۔ وال پول کی غرض یہ تھی کہ خاندان برنس وک کی انگلستان میں حکومت جاری رہے اور پاتی نیو امن کا خواستگار اس لیئے تھا کہ ہسپانیہ کو اپنی قوت کو مستحکم کرنے اور اپنے بحریہ کی اصلاح کرنے کا موقعہ مل جائے۔ فلپ حسب سابق فرانسیسی اتحاد کی طرف مائل تھا مگر ایلی زابیتھ جیسے فلیوری سے نفرت تھی انگلستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات جاری رکھنا چاہتی تھی اور پاتی نیو کا بھی یہی خیال تھا مگر سال مذکور کے چند مہینے گزرنے کے بعد ہسپانیہ نے دفعتہً اپنے طرز عمل کو بدل دیا اور ملاس وپیش فرانس سے دوستی اور انگلستان کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ ہسپانیہ کی حکمت عملی کے اس کایا پلٹ کی وجہ یہ تھی کہ انگلستان کے وزرانے ایلی زابیتھ فارنیس کو اس کی وسیع تجاویز میں کسی قسم کی ہمت افزائی نہ کی اور فرانسیسی حکومت نے ملکۂ مذکور کو اطالیہ میں جدید مقبوضات کا سبز باغ دکھا کر اسے شہنشاہ کے برخلاف اکسا دیا۔ علاوہ ازیں انگلستان اور ہسپانیہ کی تجارتی نزاعیں اب انتہا کو پہنچ گئی تھیں۔ جنوبی امریکہ میں اس وقت وہی حالت تھی جو شمالی امریکہ میں جنگ ہفت سالہ کے قبل تھی یعنی ۱۷۳۲ء میں انگلستان اور ہسپانیہ بحر الکاہل میں برسر جنگ تھے جیسا کہ ۱۷۵۴ء میں جنگ ہفت سالہ کے آغاز سے دو سال قبل شمالی امریکہ میں انگریز اور فرانسیسی آبادکاروں میں جنگ چھڑ گئی تھی۔ آسیان تو کا صلح نامہ اہل ہسپانیہ کی مرضی کے خلاف ہوا تھا اور جنوبی امریکہ میں انگریزوں کو ہر سال ایک جہاز بھیجنے کا حق دیئے جانے سے ناجائز تجارت بہت بڑھ گئی تھی۔ اس کے علاوہ اور اسباب بھی تھے جن کی وجہ سے دونوں ملکوں میں بدمزگی بڑھتی گئی۔ انگریز اور ڈچ مجوزہ فلی پائن کمپنی کے وجود میں آنے پر معترض تھے۔ انگریزوں کے فوجی جہاز خفیف سے خفیف عذر پر محافظین سواحل (Guarda Costas) کو گرفتار کر لیتے تھے اور ہسپانی اس کے جواب میں

انگلستان اور ہسپانیہ کے درمیان روزافزوں مخالفت

صفحہ ۹۱

ل Armstrong, Eleizabeth Farnese

انگریزی تجارتی جہازوں کو گرفتار کر لیتے ۱۷۳۱ء میں ایک انگریزی کپتان جین کنس کو ہسپانیوں نے گرفتار کر کے اس کے کان کاٹ دیئے اور جب انگریزی حکومت نے باز پرس کی تو جواب دیا کہ یہ بحری قزاقوں کا کام تھا نہ کہ محافظین سواحل کا۔

ہسپانی محافظین سواحل انگریزی جہازوں کی تلاشی لیا کرتے تھے جس سے انگریز تاجر سخت ناراض تھے اور وہ بھی ہسپانیوں کی دل آزاری کی مطلق پروا نہ کرتے۔ انگلستان کے اخبارات بھی انگلستان کو ہسپانیہ کے خلاف اعلان جنگ کرنے پر برافروختہ کر رہے تھے اور وزارت کی مخالف جماعت بھی ان کی معاون تھی۔ فلپ اگست میں بیمار پڑ گیا ورنہ ستمبر ۱۷۳۲ء میں انگلستان سے جنگ چھڑ گئی ہوتی۔ انگلستان کے وزیر برابر اس فکر میں لگے ہوئے تھے کہ وائنا اور سیویل کے درباروں میں مصالحت ہو جائے مگر اب فرانسیسی حکومت انکی مخالفت پر آمادہ تھی جو ہسپانیہ سے اتحاد پیدا کرنا اور اُسے آسٹریا سے لڑا دینا چاہتی تھی پاتی نیو کی کوششوں کے باوجود ۱۷۳۳ء کے آغاز میں یہ عیاں ہو گیا کہ یورپ میں ایک عام جنگ عنقریب ہونے والی ہے۔ فروری میں آگس ٹس دوم شاہ پولینڈ نے انتقال کیا اور اس کے مرتے ہی آتش جنگ مشتعل ہو گئی اور فرانس نے تلوار اٹھانے میں سبقت کی۔ فرانسیسی حکومت اس وقت پیرس کی پارلی مان سے ایک مذہبی نزاع میں مشغول تھی اور اس کی مالی حالت بھی حد درجہ سقیم تھی مگر اس نے عامہ قوم کی رائے کے مطابق اور فرانس کے قدیم طرز عمل کے لحاظ سے تصفیہ کر لیا کہ پولینڈ کی آزادی کو قائم رکھا جائے اور بزور شمشیر اسٹے نس لاس لی چینسکی کی تائید کی جائے جو وہاں کے تخت کا دعوے دار اور لوئی پانزدہم کا خسر تھا؛

شاہ پولینڈ کا انتقال
فروری ۱۷۳۳ء

صفحہ ۶۲

روس اور آسٹریا کی مخالفت تو یقینی تھی غالباً پرشیا بھی انھیں کا ساتھ دیتا اس لیئے فرانس کو اب یہ عقدہ حل کرنا نہیں تھا کہ اسٹانس لاس کو کس طرح پولینڈ کا بادشاہ منتخب کرایا جائے بلکہ بعد انتخاب اسے کس طرح تخت پر برقرار رکھا جائے۔ اس صدی کے آغاز سے روس اور آسٹریا کو پولینڈ کے معاملات میں بہت انہماک ہو گیا تھا، پولینڈ میں فرانسیسی مداخلت کی مدافعت میں وہ پرزور

کارروائی کر سکتے تھے اور فرانسیسی امیدوار کے انتخاب کو کالعدم کرا دینا انکے لئے چنداں دشوار نہ تھا۔ اس کے علاوہ سیکسنی، آسٹریا اور روس کے منصوبوں کے پورے ہونے میں معاون ہوگیا اور پولینڈ خود آسٹریا اور روس کی متحدہ قوت کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا کیونکہ اس کا کوئی واضح طرز عمل نہ تھا اور اندرونی مخالفتوں میں مبتلا تھا۔ اسٹانس لاس کا قول تھا کہ "اہل پولینڈ مجھے بادشاہی کے لئے نامزد تو کر دیں گے مگر عملاً میری تائید نہ کرینگے"۔ اسٹانس لاس پولینڈ پر اپنا قبضہ اسی صورت میں برقرار رکھ سکتا تھا کہ فرانس نہ صرف اس کا معاون ہو بلکہ بزور شمشیر اس کے دعاوی کو تسلیم کرانے پر آمادہ ہو۔ اس لئے باوجود فلیوری کے اظہار امن پسندی کے فرانسیسی حکومت نے شوویلین اور ولار کی آراء پر عمل کر کے قصد مصمم کر لیا کہ لوئی کے خسر کو پولینڈ میں تخت نشین کرے اور بشرط امکان اسے ملک مذکور کے تخت پر برقرار رکھے جس سے یہ بھی مقصود تھا کہ ہیپس برگ کے خاندان کو ایک زخم کاری لگے۔

فلیپس برگ پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں ۱۷۳۳ء کے موسم سرما میں شروع کر دی گئیں اور ہسپانیہ اور سارڈی نیا سے بھی نامہ و پیام کرنے میں تعجیل کو مدنظر رکھا گیا۔ ہسپانیہ میں فلپ کی جنگ پسندی ایلی زابیتھ اور پاتی نیو کے طرز عمل پر غالب آگئی اور سارڈی نیا کے نوجوان بادشاہ چارلس ایمانوئیل نے فرانسیسیوں کو اطالیہ میں داخل ہونے کی اجازت دیدی جس سے چارلس ششم کو سخت تعجب ہوا۔

جنگ جوئی۔

لیکن سارڈی نیا کا یہ نوجوان حکمراں اپنے زمانے کے عقل مند لوگوں میں تھا۔ اس کے باپ وکٹر اماڈیس نے اپنی انتہائی قابلیت سے کام لیکر سارڈی نیا کی نوخیز سلطنت کی قوت کو مستحکم کر دیا تھا۔ یوٹ ریخٹ کے صلح نامے کی رو سے اسے اجازت مل گئی تھی کہ اپنی مقبوضات میں اپنی حسب مرضی قلعے بنائے، سسلی اس کے حوالے کر دیا گیا تھا اور اسے بادشاہ کا خطاب بھی دیا گیا تھا جس سے امید ہو گئی تھی کہ اس کی سلطنت جلد ترقی کر جائیگی۔ کچھ روز کے بعد اسے سسلی کے معاوضے میں سارڈی نیا

سارڈی نیا وکٹر اماڈیس کے زیر حکومت ۱۷۱۵ء-۱۷۳۰ء

صفحہ ۹۳

جبسم اُدیدیا گیا مگر دراصل اس میں اسکا کوئی حقیقی نقصان نہ تھا کیونکہ سارڈی نیا اس کے اطالوی مقبوضات سے قریب تر تھا۔ مرتبۂ شاہی کے مل جانے سے وہ یورپ کی بڑی بڑی سلطنتوں کو اپنے سفیروں کے بھیجنے پر مقتدر ہوگیا جو اسکے حقوق کی نگہداشت کرسکتے اور اس زمانے کی سیاسی ریشہ دوانیوں میں شریک ہوسکتے تھے ۱۷۱۸ء سے ۱۷۳۰ء تک وہ وضع قوانین اور اہم انتظامی اصلاحات کو عمل میں لانے میں مصروف تھا اس اثناء میں اس کے اور پوپ کے درمیان پادریوں کی خالی شدہ جائدادوں کے تقرر کے متعلق ایک نزاع عرصے تک جاری تھی اور بی نی ڈکٹ چہاردہم نے بالآخر اس کے حق تقرر کو تسلیم کرلیا مگر اس نزاع سے اس کا کوئی ہرج نہیں ہوا۔ مالیات میں بھی اس نے بلاپس وپیش متعدد اصلاحیں کیں یعنی امرا ادائی محاصل سے مستثنے تھے، اس نے ان پر بھی محاصل عاید کئے ریاست کی آمدنی میں اضافہ کیا، رشوت ستانی کا سد باب کردیا اور زراعت اور بھیڑوں کی پرداخت کو فروغ دیا۔ جملہ قابضین اراضی کو حکم دیا گیا کہ اپنے حق مقابضت کی سند پیش کریں اور اگر ان سندوں میں ذرا سی بھی بے ضابطگی ہوتی تو جائداد ضبط کرلی جاتی۔ تدابیر مذکور اور اسی قسم کی دوسری تدابیر سے اس نے نظام جاگیری کا اپنی حدود مملکت میں خاتمہ کردیا اور قانون کے لحاظ سے چھوٹے بڑوں کو برابر کردیا۔ وکٹر اماڈیس کی غیر معمولی کامیابی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اصلاحات مذکورۂ بالا کو عمل میں لانے میں نہ تو کوئی بغاوت ہوئی نہ سازش نہ خانہ جنگی۔ اس کی دانشمندانہ حکومت سے اطالیہ کی جدید سلطنت دوسرے طریقوں پر بھی مستفید ہوئی مثلاً بوڑھے سپاہیوں کے لئے ایک شفاخانہ بنایا گیا، سرکاری کاغذات کی ترتیب کا انتظام کیا گیا، اطالوی ادبیات کو فروغ دیا گیا۔ ۳۰ ستمبر ۱۷۳۰ء کو یہ بادشاہ سارڈی نیا کی حکومت سے دست کش ہوگیا جسکی وجہ سے وہاں کی حکومت ایک جسد بے جان ہوگئی کیونکہ اطالیہ کی ترقی کن حکومت کا بانی وہی تھا اور اطالیہ کے جذبۂ قومیت کو وجود میں لانے کا باعث وہی ہوا تھا۔ اسکا بیٹا اور جانشین چارلس ایمانوئیل اول جو ۱۷۷۳ء تک برسر حکومت تھا اب تک عیش پسند خیال کیا جاتا تھا اور اندیشہ تھا کہ

امور مملکت کا انصرام وہ دانشمندی کے ساتھ نہ کرسکیگا۔ مگر اس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کا قابل جانشین ثابت کیا اور شروع ہی سے اسے اپنے ملک کے حقیقی مفاد کا بیحد خیال تھا۔ اس پر آشوب زمانے میں اس نے اپنی دانشمندی سے اپنے ملک کو ہر قسم کے خطروں سے محفوظ رکھا اور ۱۷۴۸ء کے بعد سے اپنے باپ کے قدم بہ قدم چلنے لگا اور متعدد ایسی اصلاحیں عمل میں لایا جو اس کی رعایا کی ترقی کا باعث ہوئیں اور جن سے ان کا فلاح و بہبود متصور تھا۔

صفحہ ۹۲

یکم ستمبر کو اسٹانس لاس پولینڈ کا بادشاہ منتخب ہوا اور ۲۶ ستمبر کو فرانس اور سارڈینیا کے درمیان ٹیورن کا معاہدہ ہوا۔ اس زمانے میں شوو لین کا عام طرز عمل بالکل اس طرز عمل کے مشابہ تھا جو ریشی لیو نے جنگ سی سالہ میں اختیار کیا تھا۔ شوو لین کے منصوبے یہ تھے آسٹریا اطالیہ سے نکال دیا جائے میلانیز اور مین ٹوا پر شاہ سارڈینیا کا قبضہ ہو جائے ڈان کارلوس کو نیپلز، سسلی اور ٹسکنی کی بندرگاہیں مل جائیں اور پارما پیاسین زا اور ٹسکنی ڈان فلپ کو، فرانس کو اس کی امداد کے معاوضے میں سوائے دے دیا جائے مگر اس معاوضے میں چارلس ایمانوئل شوو لین کا ہم خیال نہ تھا اسے معلوم تھا کہ ہسپانیہ کا شاہی خاندان اطالیہ میں اپنا تفوق قائم کرنا چاہتا ہے اس لئے وہ شمالی اطالیہ میں ہسپانیوں کے ورود کو ناپسند کرتا تھا اور اس نے اعلان کر دیا تھا کہ ہسپانیوں کو سسلی نیپلز اور ٹسکنی کے بندرگاہوں کو فتح کرنے پر اکتفا کرنا چاہئے کیونکہ اس کا قصد تھا کہ فرانس کی مدد سے لوم بارڈی اور مین ٹوا کو اپنے لئے فتح کرے۔

فرانس کے صلح نامے سارڈینیا اور ہسپانیہ کے ساتھ

۷ نومبر کو فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان القصر (Escurial) کا خفیہ عہد نامہ ہوا جو درحقیقت خاندان بوربون کی دونوں شاخوں کے درمیان ایک خاندانی معاہدہ تھا اور جس سے مقصود تھا کہ فرانس اور ہسپانیہ متحد ہو کر برطانیہ کی تجارتی ترقی اور نو آبادیوں کی توسیع کی مصمم مخالفت کریں اور شہنشاہ کے خلاف بھی متحدانہ کارروائی کریں۔ اس کے علاوہ دونوں دول نے ایک دوسرے کے مقبوضات کی حفاظت کی ذمہ داری لی اور یہ بھی طے پایا کہ جبرالٹر انگریزوں سے واپس لے لیا جائے۔ ہسپانیہ نے جو خاص مراعات انگریزی

تاجروں کے ساتھ کی تھیں وہ منسوخ کی جائیں اور خاندان بوربون کے متحد بیڑے انگریزی بیڑے کے حملوں کی مدافعت کریں۔

۷ر نومبر ۱۷۳۳ء کا خفیہ عہد نامہ متعدد وجوہ سے ۱۷۶۱ء کے خاندانی معاہدے کے مشابہ ہے جسکو دوبوا نے مرتب کرایا تھا۔ اس کی خاص اہمیت یہ ہے کہ بوربون صفحہ ۹۵
سلطنتوں کا فطری رجحان اب یہ تھا کہ نہ صرف جنوبی امریکہ میں انگریزی تجارت کی روزافزوں ترقی کو روکیں بلکہ شمالی امریکہ میں بھی اینگلوسیکسن قوم کی عاجلانہ ترقی میں حائل ہوں۔ انگلستان کی تجارتی اغراض ۱۵۸۸ء کے قبل ہی سے ہسپانیہ کی اغراض کے خلاف تھیں اور ۱۶۸۸ء سے فرانس سے بھی تجارتی رقابت پیدا ہوگئی تھی مگر پولینڈ کی جنگ جانشینی کے دوران میں فرانس اور ہسپانیہ زیادہ تر شہنشاہ سے برسرپیکار تھے اور انگلستان کی علانیہ مخالفت کا اظہار ہسپانیہ نے ۱۷۳۹ء تک نہ کیا۔

اس جنگ میں انگلستان غیر جانب دار رہا جس سے دونوں فریقوں کو سخت تعجب تھا۔ وزارت کی مخالف جماعت نے مطالبہ کیا تھا کہ خاندان بوربون کی چیرہ دستیوں کو روکنے کے لئے پھر ایک عظیم الشان اتحاد قایم کیا جائے کیونکہ یوٹریخت کے صلح نامے میں فرانس کے ساتھ بہت رعایت کی گئی تھی۔ مگر فرانس نے نہایت احتیاط کے ساتھ آسٹروی نیدرلینڈ کی غیر جانب داری کی ضمانت کردی تھی اور آسٹروی سپاہ نے قریب قریب اس کا تخلیہ کردیا تھا جس کی وجہ سے اسٹیٹس جنرل نے بھی غیر جانب دار رہنے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ سرحدی شہروں کی حفاظت سے وہ قاصر تھے۔ جب تک کہ ڈچ معاونت پر آمادہ نہوں وال پول نے بھی جنبش کرنے سے

جنگ کا آغاز اکتوبر ۱۷۳۳ء

انکار کردیا۔ مگر فلیوری اس کے قبل ہی عملی کارروائی کرنے پر مجبور ہوگیا تھا اور ۲۳ر اکتوبر کو شہنشاہ کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا گیا۔ مگر گو فلیوری نے دول یورپ کا ایک اتحاد آسٹریا اور روس کے اتحاد کے خلاف میں قایم کردیا تھا اور گو شہنشاہ پر اطالیہ اور رائن ندی کے نواح میں حملہ ہوسکتا تھا مگر فرانس اس وقت تک اس ٹانس لاس کے لئے کچھ نہ کرسکا تھا حالانکہ پچاس ہزار روسی سپاہی پولینڈ میں داخل ہوگئے تھے۔ لوئی کا بدنصیب خسر اور اس کے فرانسیسی معاون پولینڈ سے نکال دیئے گئے اور

ڈین زگ میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ برخلاف اس کے روس اور سیکسنی کی فوجوں کی امداد سے آگس ٹس شاہ سیکسنی اہل پولینڈ کی مرضی کے خلاف اسکا بادشاہ بنادیا گیا۔ فرانس کو مجبوری یہ تھی کہ وہ جرمنی کی راہ سے فوج نہ بھیج سکتا تھا اور بالٹک میں بیڑے کے بھیجنے سے انگلستان برافروختہ ہو جاتا۔ اب اگر فرانس فی الحقیقت اسٹانس لاس کی تائید کرنا چاہتا تھا تو ضروری تھا کہ پرشیا سویڈن یا ٹرکی کو اپنی امداد پر آمادہ کرے۔ ان تینوں سلطنتوں میں فریڈرک ولیم کے پاس بہترین فوج تھی۔ روس سے اسے بغض تھا اور چارلس ششم کی طرف سے اسے اندیشہ تھا۔ مگر اس نے پہلے ہی سے طے کر لیا تھا کہ خاندان ہوہین زولرن کا اصل فریضہ یہ ہے کہ پرشیا کا جو حصہ پولینڈ کے قبضہ میں ہے اسے فتح کرے۔ تاکہ پرشیا کے دور افتادہ اضلاع باہم دیگر ملصق ہو جائیں۔ اس لئے وہ کوئی ایسی کارروائی کرنے پر آمادہ نہ تھا جس سے سلطنت پولینڈ کی تباہی و بربادی کا سلسلہ رک جائے۔ سویڈن کی حالت باہمی رنجشوں کی وجہ سے ابتر ہو رہی تھی اور وہ روسیوں کے منصوبوں کو روکنے سے قاصر تھا۔ فلیوری کو بھی یہ معلوم تھا کہ سفارتی چالوں سے کچھ روز کے بعد سویڈن ایک مفید حلیف ہو سکتا تھا مگر فی الوقت بحیرۂ بالٹک کے اطراف کی کسی سلطنت سے فرانس کو قرار واقعی امداد نہیں مل سکتی تھی۔

صفحہ ۹۲

فرانس ٹرکی کی امداد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے

اب صرف ٹرکی باقی تھا جو اپنے جغرافیائی موقع عظیم الشان فوج روس کی قدیم مخالفت اور مشرق کی طرف آسٹریا کی پیش قدمی کے خوف سے بہمہ وجوہ پولینڈ کی آزادی کی حمایت میں فرانس کا شریک ہونے پر آمادہ تھا۔ روس نے ۱۷۲۱ء میں ایک حد تک سویڈن کے حصے بخرے کر دئے تھے اور اب پولینڈ کی تخریب کی فکر میں تھا جس سے فارغ ہونے کے بعد اسے پیٹر اعظم کے طرز عمل کے متابعت میں ٹرکی کی طرف متوجہ ہونے کا موقع مل جاتا۔ اگر روس ٹرکی پر حملہ کر دیتا تو یورپ کی دول عظام میں سے کسی کی امداد کے بغیر ٹرکی روس کی دو لاکھ قواعد داں فوج کا مقابلہ نہ کر سکتا۔ پولینڈ اور ٹرکی کی حالت یکساں تھی اور دونوں کا زوال ایک ہی وقت میں ہوا۔ پرتھ کے معاہدے میں پیٹر نے پولینڈ کے اندرونی

معاملات میں مداخلت نہ کرنے کا اقرار واثق کیا تھا۔ مگر ۱۷۳۳ء میں ٹرکی کو سخت اندیشہ ہوگیا تھا اور عملی کارروائی کرنے کے لئے کافی وجوہ تھیں۔ تاتاری قبائل سے ٹرکی کو ایک زبردست گو غیر قواعدداں فوج مل سکتی تھی قبائل مذکور پر فرانس کا بہت اثر تھا اور ۱۷۳۳ء میں ان کے 'خان' نے فرانسیسی سفیر دلی نیوو کو یقین دلایا تھا کہ اسٹانس لاس کو پولینڈ کے تخت پر متمکن کرنے میں ضرور مدد کریگا انگلستان کی غیر جانب داری وائینا کے دربار اور خصوصاً پرنس یوجین کو سخت ناگوار گزری کیونکہ اسے یقین کامل تھا کہ دول بحری کی امداد کے بغیر آسٹریا کا شاہی خاندان اُس اتحاد کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا جو اس کے خلاف قایم ہوگیا تھا اور چند خطوط میں جو جارج دوم کے ملاحظے میں پیش کئے گئے اس نے نہایت واضح طریقے پر بتایا تھا کہ انگلستان کی غیر جانب داری کا شہنشاہت اور یورپ پر کیا اثر ہوگا۔ انگلستان کا پارلیامنٹ عرصۂ دراز سے اس اصول پر عمل پیرا تھا کہ فرانس اور آسٹریا کی قوت میں توازن قائم رہے اور گو وال پول یہ دلیل پیش کرسکتا تھا کہ پولینڈ کے مسئلۂ جانشینی سے انگلستان کو کوئی تعلق نہ تھا مگر اس امر سے انکار نہیں ہوسکتا کہ انگلستان کو فرانس کی درازدستیوں اور اطالیہ کے حشر میں ضرور دلچسپی تھی۔ وال پول کا موجودہ طرز عمل خاندان ہینوور کے وقتی مفاد کے موافق ضرور تھا مگر اس پر یہ اعتراض بھی عائد ہوتا ہے انگلستان اور یورپ کے عام مفاد کے منافی تھا۔ بعض اشخاص کی یہ رائے ہے جو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اگر دول بحری آسٹریا کی تائید کرتیں تو یورپ آسٹریا کی جنگ جانشینی کے مصائب سے بچ جاتا۔[1] شہنشاہ کو اس طور پر اطالیہ اور رائن ندی کے نواح میں بلاشرکت غیرے فرانس ہسپانیہ اور سارڈی نیا کی متحدہ افواج کا مقابلہ کرنا پڑا اور سلطنت ہائے مذکور کا یہ اتحاد فرانس کے پیرانہ سال اور امن پسند وزیر کی ساعی صفحہ ۹۷

[1] Ranke, English History Principally in the 17th Century Vol. V., p. 238; Coxe House of Austria, Vol.iii. p. 133; Heeren, Historical treatieses, p. 299.

کا نتیجہ تھا۔

سنہ ۱۷۳۳ء میں ولی نیو دنے ترکوں کو عملی کارروائی کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن گو فلیوری نے خفیہ طور پر اس ٹانس لاس کو پولینڈ روانہ کردیا تھا اور یہ اعلان کردیا تھا کہ اگر پولینڈ کے معاملات میں کوئی مداخلت ہوئی تو فرانس اسے نقض امن کے مساوی خیال کریگا مگر باب عالی نے جواب دیا کہ کوئی فوجی کارروائی اس وقت نہیں ہو سکتی جب تک کہ فرانس آسٹریا کے خلاف میں اعلان جنگ نہ کرے اور ٹرکی کے ساتھ ایک مدافعانہ اتحاد کرے۔ مگر فلیوری کلیسا کا ایک رکن رکین تھا اس لئے وہ لوئی چہارم کی طرح ترکوں سے اتحاد پیدا کرنا پسند نہ کرتا تھا کیونکہ انھیں وہ کافر خیال کرتا تھا، ترکوں کو اندیشہ تھا کہ روس اور آسٹریا اُن کے ملک پر مشترک حملہ کردینگے اور چند سال کے بعد یہی ہوا۔ اس لئے انھوں نے اس معاملے میں جنبش کرنے سے قطعاً انکار کردیا جب تک کہ فرانس یہ وعدہ نہ کرے کہ باب عالی اور روس کی جنگ کے درمیان میں آسٹریا سے صلح نہ کی جائیگی۔ بونی ول پاشا نے بھی جو مسلمان ہوکر باب عالی کی سلک ملازمت میں داخل ہو گیا مشورہ دیا کہ ترکی اور فرانس کے درمیان میں ایک گہرا اتحاد ہو جانا چاہئے جسمیں سویڈن بھی شریک ہو جائیگا اور اس کا خیال تھا کہ انگلستان کو بھی بہت جلد صفحہ ۹۸
معلوم ہوجائیگا کہ ایشیا کے دور دراز ممالک میں روس بہت جلد اس کا رقیب ہونے والا ہے جو کوہ قاف اور بحیرۂ خزر کو طے کرکے ہندوستان کی تجارت کو اپنے قبضے میں لائیگا اور مشرق بعیدہ میں تسلط حاصل کرے گا۔ اگر ایک عظیم الشان مغربی اتحاد قائم ہو جائے اور انگلستان ہالینڈ اور ہسپانیہ بھی اس میں شریک ہو جائیں تو سلطان روم کے مقبوضات بالکل محفوظ ہو جائینگے۔

مگر ہسپانیہ اور فرانس کی اطالیہ اور اپنی اپنی نو آبادیوں کی ترقی کے متعلق خاص اغراض پیش نظر تھیں جو سلطنت ٹرکی کی استقامت کے مقابلے میں انکے خیال میں زیادہ اہم تھیں۔ باب عالی کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے سے جو فوائد ہوتے ان کا احساس فلیوری کو بدقت تمام ہوا۔ مگر روس خوب سمجھ گیا تھا کہ اگر اس کے عقب یعنی جنوب مشرق سے حملہ ہو جائے تو پولینڈ

فلیوری صورت حال کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔

میں وہ جس کارروائی میں مشغول تھا وہ رک جائیگی۔ اس لئے اس نے ایک سفارت نادرشاہ کے پاس روانہ کی جس کا مقصد یہ تھا کہ ٹرکی اور ایران میں جنگ چھڑ جائے جس میں ٹرکی پولینڈ کے مسئلہ جانشینی کے طے ہونے تک مشغول رہے۔ روس نے ایران کو افسر انجنیر سپاہی اور آلات حرب روانہ کئے اور ۱۷۴۱ء تک نادرشاہ روس کا حلیف اور گہرا دوست تھا۔ اکٹوبر میں روس اور آسٹریا کے اثر سے

ڈین زگ کا محاصرہ

آگس ٹس سوم کا انتخاب ہوا اور اس کے بعد ہی روسی فوجوں نے ڈین زگ کا محاصرہ کرلیا جو اکٹوبر ۱۷۳۳ء سے جون ۱۷۳۴ء تک قائم رہا اور شمال کی جنگ کا یہ اہم ترین واقعہ ہے۔ اگر اثناء محاصرہ میں ترک جنوب کی طرف سے پولینڈ میں داخل ہوگئے ہوتے تو اس ملک کے باشندے اس ٹانس لاس کی حمایت پر آمادہ ہوکر لڑنے کو تیار ہوجاتے اور ڈین زگ بھی بچ جاتا اور اگر ترکی مطالبات کے جواب میں فلیوری نے چند سطریں لکھکر انھیں تسلیم کرلیا ہوتا تو اس ٹانس لاس کی امداد کے لئے دو لاکھ ترکی سپاہی آجاتے۔ مگر فلیوری نے کسی قطعی کارروائی کے کرنے سے انکار کردیا اور صرف سویڈن کو محصور شہر کی امداد کے لئے کمک روانہ کرنے پر آمادہ کرنے پر اکتفا کیا مگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی کیونکہ سویڈن نے ڈین مارک کے خوف سے جنبش کرنے سے انکار کردیا۔ چند جہاز اور تین پلٹنیں ڈین زگ کی امداد کے لئے روانہ کی گئیں اور گو ان سے کوئی خاطر خواہ نتائج مرتب نہ ہوئے مگر ایک دل چسپ واقعہ البتہ ظہور میں آیا۔ یہ جہاز واپس ہوکر کوبن ہیگن پہونچے صفحہ ۹۹
جہاں کاونٹ پلیے لو فرانس کی طرف سے سفیر تھا۔ اس نے جہازوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لیلی اور ڈین زگ کی طرف روانہ ہوکر روسیوں پر حملہ آور ہوا اور بالآخر مارا گیا۔ فرانسیسی اور روسی افواج کا زمانہ حال کی تاریخ میں یہ پہلا مقابلہ تھا۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ ترکوں کو وہ تحریری اقرار بھیجا جائے جس کے وہ طالب تھے یعنی "جب تک کہ دولت عثمانی کی سلامتی کا تیقن نہ ہوجائے فرانس ہرگز صلح نہ کرے گا" مگر فلیوری نے حسب عادت اس اقرار نامے کو خشکی کی راہ سے جلد تر طریقے سے بھیجنے کے بجائے سمندر کی راہ سے بھیجا اور جس جہاز میں یہ اقرار نامہ بھیجا گیا تھا ۴۶ روز تک سمندر میں چکر لگانے کے بعد ۱۰ر جولائی کو قسطنطنیہ پہونچا مگر ۲۳ر جولائی کو

ڈین زک کا سقوط ہو چکا تھا اور اسٹانس لاس نے بھاگ کر پرشیا میں پناہ لی [1]
مگر درحقیقت فلیوری کو پولینڈ کے سابق بادشاہ سے زیادہ ہمدردی نہ تھی اور پولینڈ کی تاریخ کے اس نازک زمانے میں وہ لوئی پانزدہم کے خیالات کو پولینڈ کی طرف سے پھر اطالیہ میں فرانسیسی کامیابیوں کی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ ۱۷۳۴ء کے آخری مہینوں میں، ترک ایرانی جنگ کو ختم کرنے کی تدبیروں میں مصروف تھے اور سویڈن بھی حملہ آور ہونے کو تیار تھا۔ مگر فلیوری باب عالی کی سہل انگاری سے ناراض ہو گیا تھا اور باب عالی کے خلوص نیت پر بھی اسے اعتماد نہ تھا اس لیئے اس نے اسٹانس لاس کے لئے روس سے راست نامہ و پیام شروع کر دیئے اور ۱۷۳۵ء میں فرانس نے ترکوں کے روس پر حملہ آور ہونے کے قصد سے نفع اٹھانے سے انکار کر دیا۔ مگر چھ مہینے بے سود گفت و شنید میں ضائع ہو گئے۔ ان چھ مہینوں کے بعد اسٹانس لاس کی کامیابی کی رہی سہی امید بھی ہمیشہ کے لیئے جاتی رہی اور روسیوں کا طرز عمل پولینڈ میں کامیاب ثابت ہوا۔ چارلس ششم کو بھی کچھ کم کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ آگسٹس سوم نہ صرف پولینڈ کے تخت پر متمکن ہو گیا بلکہ اس نے چارلس کے انتظام جانشینی (Pragmatic Sanction) کی بھی ضمانت کر دی اور کورلینڈ کو روس کے سپرد کر دیا تاکہ وہ شہنشاہ بیگم این کے محبوب بی رین کے لیئے ایک ریاست (ڈچی) بنا دی جائے۔ چارلس کو یہ کامیابی پولینڈ میں ایک آسٹروی سپاہی کے بھیجنے کے بغیر حاصل ہوئی۔

پولینڈ میں آسٹریا اور روس کی کامیابی۔

پولینڈ کی جنگ جانشینی سے مشرقی یورپ میں فرانس کا اثر بہت کچھ زائل ہو گیا اور ترکی کے حکام کو بھی اس کے نتائج سے متنبہ ہو جانا چاہیئے تھا فلیوری کی متلون مزاجی اور اس کی باہم متناقض کارروائیوں سے اور ۱۷۳۴ء کے اواخر میں ترکوں کی سہل انگاری سے اسٹانس لاس کا قلع قمع ہو گیا اور مشرق میں فرانس صفحہ ۱۰۰

[1] Vandal, Une Ambassade Francaiseen Orient Small Louis XV
PP.243 – 5.

کی قوت کو ایک ایسا زخم کاری لگا جس سے وہ کبھی سنبھل نہ سکی اِس وقت سے پولینڈ کے شیرازے کا بکھر جانا یقینی ہوگیا اور فرانس اِس کو روکنے سے معذور تھا۔ باب عالی کو بھی اپنے عدم استقلال اور ناعاقبت اندیشی کا خمیازہ بھگتنا پڑا کیونکہ پولینڈ کی جنگ جانشینی کے ختم ہوتے ہی روس اور آسٹریا نے ملکر اس پر حملہ کردیا اور اسے معلوم ہوگیا کہ پولینڈ اور ترکی کا حشر یکساں ہوگا۔

مگر مغرب میں معاملات اس کے برعکس تھے جہاں فرانس ہسپانیہ اور سارڈی نیا کو چارلس ششم اور شہنشاہت کے مقابلے میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ اطالیہ میں

فرانس کی کامیابیاں اطالیہ میں اور رائن پر۔

آسٹروی حکومت کبھی ہردل عزیز نہ تھی۔ اطالی فوجیں برخاست کردی گئی تھیں اور اطالیہ کے مفاد مختلف طریقوں سے آسٹریا کے مفاد پر قربان کئے جاتے تھے، لوم بارڈی اور بر ہر دو ریاست ہائے سسلی میں بےچینی پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے سارڈی نیا یا ہسپانیہ کے مقابلے میں آسٹریا کو کامیابی کی کم امید ہوسکتی تھی شہنشاہ نے یوجین کے مشورے کے برخلاف اپنی اس فوج کے بیشتر حصے کو جو ٹسکنی اور سسلی میں موجود تھی پولینڈ کی سرحد پر منتقل کردیا تھا اور من سیوہ میں صرف بارہ ہزار آسٹروی سپاہی رہگئے تھے۔ ۱۷۳۳ء کی خزاں میں چارلس ایمانویل نے میلان پر قبضہ کرلیا اور ولار ایک فرانسیسی فوج لیکر اس کی کمک کے لئے پہونچ گیا۔ ولار کو اب تورین کی طرح مارشل جنرل کا خطاب مل گیا تھا۔ چارلس ایمانویل نے فرانسیسی فوج کی امداد سے میلان کے تمام علاقے پر قبضہ کرلیا اور رین توا کے علاقے پر حملہ آور ہوا۔ ہسپانیوں نے بھی کچھ کم سرگرمی نہیں دکھائی اور ۱۷۳۴ء کے موسم بہار میں وہ ٹسکنی کے ساحل سے روانہ ہوئے اور پوپ کی ریاستوں میں سے گزرکر نیپلز پہونچ گئے اور چارلس ششم کی طرح انھوں نے بھی اطالیہ کو چاک (Chalk) سے ایک ٹکڑے سے فتح کرلیا۔ مونٹ مار نے آسٹریوں کو بتوں تو میں ۲۷ مئی ۱۷۳۵ء میں شکست دی۔ مئی ۱۷۳۵ء میں ہسپانیوں نے سسلی پر حملہ کیا اور اسی سال جولائی میں ڈان کارلوس کی رسم تاج پوشی پیلرمو میں منائی گئی۔ ہر دو ریاست ہائے سسلی اب فتح ہوچکی تھیں اور ڈان کارلوس نے ایک شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی تھی صفحہ ۱۰۱

جو ہمارے زمانے تک قائم تھا۔

شمالی اطالیہ میں ہسپانیوں کو اس قدر کامیابی نہیں ہوئی اور سارڈی نیا کے بادشاہ کی مخالفت سے انکی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ ہسپانیہ کی خواہش تھی کہ اسے اطالیہ میں پھر تفوق حاصل ہو جائے اور ایلی زابیتھ فارنیس مین توا کو اپنے تصرف میں لانا چاہتی تھی چارلس ایمانوئیل کی خواہش تھی کہ یہ علاقہ یا تو اسے خود مل جائے یا باویریا کے ایلیکٹر کو اور ایلی زابیتھ فارنیس کے بیٹوں کا اطالیہ میں اپنے قدم جمالینا بھی اسے ناگوار تھا۔ ٹسکنی کی ایک خود مختار ریاست کے قیام پر وہ لومبارڈی میں آسٹروی حکومت کے باقی رہنے کو ترجیح دیتا تھا۔ اس کے متعلق جب فلیوری اس کا اطمینان نہ کرسکا تو اس نے مین توا کا محاصرہ کرنے سے انکار کر دیا اور ولار بھی سپہ سالاری سے مستعفی ہو کر الگ ہو گیا اور بردک کے انتقال کے پانچ روز بعد ۹۲ سال کی عمر میں جون ۱۷۳۴ء میں ٹیورن میں مر گیا۔

ہسپانیہ اور سارڈی نیا کے مقاصد میں تخالف

اسی مہینے میں پارما کی جنگ ہوئی۔ فرانس اور سارڈی نیا کی فوج ولار کے جانشین کو آگ نی کے زیر کمان فتوحات حاصل کر رہی تھی۔ مرسی مارا گیا اور ستمبر میں کونگزایگ کو گواس تالا میں شکست ہوئی۔ ۱۷۳۵ء میں انگریزوں اور ڈچ کے ثالثانہ طرز عمل کی وجہ سے ہسپانیہ سارڈی نیا اور فرانس کے درمیان عارضی طور پر مصالحت ہو گئی اور ایک ہسپانی فوج شمال کی طرف روانہ ہوئی۔ مین توا کا محاصرہ شروع کر دیا گیا مگر اب ہسپانی کامیابیاں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھیں۔ مین توا کے محاصرہ میں فرانسیسیوں نے کو آگ نی کے جانشین نوایل کی سر کردگی میں انکی مدد کی مگر شاہ سارڈی نیا دور دور رہا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ میں دونوں بوربون سلطنتوں یعنی ہسپانیہ اور فرانس کے بیچ میں پس جاؤنگا۔ اس نے اب اپنے خاندان کے ۱۰۲
مسلمہ طرز عمل کو اختیار کر کے بلا علم اپنے حلیفوں کے شہنشاہ سے در پردہ گفت و شنید شروع کر دی تھی۔ اسی بنا پر اس نے ہسپانیوں کو توپخانہ دینے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے انھیں لیگ ہارن اور نیپلز سے توپیں کھینچ کر لانی پڑیں اس پر یہ طرہ ہوا کہ فلیوری نے عام حالات کا لحاظ کر کے بغیر اپنے حلیفوں سے مشورہ کئے

شہنشاہ سے مصالحت کرلی جس سے مین تواکے سقوط کی رہی سہی امید بھی جاتی رہی ؛ ۱۷۳۳ء اور ۱۷۳۴ء میں رائن کی معرکہ آرائیوں میں فرانس کو کامیابی ہوئی اور بروک نے باوجود اپنی پیرانہ سالی کے لارین اور ٹریوز کی الیکٹوریٹ پر تسلط حاصل کرلیا تھا اور کیتھیل پر قبضہ کرکے فلپس برگ کا محاصرہ کررہا تھا جہاں وہ ولار کے انتقال کے پانچ روز قبل مارا گیا۔ فلپس برگ پر باوجود یوجین اور ایک لاکھ شہنشاہی فوجوں کے موجود ہونے کے فرانس کا قبضہ ہوگیا مگر جرمنی میں اس کی شاندار کامیابیوں کی یہ انتہا تھی اور فلیوری نے چارلس ششم سے مصالحت کرنے میں دانشمندی کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پراٹسٹنٹ الیکٹر بھی شہنشاہ کی امداد کے لئے اپنی فوجیں بھیجنے لگے تھے اور کونگز لیگ کی امداد کے لئے تازہ دم فوجیں بھیجی گئی تھیں اس کے علاوہ سولہ ہزار روسی زار نیا اینی کے حکم سے جرمنی کو طے کرتے ہوئے آسٹریوں کی مدد کے لئے پہونچ گئے تھے اور یوجین کے ایک نائب سکندر روف نے فرانسیسیوں کو کلاسین میں شکست دی تھی۔ فلیوری کو ہر وقت یہ خوف لگا ہوا تھا کہ انگلستان اور ڈین مارک شہنشاہ کو فائدہ پہونچانے کے لئے کسی طرف سے حملہ نہ کردیں۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ شہنشاہ اور ریاتی نیو کے درمیان گفت وشنید کا سلسلہ جاری ہے اور ریاتی نیو الیزابیتھ فارنیس کی جانب سے یہ کوشش کررہا ہے کہ میریا تھیریسا کی شادی ڈان کارلوس سے ہوجائے۔ سارڈی نیا پر تو مطلق اعتماد نہ ہوسکتا تھا جس نے ایس کیوریل (الفقصر) کے صلح نامے کی شرائط سے انگلستان کو آگاہ کردیا تھا۔ ۵ اکٹوبر کو فرانس اور آسٹریا کے درمیان وائنا کے تیسرے صلح نامے کی ابتدائی شرائط پر دستخط ہوگئی گو قطعی صلح نامے کی ترتیب ۱۸ نومبر ۱۷۳۸ء کو ہوئی۔ اس ٹانس لاس پولینڈ کے تخت سے دست کش ہوگیا جسکے صلے میں اسے بار کی ڈچی عنایت ہوئی اور اس سے یہ بھی وعدہ کیا گیا کہ ٹسکنی کے گرینڈ ڈیوک کے انتقال کے بعد جب وہ ریاست ڈیوک لارین کو ملیگی تو لارین کی ریاست (ڈچی) اسے تاحین حیات دیدی جائیگی۔ صفحہ ۱۰۳ ڈان کارلوس کو ٹسکنی کے معاوضے میں ہر دو ریاست ہائے سسلی عطا ہوئیں اور اس کے علاوہ جزیرہ البا اور ٹسکنی کی بندرگاہیں بھی دیدی گئیں۔ ڈان کارلوس پارما اور پیاسین زا کی ریاستوں سے

بھی دست بردار ہو گیا جو پھر شہنشاہ کے حوالے کر دی گئیں جیسے میلانیز کا علاقہ بھی
پھر مل گیا سوائے نووارا اور تورتونا کے جو چارلس ایمانوئیل کے حصے میں آئے
فرانس نے آسٹریا کے انتظام جانشینی (Pragmatic Sanction)
کی ضمانت کر دی اور یہ طے ہوا کہ اس ٹانس لاس کے انتقال کے بعد بار اور
لارین کی ریاستیں اس کے حصے میں آئیں۔

۱۲ فروری ۱۷۳۶ء کو میریا تھیریسا کی شادی فرانسس اسٹیفن ڈیوک لارین
سے ہوئی جسے جیان گاسٹون ڈیوک اعظم ٹسکنی کے انتقال (جون ۱۷۳۷ء) کے بعد لارین
کے معاوضے میں ٹسکنی کی ریاست مل گئی۔ ۲۱ اپریل ۱۷۳۶ء کو پرنس یوجین نے
۷۲ سال کی عمر میں انتقال کیا جو اپنے حسن اخلاق اور کمالات دماغی کی وجہ سے
سالہا سال تک وائنا کے دربار کا سربرآوردہ ترین رکن اور غالباً اس زمانہ کے
مدبرین میں کوئی اسکا ہمسر نہ تھا۔ اس کی سیاسی زندگی آسٹریا
کی تاریخ کے شاندار ترین زمانے میں گزری تھی اور اسی
پیش بین مدبر نے چارلس ششم کو یہ مشورہ دیا تھا کہ ترکوں کا سر کچلنے میں اپنا پورا
زور لگا دے اور ڈینیوب کے کنارے دور تک آسٹریا کے حیطہ اثر کو وسعت
دے۔ انتظام جانشینی کے متعلق اسے بالکل اطمینان نہ تھا گو اس انتظام کو جو کچھ کامیابی
ہوئی وہ اُسی کی حسن تدبیر کی بدولت ہوئی۔

یوجین کا انتقال ۱۷۳۶ء

آس ٹینڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کی انگلستان نے مخالفت کی تھی جس کی وجہ سے
وہ بادل ناخواستہ ریپرڈا کی تجاویز کی تائید پر مجبور ہو گیا تھا مگر ہسپانی اتحاد
کو وہ پسند نہ کرتا تھا اور انگریزوں سے خوشگوار تعلقات رکھنے کا حامی تھا۔
اسے یقین کامل تھا کہ آسٹریا نے پولینڈ کی جنگ جانشینی میں شرکت کرنے
میں غلطی کی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اُس کی وجہ سے مغرب میں فرانس اور ہسپانیہ
کو نفع ہو گا۔ انگلستان نے اس آڑے وقت میں آسٹریا کا ساتھ چھوڑ دیا تھا جو اسے
سخت ناگوار ہوا۔ اسکی یہ بھی رائے تھی کہ میریا تھیریسا کی شادی باویریا کے شہزادے
سے ہو اور لارین کبھی فرانس کو نہ دینا چاہیے۔ اگر اسکی رائے کے مطابق باویریا کے شہزادے
سے شادی ہوتی تو آسٹریا کی قوت جرمنی میں بے حد مستحکم ہو جاتی اور آسٹریا کی جنگ جانشینی غالباً

صفحہ ۱۰۴

ہرگز نہ ہوتی [1]۔ یوجین کے انتقال کی وجہ سے آسٹریا ایک اعلےٰ درجے کے سپہ سالار اور مدبّر کی خدمات سے محروم ہو گیا اور اس کے انتقال کے بعد ملک میں جو انحطاط شروع ہوا وہ خود اس کی دانشمندی اور فراست پر دلالت کرتا ہے۔ یوجین کا جانشین بارٹین سٹین ہوا جسے سفارتی اور قانونی معاملات میں زیادہ دسترس تھا مگر اعلیٰ درجہ کا مدبّر نہ تھا۔ عرصے کے بعد جب کانٹز کا عروج ہوا تو خاندان ہیپس برگ کو ایک ایسا مدبّر ملا جس کے حسن تدبیر سے آسٹریا کو نفع ہوا۔

فرانس کی حکومت میں بھی اہم تغیرات عمل میں آئے۔ شووےلین فرانسیسی حکومت کی جنگ میں شریک ہونے کا زیادہ تر باعث ہوا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ اطالیہ جرمنیوں کی حکومت سے آزاد کر دیا جائے۔ کارڈنل فلیوری کی امن پسندی کا وہ مخالف تھا اور اسی کے مساعی سے لارین کے متعلق انتظامات ہوئے۔ ۲۰ فروری ۱۷۳۷ء کو وہ فلیوری کے ایما سے معزول کر دیا گیا اور اپنے علاقے میں خانہ نشین ہونے پر مجبور کیا گیا۔ فلیوری نے اس پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ در پردہ ہسپانیہ اور انگلستان کے ساتھ نامہ و پیام کر رہا تھا۔ اس کا جانشین امے لُودی شےلُو ہوا جو جون ۱۷۴۴ء تک برسر اقتدار رہا۔ شووےلین کے زوال کے بعد فرانس میں جنگ پسند جماعت کچھ روز کے لئے مضمحل ہو گئی اور شہنشاہ چارلس ششم کے انتقال تک سر نہ اٹھا سکی۔

شووےلین کا زوال ۱۷۳۷ء

ہسپانیہ میں ابتدائی صلح نامے پر دستخط ہو جانے سے سخت ناراضی پھیل گئی۔ ایلی زابیتھ کو فرانسیسیوں سے ہمیشہ نفرت تھی اس لئے اب وہ انگریزوں سے ساز باز کرنے کی فکر میں ہو گئی۔ ڈان کارلوس کی میریا تھیری سا سے شادی نہ ہونے اور شمالی اطالیہ کے متعلق اس کی تجاویز کے بارآور نہ ہونے سے اسے سخت مایوسی ہوئی تھی اس لئے اس نے بالاعلان کہنا شروع کیا کہ فرانس نے ہسپانیہ کو سخت دھوکا دیا۔ چارلس ایمانوئیل بھی فرانس کی بدعہدی سے سخت برافروختہ تھا اور فلیوری کے عذرات کی سماعت سے اس نے انکار کر دیا۔ ۱۷۳۶ء میں اطالیہ کی حالت نہایت

[1] Von Arneth, Prinz Eugen von Savoyen.

ناقابل اطمینان تھی فرانسیسی ہسپانی اور شہنشاہی سپہ سالاروں میں موافقت نہ تھی اور ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں ان سپہ سالاروں میں چھیڑ چھاڑ نہ ہو جس سے آتش جنگ پھر مشتعل ہو جائے۔ ۱۸ مئی ۱۷۳۶ء کو ہسپانیہ نے دانیا کے ابتدائی صلحنامے کو تسلیم کر لیا اور ۳ نومبر کو پاتی نیو نے انتقال کیا۔ اس عاقبت اندیش بے غرض جفاکش اور باتدبیر وزیر کا ہسپانیہ بہت کچھ مرہون منت

پاتی نیو کا انتقال ۱۷۳۶ء

تھا اور اس کے عہد وزارت میں ملک میں سرعت کے ساتھ ترقی ہوئی۔ تفصیلی امور سے بخوبی واقفیت رکھنے کے ساتھ ہی ہسپانیہ کی حقیقی ضروریات پر بھی اس کی نظر غائر تھی اور وہ خوب سمجھے ہوئے تھا کہ معاملات خارجیہ اور نوآبادی کے متعلق طریق عمل کیا ہونا چاہئے۔ ایلی زابیتھ فارنیس کے مزاج میں اسے دخل تھا مگر اپنے اس اثر سے اس نے ہمیشہ ہسپانیہ کے فلاح و بہبودی کے لئے کام لیا۔ فلیوری اور وال پول کی طرح اس کا بھی شمار اس زمانے کے سربرآوردہ امن پسند وزیروں میں ہے۔ فلیوری کی طرح وہ بھی اپنی مرضی کے خلاف پولینڈ کی جنگ جانشینی میں شریک ہوا تھا اور فلیوری کی طرح اسے بھی اس جنگ کے بعد اپنے ملک کے اثر اور مقبوضات کو بڑھانے میں کامیابی ہوئی۔ اس کا جانشین لاکوادرا ہوا جو بعد میں مارکوس ولاریاس کے نام سے مشہور ہوا اور ہسپانیہ کی حکومت بالکلیہ ہسپانیوں کے ہاتھ میں آگئی ؎

پولینڈ کی جنگ جانشینی ختم ہو چکی تھی اور اب امید ہو چلی تھی کہ یورپ کو کچھ روز کے لئے امن نصیب ہوگا۔ چارلس ششم کی فوجوں کو میدان جنگ میں ہزیمت ہوئی تھی مگر نتائج کے لحاظ سے اسے کامیابی ہوئی کیونکہ اسکا نامزد کردہ امیدوار پولینڈ کا بادشاہ ہو گیا تھا اور لوئی پانزدہم اور آگسٹس سوم نے اس کے انتظام جانشینی کو تسلیم کر لیا تھا۔

پولینڈ کی جنگ جانشینی کی یورپ میں اہمیت

لارین کی ڈچی شہنشاہت کے قبضے سے نکل گئی تھی مگر اس کے ڈیوک کو جو میریا تھریسا کا شوہر تھا ٹسکنی کی ریاست مل گئی تھی اور اب آسٹریا کے مقبوضات میں شامل ہو گئی تھی چارلس ششم کو ہر دو سلطنت ہائے سسلی اور ٹسکنی کی بندرگاہوں سے دست بردار ہونا پڑا تھا مگر پارما اور پیاسین زا پر اسکا قبضہ

پھر ہو گیا تھا جسکی وجہ سے اطالیہ میں اس کے مقبوضات مستحکم ہو گئے تھے۔ فرانس اور ہسپانیہ کے بوربون بادشاہ سب سے زیادہ نفع میں رہے۔ فلیوری نے لارین کی جانشینی حاصل کر کے فرانس کے لئے ایک نہایت ہی بیش بہا علاقہ حاصل کر لیا تھا اور ہسپانیہ نے اطالیہ میں نہ صرف ایک سلطنت فتح کر لی تھی اور ایک شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی تھی بلکہ یورپ پر ثابت کر دیا تھا کہ اس کے سپاہیوں کی شجاعت اور فن سپہگری میں کوئی فرق نہیں آیا تھا بشرطیکہ انھیں مونٹ مار ایسے سپہ سالار مل جائیں۔ بعض وجوہ کے سبب سے ہسپانیہ اور فرانس کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی تھی مگر تمام دنیا کو معلوم تھا کہ فرانس اور ہسپانیہ کے بوربون بادشاہ باہم متحد ہیں اور فرانس کے انقلاب تک انگلستان کے مدبروں کو ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ یہ دونوں سلطنتیں متحد ہو کر یورپ پر غلبہ حاصل کر لینگی؛ صفحہ ۱۰۶

دوران جنگ مذکور میں آسٹریا اور روس کے اتحاد کی اعلےٰ درجہ کی اہمیت ثابت ہو چکی تھی کیونکہ ان دونوں دولتوں نے پولینڈ میں اپنے منصوبوں کو پورا کر لیا تھا اور یورپ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ رائن ندی پر روسی فوجوں کی موجودگی سے یورپ کی سلطنتوں کو روسی اتحاد کی قدر و قیمت معلوم ہو گئی جسکی وجہ سے مصالحت میں غالباً عجلت ہوئی۔ پولینڈ میں صلح نامہ جات تقسیم کے عہد کی پہلی منزل ہے اور سویڈن کے انحطاط، روس اور پرشیا کے عروج اور روس اور آسٹریا کے اتحاد کی وجہ سے پولینڈ میں زوال میں زیادہ دقت باقی نہ تھا۔ آسٹریا نے اب محسوس کر لیا تھا کہ پولینڈ اور رسائی پر شیا میں اس کی اغراض اسیقدر اہم ہیں جتنی کہ اطالیہ میں پرشیا کے طرز عمل کا اصل اصول اب یہ ہو گا کہ کسی ایسے موقع کو نظر انداز نہ کیا جائے جس سے اس کے منتشر مقبوضات باہدیگر متصل ہو جائیں۔ اس جنگ میں سوائے نے حسب عادت غداری سے کام لیا تھا اور اس غداری کے صلے میں اسے شمالی اطالیہ میں جدید مقبوضات حاصل ہو گئے تھے؛

اس جنگ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آسٹریا اور پرشیا کے تعلقات ناخوشگوار

ہوتے جاتے ہیں۔ فریڈرک ولیم نے اپنے عہدناموں کی شرائط کے مطابق دس ہزار سپاہی شہنشاہی فوج کی امداد کے لئے روانہ کئے تھے مگر پولینڈ کے واقعات سے وہ سخت ناراض ہوگیا کیونکہ مصالحت کے نامہ و پیام میں اسکا بالکل خیال نہ کیا گیا جسکی وجہ سے اس نے اعلان کردیا کہ آسٹریا اور روس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ جورلج اور برگ کی جانشینی کے متعلق اسے شہنشاہ کی طرف سے بہت خدشہ تھا اور جنگ کے بعد اسکے اور شہنشاہ کے درمیان سخت کشیدگی ہوگئی ؛

سترھویں صدی کے اواخر میں آسٹریا کے عاقبت اندیش مدبروں نے محسوس کرلیا تھا کہ بران ڈین برگ کی ریاست خاندان ہیپس برگ کی رقیب ہو جائیگی۔ پولینڈ کی جنگ جانشینی سے انکے شبہے پختہ ہوگئے تھے اور اس رقابت کے بڑھنے کی یہ ایک خاص منزل تھی۔ اس جنگ کے چند سال بعد آسٹریا اور پرشیا کے درمیان سلسلہ جنگ و جدال شروع ہوا جس سے یورپ کی تاریخ کا ایک نیا عہد شروع ہوتا ہے ؛ صفحہ ۱۰۷

پولینڈ کی جنگ جانشینی سے قریب قریب یورپ کی ہر ایک اہم سلطنت متاثر ہوئی۔ سسلی اور نیپلز کے ایک بادشاہ کے تحت میں متحد ہو جانے اور سارڈینیا کی سلطنت کی ترقی سے یہ جنگ اطالیہ کے لئے خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اسکے علاوہ روس کے اثر کی روزافزوں ترقی کا ثبوت ہو چکا تھا۔ خاندان بوربون کی اہمیت تسلیم کرلی گئی تھی اور مسئلہ شرقی کی اہمیت اب یہ ہوگئی تھی کہ یورپ کی ہر ایک وزارت اسکی طرف متوجہ تھی ؛

دائنا کے تیسرے صلحنامہ سے امید تھی کہ یورپ میں عرصہ تک امن رہیگا مگر ۱۷۳۶ء کے اختتام کے قبل ہی مشرق میں جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ ہوگیا تھا اور ۱۷۳۸ء میں انگلستان اور ہسپانیہ بظاہر جنگ کے لئے تیار ہو رہے تھے ؛

باب پنجم

شمالی اور مشرقی یورپ

سنہ ۱۷۱۵ء تا ۱۷۴۰ء

مسئلہ مشرقی۔ ٹرکی کی جنگ آسٹریا اور وے نِس سے صلح نامہ پاساروو ٹز۔ ٹرکی اور ایران۔ نادر شاہ۔ ٹرکی اور ایران کی جنگ۔ جنگ مذکور کی اہمیت یورپ میں سنہ ۱۷۲۶ء کا صلح نامہ روس اور آسٹریا کے درمیان۔ کیتھرین اول، پیٹر ثانی اور اینی ایوانووناسنہ ۱۷۳۶-۱۷۳۹ء کے ٹرکی کی جنگ کے اسباب۔ مارشل میونخ۔ جنگ ٹرکی سنہ ۱۷۳۶ء کا آغاز۔ آسٹریا روس کی شرکت کرتا ہے سنہ ۱۷۳۷ء سنہ ۱۷۳۹ء کی معرکہ آرائیاں۔ ولی نیوو کی سفارتی کارروائیاں۔ سویڈن کی سیاسی حالت سنہ ۱۷۳۸ء کا ڈایٹ اور فرانسیسی اتحاد۔ آسٹریا روس کا ساتھ چھوڑتا ہے بلغراد کا صلح نامہ فرانسیسی سفارتی کارروائیوں کی کامیابی۔

سنہ ۱۷۳۶ء میں جو جنگ شروع ہوئی اور سنہ ۱۷۳۹ء تک جاری رہی اس میں ایک طرف تو تنہا ٹرکی تھا اور دوسری طرف آسٹریا اور روس تھے۔ اس جنگ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ شمالی اور مشرقی یورپ میں اس وقت کس قسم کے اثرات غالب تھے۔ اس جنگ کے دوران میں فرانس کے جو تعلقات ٹرکی سے تھے ان کی اہمیت کا امتحان ہوگیا اور سویڈن کے انحطاط اور اس کی حکومت کے ضعف کا بھی کافی ثبوت ہوگیا۔ مشرق اور مغربی یورپ کے معاملات کا باہم دیگر تعلق رکھنا بھی اب صاف ظاہر تھا اور روس کی موجودہ ممتاز حیثیت اور آسٹریا سے

اتحاد رکھتا گویا پیش خیمہ تھا ان کے مابعد کے باہمی اتحاد کا جو جنگ ہفت سالہ میں پرشیا کے خلاف ہوا اور ۱۷۸۰ء میں ٹرکی کے خلاف۔ لیکن یہہ جنگ زیادہ تر اہم اس وجہ سے تھی کہ یورپ کو اسی زمانہ سے اس مسئلہ کی طرف متوجہ ہونا پڑا جو صلح نامۂ کے نارڈجی کے بعد سے "مسئلہ مشرقی" کے نام سے موسوم ہے

مسئلہ مشرقی

سترھویں صدی کے اواخر سے روس اور آسٹریا نے ٹرکی کے مقبوضات کے بعض حصص پر قبضہ کرنے کا مصمم قصد کرلیا تھا صفحہ ۱۰۹

سلطان کی سلطنت کے حصے بخرے کرنے کے منصوبے علانیہ ہونے لگے تھے اور ۱۶۹۹ء میں کارلووٹز کے صلح نامے سے سلطنت ٹرکی کی باضابطہ تخریب شروع ہوئی جو ہمارے زمانہ تک جاری ہے مگر آسٹریا نہ تو کافی قوت رکھتا تھا اور نہ متحد تھا اور روس کی قوت بھی ابھی تک مستحکم نہیں ہوئی تھی۔ پیٹر اعظم نے کوشش کی تھی کہ ۱۷۱۱ء میں دولت عثمانی کو ایک ہی ضرب میں ہلادے مگر اس جسارت کا اسے خمیازہ بھگتنا پڑا اور گو پرتھ کے صلح نامے سے وہ خود اور اس کی فوج تباہی سے بچ گئی مگر روسیوں کو اپنے شمالی صحراؤں کی طرف رجعت اختیار کرنی پڑی اور پچیس سال تک ترکوں کو روس سے کوئی خدشہ نہ تھا۔

پاسارووٹز کے صلح نامے (۱۷۱۸ء) کے بعد سے ٹرکی یورپ کی کسی جنگ میں شریک نہ تھا۔ اس صلح نامے سے وہ جنگ ختم ہوئی جس کا اعلان ترکوں نے دسمبر ۱۷۱۴ء میں وے نس کے خلاف کیا تھا تاکہ اپنے ان مقبوضات کو دوبارہ حاصل کرلیں جو اس اطالوی جمہوریہ نے گزشتہ صدی میں ان سے چھین لیے تھے۔

ٹرکی کی جنگ وے نس اور آسٹریا سے

پرتھ کے صلح نامے کے ذریعہ سے ٹرکی نے سلطان احمد ثالث کے عہد حکومت (۱۷۰۳ء تا ۱۷۳۰ء) میں پیٹر اعظم کو شکست دیکر آزوف پر دوبارہ قبضہ کرلیا تھا۔ ۱۷۱۵ء میں وے نس کے خلاف میں اسے اسی قسم کی کامیابی ہوئی اور اس کی فوجوں نے دوبے خطر وزیر علی قمرغی کے زیر کمان موریا کو بہ آسانی فتح کرلیا اور اہل وے نس کو کریٹ سے نکال دیا جنھوں نے آسٹریا سے امداد کی درخواست کی۔ پرنس یوجین نے اس درخواست کی تائید کی اور ۱۷۱۶ء کے اوائل میں آسٹریا نے جمہوریہ وے نس

سے ایک معارضانہ اور مدافعانہ اتحاد کرلیا۔ ٹرکی کے وزیراعظم نے بھی باوجود متعدد مدبروں اور سپہ سالاروں کی مخالفت کے آسٹریا کے خلاف میں اعلان جنگ کردیا مگر وزیراعظم نے اپنی قوت کا اندازہ کرنے میں غلطی کی اور ترکوں کو اس مہم میں ناکامی ہوئی۔ ان کے ایک بیڑے اور فوج نے جزیرہ کارفو پر حملہ کیا جسکی مخافظت بہادر شولین برگ نے کی اور بالآخر آگست ۱۷۱۶ء میں ترک محاصرہ سے دست بردار ہوگئے۔ کسی نے کہا ہے کہ "جمہوریہ وے نس کا یہ آخری شاندار جنگی کارنامہ تھا مگر اس کا سہرا ایک جرمنی سپاہی کے سر ہے"۔

آسٹریا کے خلاف میں ترکوں نے ایک فوج جولائی ۱۷۱۶ء میں مجتمع کی جو پیٹرواردین صفحہ ۱۱۰
کے محاصرے کے لیے روانہ ہوئی۔ دشمن کی فوج سے جو جنرل پالفی کے زیر کمان تھی پہلے مقابلے میں ترکوں کو کامیابی ہوئی مگر ۱۳ راگست کو پیٹرواردین کی جنگ میں پرنس یوجین کو باب عالی کی فوجوں پر قطعی فتح حاصل ہوئی اور پانچ گھنٹوں تک جنگ کے جاری رہنے کے بعد وزیراعظم شہید ہوا اور ترک ہمت ہار گئے۔ بیس روز کے بعد یوجین نے ٹیمس ور کا محاصرہ کیا اور چونکہ ترکوں کو اس کے بچانے میں ناکامی ہوئی اس لیے ۲۸ر نومبر ۱۷۱۶ء کو وہاں کی فوج نے ہتھیار ڈالدیئے۔ اس کے بعد اہل سرویا نے بغاوت کردی اور آسٹریوں کے شریک ہوگئے۔ اس جنگ کا اہم ترین واقعہ بلغراد پر آسٹریا کا قبضہ ہوجانا تھا۔ یوجین نے اسی ہزار سپاہ لیکر اس شہر کا محاصرہ کرلیا جس میں صرف تیس ہزار ترکی فوج تھی مگر یہ لوگ ۱۸ راگست تک اپنے مقام پہ جمے رہے۔ نئے وزیراعظم ابراہیم نے محصور فوج کو کمک پہنچانے کی کوشش کی تھی مگر یوجین نے اسے بھی شکست دی اور بلغراد پر آسٹریا کا قبضہ ہوگیا جس سے تمام یورپ متوجہ ہوگیا۔ باب عالی بھی اب مصالحت پر آمادہ تھا اور انگلستان ہسپانیہ کے دربار کے تیور دیکھکر ترکی اور آسٹریا کے درمیان مصالحت کرادینے کا خواہش مند تھا۔

چارلس ششم پہلے ہی سے سارڈی نیا کو سسلی سے بدل لینا چاہتا تھا اور سارڈی نیا پر البیرونی کے قبضہ کرلینے سے جو پیچیدگیاں پیدا ہوگئی تھیں انکے لحاظ سے وہ چاہتا تھا کہ ترکی سے مصالحت ہوجائے۔ جولائی ۱۷۱۸ء میں پاسارووٹز

صلح نامہ پاسارووٹیز ۱۷۱۸ء

کے صلحنامے پر دستخط ہو گئے۔ وے نس کی جمہوریہ صوبہ موریا اور اضلاع نیزارین آوٹو ووا اور زوب زی سے دست کش ہو گئی اور اس کے سابق مقبوضات میں سے صرف جزایر آئی اونی رہ گئے اور البانیہ کے ساحل پر جزیرہ کارفو کے علاوہ چند شہر اور اضلاع جو ایک قطعہ ملک میں تھے جو عرض میں چار فرسخ اور طول میں بیس فرسخ تھا۔ آسٹریا کو بہت فائدہ میں رہا کیونکہ شہر و ضلع تمیس ور پر قبضہ ہو جانے سے تمام ملک ہنگری پر اسکا تسلط ہو گیا اور شہر بلغراد کے علاوہ سرویا کا دو ثلث حصہ اور والے شیا اور بوسنیا کے بعض حصے بھی اس کے قبضہ میں آ گئے۔ بلغراد کے جغرافیائی موقعہ کی وجہ سے آسٹریا کو ایک ایسا مقام مل گیا جہاں سے اس کو ہٹانا نہایت دشوار تھا۔ سرویا کے بیشتر حصہ پر اس کا قبضہ ہو جانے سے سالونی کا اور قسطنطنیہ اس کی زد میں ہو گئے اور چونکہ سیو ندی کے دونوں کناروں پر اس کا قبضہ تھا اس لئے وہ جب چاہتا بوسنیا پر قبضہ کر سکتا تھا۔ صفحہ ۱۱۱ رومانیا کے اضلاع میں بھی اس کا اثر ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ڈینیوب کے سواحل کے ملک میں اس کی قوت بڑھ گئی اور بحیرہ اسود سے بھی اسے قربت حاصل ہو گئی۔

یوجین کی باکمال قیادت سے آسٹریا کو مشرقی یورپ میں ایک ممتاز حیثیت حاصل ہو گئی تھی اور اسے یہ موقع مل گیا تھا کہ اپنے فتوحات کو وسعت دے اور مستحکم کرے۔ اگر چارلس ششم اپنے ان منصوبوں سے دست بردار ہو گیا ہوتا جو ممالک غربی کے متعلق تھے اور چونکہ فرانس کی مداخلت کا بھی اندیشہ تھا اس لئے قسطنطنیہ کی طرف پیش قدمی میں وہ روس سے بازی لے جاتا اور بحیرۂ اسود اور بحیرۂ یونان تک پہونچ گیا ہوتا۔ مگر آسٹریا کی اس غلطی سے عثمانیوں کو اتنا ہی نفع ہوا جتنا کہ پرتھ کی کامیابی سے ہوا تھا۔ آسٹریا کا دوسرا حملہ بیس سال کے بعد ہوا اور ایسے حالات میں جو اس کے لئے سخت نا مساعد تھے۔ آسٹریا نے ریاست ہائے بلقان اور ڈینیوب کے سواحل پر اپنے اثر کی توسیع کا موقعہ کھو دیا اور اس کے بعد اس نے مشرق کی طرف جو کچھ پیش قدمی کی وہ روس کی مشارکت میں تھی۔

پساروو ٹز کی صلح کے بعد ترکوں نے روس پر حملہ کرنے کی تمام تجاویز کو رد کر کے سلطنت ایران کی طرف توجہ کی جو بد نظمی کی وجہ سے طوائف الملوکی کی حالت میں

ٹرکی اور ایران

تھی اور افغانوں کی یورشوں کا شکار ہو گئی تھی ۱۷۲۲-۲۳ء میں شاہ طہماسپ نے اپنے رقیب محمود کے خلاف امداد کی درخواست کی۔ ٹرکی اور روس نے بلا کسی وقت کے سلطنت ایران کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا کیونکہ علاوہ سلطنت کے متعلق اس نزاع کے ارمنوں نے بھی طہماسپ کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور ترکوں سے امداد کے متمنی تھے؛

محمود کے انتقال کے بعد اسکا عم زاد بھائی اشرف اسکا جانشین ہوا اور جون ۱۷۲۴ء میں ترکی اور روس کے درمیان ایک عہد نامہ تقسیمی ہوا جس کا منشا یہ تھا کہ زار روس ان ایرانی اضلاع کو لیلے جو بحیرہ خزر کے متصل ہیں اور ترک صوبجات گرجستان و آذربایجان پر قبضہ کر لیں۔

۱۷۲۷ء تک اشرف کو کامیابی حاصل ہوتی رہی جو سنی المذہب تھا اور صفحہ ۱۱۲
اسی سال میں باب عالی نے قسطنطنیہ کی رائے عامہ کا لحاظ کر کے ایران کے تاج و تخت کے متعلق اس کے دعاوی کو شیعی المذہب طہماسپ کے مقابلہ میں تسلیم کر لینے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر اس تصفیہ سے ایران کا مسئلہ جانشینی طے نہ ہو سکا کیونکہ اسی زمانہ میں نادر شاہ کو یکایک عروج حاصل ہوا جس نے طہماسپ کو بحال کرا دیا اور ۱۷۲۹ء میں اس نے اشرف کو شکست دی اور ترکوں کو بھی ایران کی سرزمین سے ۱۷۳۵ء میں نکال دیا؛

نادر شاہ۔

اس اقبال مند سپاہی کی بے نظیر شجاعت اور جفاکشی ہر چیز پر غالب آجاتی تھی۔ اپنی آئندہ کامیابی کے متعلق اسے یقین کامل تھا اور مردم شناسی میں بھی اسے خاص ملکہ تھا۔ ۱۷۲۷ء سے شاہ طہماسپ کے مزاج میں اسے پورا دخل حاصل ہو گیا تھا اور اب وہ اپنی

---

(۱) روسیوں نے باکو وغیرہ پر قبضہ کر لیا تھا اور انکی ان کامیابیوں سے گھبرا کر ترکون نے ان پر حملہ کرنیکا قصد کر لیا تھا مگر فرانس کے سفیر بوناک نے مصالحت کرا دی۔

آیندہ عظمت کی بنیاد ڈال رہا تھا۔ اس زمانے میں اسکے ذاتی اغراض خواہ کچھ ہی ہوں مگر اس میں شک نہیں کہ بہ حیثیت ایک محب وطن اسکا مصمم قصد تھا کہ ایران سے غیر ملکیوں کو نکال دے خواہ وہ ترک ہوں یا افغانی اور بغاوت کو فروکر کے ایران کو ایک قوی اور مستحکم سلطنت بنادے۔ ۱۷۲۹ء میں اس نے دامغان اور مورشکور کی لڑائیوں میں اشرف اور اس کے افغانوں کو شکست فاش دی اور ۱۷۳۰ء میں پھر اشرف کو اصطخر میں ہزیمت ہوئی اور وہ بلوچستان میں مرگیا۔ افغانوں کی بیخ کنی کے بعد نادر جو اب تک برائے نام طہماسپ کا نمایندہ تھا ترکوں کی طرف متوجہ ہوا تاکہ ایران کے ان صوبوں کو واپس لیلے جن پر ترکوں نے قبضہ کرلیا تھا۔ ۱۷۲۸ء میں ہرات پر قبضہ کرنے کے بعد نادر نے ایک سفارت قسطنطنیہ کو بھیجی مگر ٹرکی کے دارالخلافہ میں جنگ پسند جماعت کا زور تھا اور یہ سفارت بے نیل مرام واپس آئی۔

سلطان احمد بذات خود صلح کا خواہاں تھا مگر ینی چیری فوج کے دباؤ سے وہ مجبور رہا کہ ایران سے پرخاش جوئی کے لیئے نئے موقعے تلاش کرے۔ نادر کو بھی

ٹرکی اور ایران کی جنگ

جب یہ معلوم ہوگیا کہ باب عالی مخالفت پر قائم ہے تو اس نے پیرانہ سال توپال عثمان پر حملہ کرکے اسے نہاوند میں شکست دی اور اس کے بعد دوسری فوجوں کو ہزیمت دیکر جو تیمور اور مصطفےٰ پاشا کے زیر قیادت تھیں تبریز پر قبضہ کرلیا۔ سلطان احمد نے جب دیکھا کہ اب جنگ کو جاری رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں تو وہ نادر کی پیش کردہ شرائط پر صلح کرنے کو آمادہ ہو رہا تھا مگر برافروختہ ینی چیریوں نے اسے سلطنت سے دست کش ہونے پر مجبور کردیا۔ اس کے جانشین محمود اول (۱۷۳۰ء تا ۱۷۵۴ء) کی عہد حکومت کے پہلے سال میں باب عالی کو چند روزہ کامیابی ہوئی مگر یہ محض عارضی تھی یعنی جب نادر شاہ ہرات کے محاصرے میں مصروف تھا تو ترکوں نے پھر تبریز پر قبضہ کرلیا اور ۱۷۳۱ء میں شاہ طہماسپ اس شرط پر ترکوں سے صلح کرنے پر تیار ہوگیا کہ اگر وہ روسیوں کے خلاف اس کی امداد کے لیئے ایک فوج بھیجیں تو آذربائیجان کا بیشتر حصہ اور آرزا کے شمال کا تمام ملک باب عالی کے سپرد کردیا جائے گا۔

صفحہ ۱۱۴

ان واقعات کو سنکر نادر غضب ناک ہوگیا اور اس نے اس صلح نامے سے انکار کر کے ۱۷۳۲ء میں طہماسپ کو معزول کر کے اسکے شیر خوار بیٹے عباس کو جس کی عمر صرف آٹھ ماہ کی تھی تخت نشین کر دیا اور ترکی سے پھر جنگ شروع کر دی۔ ۱۷۳۳ء کے موسم بہار میں اس نے بغداد کا محاصرہ کر لیا مگر اس جسارت کا اسے خمیازہ بھگتنا پڑا اور ۱۹ر جولائی کو توپال عثمان نے اسے بمقام سوبیرا شکست دی اور اسی سال ایرانیوں کو پھر بمقام لے تان شکست ہوئی۔ ان فتوحات کو قطعی خیال کر کے ترک حفظ ماتقدم کی تدابیر سے غافل ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی سال ہندیلی میں انھیں شکست فاش ہوئی اور انکا شجاع سپہ سالار توپال عثمان کام آیا۔ مگر جنگ پسند جماعت کا قسطنطنیہ میں اب بھی زور تھا اور کچھ وقفے کے بعد جنگ پھر شروع ہو گئی اور اہل یورپ کو بھی اس میں دلچسپی ہو گئی۔ فلیوری اس فکر میں تھا کہ ترکی اور ایران کی جنگ ختم ہو جائے تاکہ پولینڈ میں ترکوں سے روسیوں کے منصوبوں کو روکنے کا کام لے۔ برخلاف اس کے روس کی ملکہ اینی کی خواہش تھی کہ پولینڈ کی جنگ جانشینی کے اختتام تک ترک ایران میں مصروف پیکار رہیں۔ اس لیے اس نے نادر شاہ سے ساز باز کر لیا اور وہ ایرانی صوبے واپس کر دیئے جو ۱۷۲۴ء کے صلح نامے (پیٹر اعظم اور احمد ثالث کے درمیان) کے ذریعہ سے روس کو دے گئے تھے۔ اس کے علاوہ ملکہ مذکور نے نادر شاہ کو محاصرہ کے آلات بھی دیئے۔ ۱۷۳۴ء اور ۱۷۳۵ء میں نادر شاہ نے چند خونریز معرکوں کے بعد ترکوں کو گرجستان سے خارج کر دیا۔ ان ہزیمتوں اور روس اور آسٹریا کی مخالفانہ طرز عمل سے مرعوب ہو کر باب عالی نے ۱۷۳۵ء کے اواخر میں صلح کر لی اور ارض روم میں نادر شاہ کے ساتھ ایک صلح نامے پر دستخط ہوئے جس کے رو سے ٹرکی گرجستان اور آذر بائیجان کے صوبوں سے دست بردار ہو گیا۔ سال مابعد میں نادر شاہ جس نے ایران کو آزادی دلائی تھی اور اس کے کھوئے ہوئے صوبوں کو دوبارہ فتح کر لیا تھا بادشاہ منتخب ہوا۔ لیکن بہت بہتر ہوتا اگر ترکی نے

جنگ کی اہمیت یورپ میں

صفحہ ۱۱۴

(۱) ترکوں اور نادر شاہ کے درمیان باضابطہ صلح نامہ ستمبر ۱۷۳۶ء میں مرتب ہوا۔

ایران سے ۱۷۲۹ئہ ہی میں صلح کرلی ہوتی۔ پاسارووٹز کے صلح نامے کے بعد سے اسکا طرزِ عمل نقصان رساں اور ناعاقبت اندیشی پر مبنی تھا۔ ۱۷۲۴ئہ میں جو معاہدہ روس سے پولینڈ کی تقسیم کے لئے ہوا تھا اس سے شمالی خطرہ قطعاً دفع نہ ہوا اور ایران کی جنگ میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے ٹرکی نہ صرف پولینڈ کی جنگ کے دوران میں روس پر حملہ کرنے سے معذور رہا بلکہ اب روس اور آسٹریا کی متحدہ فوجوں کے آنے والے حملے کو دفع کرنے کی بھی اس میں تاب نہ تھی۔ احمد ثالث اور اس کے وزیر ابراہیم پاشا کا طرزِ عمل یہ تھا کہ دول یورپ سے خوشگوار تعلقات رہیں۔ ابراہیم کبھی یہ محسوس نہ کرسکا کہ روسی عنقریب حملہ کرنے والے ہیں اس لئے وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ نہ صرف روس اور آسٹریا کو خوش رکھے بلکہ انکی اطاعت گزاری کرے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سواحل بحیرۂ روم پر فرانس کی مذہبی اور تجارتی اغراض معرض خطر میں پڑ گئیں۔ ٹرکی کا یہ طرزِ عمل سخت ناعاقبت اندیشی پر مبنی تھا کیونکہ روس ہمیشہ اس کی

۱۷۲۶ئہ کا معاہدہ روس اور آسٹریا کے درمیان

مخالفت پر تلا رہتا تھا۔ ۲۵ر اگست ۱۷۲۶ئہ کو روس اور آسٹریا کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط ہوگئے جس پر اس صدی میں ان دونوں ملکوں کی مشرقی پالیسی مبنی ہے۔

اس عہدنامے کی اہم ترین شرطیں یہ تھیں کہ اگر ان دونوں ملکوں میں سے کسی پر حملہ ہو تو دوسرا تیس ہزار فوج سے مدد کرے اور اگر ٹرکی سے جنگ ہو تو تمام موجودہ فوجوں سے کام لیا جائے۔ اس سے ٹرکی کو یہ اندیشہ ہوگیا کہ آسٹریا اور روس کی سلطنتیں اس پر بوقتِ واحد حملہ کریں گی کیونکہ دونوں اس فکر میں تھیں کہ مقبوضات عثمانی کو باہم تقسیم کرلیں صرف فرق اتنا تھا کہ آسٹریا جرمنی کے معاملات میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنے مقبوضات کو مشرق کی طرف وسعت دینے پر زیادہ توجہ نہ کرسکتا تھا مگر روس کے حکام باب عالی کو نقصان پہونچا کر اپنے مقبوضات کو وسعت دینے اور اپنی اغراض کو پوری کرنے کے لئے ہر موقع سے نفع اٹھاتے تھے۔

پیٹر اعظم نے ۲۸ر جنوری ۱۷۲۵ئہ کو انتقال کیا اور اس کی بیوی کیتھرین اول

صفحہ ۱۱۵

اس کی جانشین ہوئی جسکے عہد حکومت کا اہم ترین واقعہ یہی معاہدہ تھا جو ۱۷۲۶ء میں آسٹریا کے ساتھ ہوا۔ اس نے اپنے مختصر عہد حکومت میں جماعت امرا کے زور کو روکنے کی کوئی تدبیر نہ کی جس کے سر برآوردہ اراکین مین شی کو وا پراکسن، ٹالس ٹائی، گولٹ سن، گولووکن، اوس ٹرمان تھے جو دوا علے مجلس راز کے رکن بھی تھے ۱۷۲۷ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اور پیٹر اعظم کا پوتا پیٹر ثانی اس کا جانشین ہوا۔ اسکا عہد حکومت بھی طویل نہ تھا۔ یہ بادشاہ سمجھدار ضرور تھا مگر مزاج میں استقلال نہ تھا اور اس کی طرف سے پہلے مین شی کوو اور پھر الیکزس اور ایوان ڈول گروگی نے حکومت کی۔ ایوان کے عروج کے زمانے میں قدیم روسی جماعت کو پھر غلبہ ہوگیا جو مغربی تمدن کے اجراء کی مخالف تھی اور بجائے سینٹ پیٹرس برگ کے ماسکو کو روس کا حقیقی دارالسلطنت خیال کرتی تھی پیٹر نے ۳۰ جنوری ۱۷۳۰ء کو انتقال کیا اور چونکہ پیٹر اعظم کی اولاد ذکور میں سے کوئی باقی نہ تھا اس لئے امرا کو اپنے اثر کو بڑھانے کا موقع ملگیا۔ ۱۱۸ سال حکومت کرنے کے بعد خاندان رومانوو کا چراغ اب گل ہوگیا تھا[1]۔ پیٹر اعظم کی بڑی بیٹی اینی نے جسکی شادی ڈیوک ہوسٹین سے ہوئی ۱۷۲۸ء میں انتقال کیا۔ اسکا ایک بیٹا تھا جو کچھ روز کے بعد پیٹر ثالث کے نام سے بادشاہ ہوا۔ پیٹر اعظم کی سب سے چھوٹی بیٹی ایلی زابیتھ موجود تھی اور ملک اور فوج میں ہر دل عزیز تھی۔ لیکن ڈول گروکن اور گولٹ سن خاندانوں نے سلسلۂ جانشینی کو بدل دینے کا قصد کر لیا اور ۱۷۳۰ء میں اینی ایوانوونا کو شہنشاہ بیگم قرار دیا جو پیٹر اعظم کے بڑے بھائی ایوان کی بیٹی اور ڈیوک کورلینڈ کی بیوہ تھی۔ ان لوگوں نے ایک دستاویز مرتب کی جس میں چند اہم دستوری تغیرات شامل تھے مگر جس سے منشا یہ تھا کہ تمام قوت امرائے عظام کے ہاتھوں میں آجائے۔ گولٹ سن اور ڈول گروکی کے مخالف وزیر اعظم گولووکن اور نائب وزیر اعظم اوسٹرمان تھے جو کمتر درجے کے امرا سے کے موئید تھے۔

کیتھرین اول، پیٹر ثانی، اینی ایوانوونا کے عہد حکومت

---

[1] دیکھو ضمیمہ (د)

اگر اینی نے ماسکو میں آکر تمام اختیارات امیروں کی ایک مجلس اعلےٰ کے سپرد کردئیے ہوتے تو اس کی وہی گت بنتی جو سویڈن کی ملکہ کی بنی تھی اور روس کا صفحہ ۱۱۶ بھی وہی حشر ہوتا جو پولینڈ کا ہوا تھا۔ ۲۶ر فروری کو اینی ماسکو میں داخل ہوئی۔ اپنی قوم میں وہ پہلے ہی سے ہر دلعزیز تھی اب کلیسیا اور فوج کی تائید حاصل کرکے اس نے بالکل کایا پلٹ کردیا یعنی امرا کی مجلس اعلیٰ کو موقوف کردیا اور اپنی مطلق العنان حکومت قائم کرلی جس سے امرائی جمہوریہ کے قیام کی امید جاتی رہی اور زاران روس کی مطلق العنان حکومت حسب سابق جاری ہوگئی۔ خاندان ڈول گروکی کے اراکین تباہ ہوگئے اور اینی نے اپنا دار مدار بالکل اپنے منظور نظر جرمن مصاحبوں پر کردیا جن میں سے بیرن ساکن کورلینڈ سب سے زیادہ مشہور ہے خارجی حکمت عملی میں اینی نے کیتھرین اول کی متابعت کی بلکہ اس سے آگے بڑھ گئی اور اس کا وزیر خارجی اوسٹرمان ویسٹ فالیا کے ایک پادری کا بیٹا تھا۔

آسٹروی اتحاد حسب سابق برقرار رہا مگر پرشیا کے ساتھ بھی ربط و ضبط ہوگیا اور ۱۷۳۲ء میں انگلستان سے ایک تجارتی معاہدہ ہوا۔ ۱۷۲۶ء اور ۱۷۳۲ء کے معاہدوں سے پیٹر اعظم کی خارجی حکمت عملی بالکل کالعدم ہوگئی اور سینٹ پیٹرسبرگ میں فرانس کا اثر بالکل زائل ہوگیا۔ فلیوری کو شمالی ممالک کے سیاسیات سے بالکل لگاؤ نہ تھا اور ۱۷۲۶ء کے اواخر میں جب کام پہ ری دون وہاں سے واپس بلالیا گیا تو صرف ایک معتمد مسمی مگ نان بحیثیت نگران کار (Charge d' affaires) وہاں فرانس کی طرف سے مقیم تھا۔ مگر رفتہ رفتہ مشہور جرمن سپہ سالار مارشل میونخ کی سرگردگی میں ایک جماعت پیدا ہوگئی جو آسٹروی اختلاف کی مخالف اور فرانس سے تعلقات سابقہ کی تجدید کی موئید تھی۔ ۱۷۳۲ء میں روسی وزیر کے بلا علم میونخ اور زارینا نے فرانس سے درپردہ نامہ و پیام شروع کردیا۔ زارینا نے روس کی امداد اور اسٹانس لاس کو پولینڈ کے تخت پر برقرار رکھنے کی امید دلاکر فرانس سے یہ مطالبہ کیا کہ (۱) روس کو پولینڈ کی سرحد اپنی اغراض کے لحاظ سے درست کرنے کی اجازت

دی جائے (۲) کورلینڈ[1] پر روس کی سیادت کو تسلیم کر لیا جائے اور (۳) فرانسیسی اپنے اثر سے ترکوں کو آمادہ کریں کہ وہ شہر آزوؔ روسیوں کے سپرد کر دیں۔ فقرہ ۱۱۷
فلیوری کے سامنے اب پھر وہی مسئلہ پیش تھا جس نے اس صدی میں فرانسیسی مدبروں کو پریشان کر رکھا تھا۔ فرانس کو دو طرز ہائے عمل میں سے ایک کو اختیار کرنا ضروری تھا یعنی یا تو روسیوں سے اتحاد کرے یا شمال اور مشرق میں اپنے قدیم طرز عمل پر قائم رہے۔ مگر فلیوری ان دونوں میں سے کسی کے متعلق فیصلہ نہ کر سکتا تھا اور اس نے کوئی قطعی معاہدہ نہیں کیا۔ نامہ و پیام کا سلسلہ کچھ روز تک جاری رہا جسکا بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ روس اور آسٹریا کا اتحاد اور بھی پختہ ہو گیا اور پولینڈ کی جنگ جانشینی مشرقی معاملات میں فرانس کے لیت ولعل اور عدم استقلال کی ایک بین مثال ہے۔

پولینڈ کی آزادی کو سلب کرنے اور پھر اسکو باہم تقسیم کر لینے کی کارروائی کا دیباچہ اس ملک کے تخت پر اپنی پسند کے حکمران کو مسلط کرنا تھا اور جب اس منصوبے کی روس اور آسٹریا میں کامیابی ہوئی تو ۱۷۳۵ء میں وائنا کے صلح نامے کے مرتب ہونے کے بعد ان کے سیاسی منصوبوں کے دوسرے جزو یعنی سلطان پر حملہ کرنے اور بالآخر سلطنت ٹرکی کے حصے بخرے کر دینے کی طرف متوجہ ہونے میں کوئی امر مانع نہ تھا۔ پیٹر اعظم کی تدبیر یہ تھی کہ پولینڈ کی راہ سے ٹرکی پر حملہ کیا جائے اور چونکہ اب پولینڈ روس کا حلقہ بگوش ہو گیا تھا اور ترک بھی ایران کی لڑائی میں پھنسے ہوئے تھے اس لیئے اینی اور اس کے مشیروں نے پرتھ کی ذلت کو مٹانے اور پیٹر اعظم کی حکمت عملی پر چلنے کے لیئے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ روس کو یہ بھی امید تھی کہ اگر اس نے ٹرکی پر حملہ کیا تو آسٹریا ۱۷۲۶ء کے معاہدے کی شرائط

جنگ ٹرکی ۱۷۳۶ء-۱۷۳۹ء کے اسباب۔

[1] ۱۷۲۷ء میں مارس ڈی سیکس (آگسٹس ثانی شاہ سیکسنی اور آرورا ڈی کے نگز مارک کا بیٹا) کو روسیوں نے کورلینڈ سے نکال دیا جب کہ وہ ڈیوک منتخب ہوا اور یہ ملک گو پولینڈ کے تحت تھا مگر روس کا متوسل ہو گیا۔ ۱۷۳۷ء میں بیرن کو کورلینڈ کا ڈیوک بنا دیا گیا۔

کی پابندی کریگا۔ گزشتہ جنگ میں وارسا اور ڈین زگ پر قبضہ کرکے اور تمام مخالف تحریکوں کا انسداد کرکے روس نے آسٹریا کو اطالیہ اور رائن ندی پر اپنے دشمنوں سے نپٹنے کا موقع دیا تھا۔ اس لیئے اسے پوری امید تھی کہ آسٹریا مشرقی معاملات میں اسکی معاونت کریگا۔

چارلس ششم خود بھی ترکوں سے لڑنے کے خلاف نہ تھا اور ۱۷۲۶ء سے واقعات کی رفتار سے مجبور ہوکر آسٹریا کی آنکھیں مشرق کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ ویسٹ فالیا کے معاہدے کے بعد سے جرمنی میں آسٹریا کا اقتدار اور اثر گھٹنے لگا تھا مگر اس کا نعم البدل یوں ہوگیا تھا کہ معاہدہ یوٹ ریخٹ اور اتحاد اربعہ صفحہ ۱۱۸
کی شرائط سے اطالیہ میں اس کے قدم جم گئے تھے۔ لیکن ۱۷۳۵ء میں خاندان بوربون نے سلطنت سسلی اور ٹسکنی کی بندرگاہیں حاصل کرلی تھیں اور سارڈینیا کی نوخیز سلطنت شمالی اطالیہ کے ایک حصے کی وعویدار ہوگئی تھی۔ چارلس ششم کو یہ خیال ہو چلا تھا کہ ٹرکی سے اگر جنگ ہوئی تو اس کا سکہ پھر جم جائیگا اور فتوحات سے اس کے مقبوضات میں جو اضافہ ہوگا اس سے ان نقصانات کا معاوضہ ہو جائیگا جو یورپ اور اطالیہ میں اس کے ہوئے تھے۔ پساروو ٹز کے معاہدے سے آسٹریا کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ ڈینیوب کے سواحل پر پیش قدمی کی امید کرسکتا تھا اور پولینڈ کی جنگ جانشینی کے بعد ۱۷۳۷ء میں روس کو چارلس ششم کی سرگرم معاونت کی پوری امید تھی۔ نادرشاہ سے بھی امداد کی امید تھی کیونکہ اس نے ترکوں سے ابھی تک صلح نہ کی تھی اور ۱۷۳۵ء میں اس نے ایک روسی افسر کو یقین دلایا تھا کہ میں زارینا کے خلاف میں کسی قسم کی کارروائی نہ کرونگا۔ اس کے علاوہ خود سلطنت ٹرکی کی حدود کے اندر روس کے معاون موجود تھے۔

روس کے جاسوس پیٹر اعظم کے زمانے ہی میں بلغاریہ، سرویا اور رومانیا میں پہونچ گئے تھے اور جب آنے والی جنگ کی خبریں ۱۷۳۵ء میں دور افتادہ یونانیوں اور ساکنان جبل اسود (مان ٹی نیگرو) کو بھی پہونچ گئیں تو ترکوں کی محکوم عیسائی رعایا میں حصول آزادی کا ایک عام جوش پھیل گیا۔ اسی وقت سے

روس نے سلطنت ٹرکی کی تخریب کے لئے جزیرہ نمائے بلقان کی اقوام کے جوش مذہبی اور قومی کو وقتاً فوقتاً مشتعل کرنا شروع کیا جس میں اسے بہت کچھ کامیابی ہوئی۔

ترکی سے اعلان جنگ کے لئے کسی معقول بہانے کے ڈھونڈھنے میں بھی زیادہ وقت نہ تھی کیونکہ اس جنگ کے منصوبے اسی وقت ہو چکے تھے جب کہ اینی ۱۷۳۰ئہ میں تخت نشین ہوئی اور پولینڈ کی جنگ کی وجہ سے یہ جنگ ملتوی ہو گئی تھی۔ پولینڈ کی جنگ جانشینی میں باب عالی کا طرز عمل مشتبہ تھا اور اس پر روس معترض بھی ہوا تھا کیونکہ باب عالی نے باوجود دوستی کے علانیہ اظہار کے آگسٹس سوم کے مخالفین کی آلات حرب سے مدد کی تھی۔ اس کے علاوہ روس کے حکام کو اعلان جنگ کے لئے ایک معقول عذر بروقت یہ رہا کرتا کہ تاتاری قبائل اکثر اوقات اگرین کی سرحدوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ مزید براں کوہ قاف کے شمال میں دو صوبے داغستان اور قبرتاس تھے جن کے متعلق روس کے دعاوی کا ہنوز تصفیہ نہیں ہوا تھا اور اب بنائے نزاع قرار دیئے گئے۔ نادر شاہ سے جو جنگ ہوئی تھی اس کے دوران میں تاتاری فوجیں کوہ قاف کے ان دونوں صوبوں میں سے گزری تھیں اور روسی فوجوں سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔ اس لئے ۱۷۳۵ئہ میں روس پولینڈ کی جنگ سے فارغ ہو کر اس تاتاری فوج کی راہ میں حائل ہو گیا جو کوہ قاف کے صوبوں میں سے گزر کر آرمینیا جا رہی تھی اور تاتاریوں کے ملک پر حملہ کر کے جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ صفحہ ۱۱۹

اس جنگ میں روس کا سپہ سالار میونخ تھا اور اس کے تحت میں حسب ذیل افسر تھے جو مختلف ممالک کے باشندے تھے یعنی لیسی (آئرلینڈ) لوُدین ڈال (سویڈن) ڈگ لس اور لیزلی (اسکاٹ لینڈ) برگ نی (فرانس) اس پیگل (جرمنی) آسٹریا سے بھی معاونت کے لئے نامہ و پیام شروع ہو گئے جس کا اس نے ۱۷۲۶ئہ میں وعدہ کیا تھا۔ روس کے مختلف الاقوام سپہ سالاروں میں مارشل میونخ سر برآوردہ ترین تھا اور اٹھارھویں صدی کے قسمت آزما سپاہیوں کا بہترین نمونہ تھا۔ یہ شخص جرمنی میں پیدا ہوا اور یکے بعد دیگرے آسٹریا،

مارشل میونخ

پولینڈ اور روس کی فوجوں میں ملازمت کر چکا تھا۔ اس کے کمالات فوجی کی وجہ سے پیٹر اعظم اس کا گرویدہ ہو گیا تھا اور پولینڈ کی جنگ جانشینی کے دوران میں اس نے ڈین زگ پر قبضہ کر کے فن حرب اور سپہ سالاری میں خاص شہرت حاصل کر لی تھی۔ شجاع اور بے باک ہونے کی وجہ سے سپاہی اس دیو زاد سپہ سالار پر فدا تھے اور اس پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔ اپنے کمال کا اسے اس قدر غرہ تھا کہ وہ مشکلوں کو بالکل خیال میں نہ لاتا اور جس مہم میں پیٹر اعظم کو ناکامی ہوئی تھی اس میں کامیابی حاصل کرنے پر تلا ہوا تھا یعنی ڈین یوب کو عبور کر کے بلغاریوں کو اکسانے اور آزوو پر دوبارہ قبضہ کر لینے پر۔

آزوو ڈان ندی کے دہانے اور ندیوں کے ایک سلسلے کے سرے پر واقع تھا جس سے گزر کر روسیوں کو امید تھی کہ وہ بحیرۂ روم تک پہونچ جائینگے۔ ۱۶۹۹ء میں پیٹر اعظم نے اس شہر پر قبضہ کر لیا تھا مگر ۱۷۱۱ء میں وہ پھر ان کے قبضہ سے نکل گیا اور ملکہ اینی ایوانوونا کی عزیز ترین خواہش یہ تھی کہ یہ شہر پھر واپس مل جائے۔

۱۷۳۵-۳۶ء کے موسم سرما میں میونخ نے تمام تیاریاں کر لیں اور لیسی کو آزوو کا محاصرہ کرنے کے لیے چھوڑ کر خود بلائے بے درماں کی طرح یکایک کریمیا (قرم) پر لوٹ پڑا۔ مئی میں روسی حملے کی خبریں قسطنطنیہ پہونچیں اور ۲۸ مئی کو اعلان جنگ کیا گیا مگر اسی روز میونخ نے پیری کوپ پر دھاوا کر دیا اور کچھ روز کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ بے سوچے سمجھے کریمیا میں گھس گیا اور ۱۷ جون کو شہر کوس لوف پر قبضہ کر لیا۔ لے سی نے اس کے قبل آزوو پر قبضہ کر لیا تھا، لیون ٹیو نے کن برن کو مسخر کر لیا تھا اور کوبان کے جنگجو تاتاریوں کو بھی ہزیمت ہو چکی تھی۔ کریمیا پر حملہ کرنے سے روسیوں کو سخت نقصان پہونچا کیونکہ بیماری اور سفر کی صعوبتوں سے ان کے تیس ہزار سپاہی ضائع ہوئے اور کتب خانوں، مدارس، عمارات عامہ اور آثار قدیمہ کو تباہ کرنے اور ناگفتہ بہ مظالم کے بعد میونخ نے مجبوراً ۲۵ اگست ۱۷۳۶ء کو کریمیا کا تخلیہ کر دیا۔ ترکوں نے پریشان ہو کر فلیوری

جنگ ٹرکی کا آغاز ۱۷۳۶ء

صفحہ ۱۲۰

اور ہالینڈ اور پرنس یوجین سے امداد کی درخواست کی جو آسٹریا کی آلک کونسل کا صدر تھا۔ آسٹریا نے بیچ بچاؤ کرنے کے لیئے فوراً اپنی خدمات پیش کیں اور باوجودیکہ بونی ویل پاشا (ایک تیز فہم فرانسیسی جو مسلمان ہو گیا تھا اور جس کا مختلف اوقات میں ترکی میں بہت کچھ اثر تھا) نے اس کی مخالفت کی مگر آسٹریا کی ثالثی منظور کر لیگئی۔ کریمیا سے خستہ حال روسی فوج کے واپس چلے جانے اور نادر شاہ سے صلح ہو جانے (ستمبر ۱۷۳۶ء) سے باب عالی کی حالت امید افزا ہوگئی تھی مگر سلطان کے مشیروں میں استقلال نہ تھا اور وہ آسٹریا کی ابلہ فریبیوں میں آگئے مگر انھیں بہت جلد معلوم ہو گیا کہ آسٹریا کی چال دراصل کیا ہے۔ ۹ر جنوری ۱۷۳۷ء میں روس اور آسٹریا میں اتحاد کا ایک خفیہ معاہدہ ہوا جس سے ۱۷۲۶ء کے معاہدات کی توثیق ہو گئی۔ عہد نامۂ حالیہ کی رو سے چارلس ششم نے ٹرکی کے خلاف جنگ میں شریک ہونے اور بغیر اپنے حلیف کے صلح نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ ۱۷۳۷ء کے شروع سے آخر تک آسٹریا یہی ظاہر کرتا رہا کہ وہ جنگ کے ختم ہو جانے کا خواہشمند ہے اور ایک کانگریس مصالحت کے لیئے نمی روف واقع پوش اکرین میں نومبر تک ہوئی مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ اگر ترکوں نے آسٹریا اور روس کے پیش کردہ شرائط صلح کو منظور کر لیا ہوتا تو انکی سلطنت تباہ ہو گئی تھی اور قسطنطنیہ کی حفاظت کسی صورت سے نہ ہو سکتی۔ اسی لیئے ترکوں نے شرائط مذکور پر بحث کرنے سے انکار کر دیا۔ لطف یہ تھا کہ ایک طرف تو صلح کی گفت و شنید ہو رہی تھی اور دوسری طرف جنگی کارروائیاں جاری تھیں۔ لیسی نے جولائی میں کریمیا کو تاخت و تاراج کر دیا میونخ نے اوچاکوف کا محاصرہ کر کے لے لیا اور آسٹریوں نے دھوکے سے سردیا بوسنیا اور والے شیا پر حملہ کر دیا۔ اس معرکہ آرائی میں ترکوں نے ایک نئے وزیر اعظم کے زیر قیادت اور بونے ویل پاشا کے مشورے سے نی سا پر پھر قبضہ کر لیا اور آسٹریوں کو بوسنیا سے نکال دیا۔

آسٹریا اور روس کا اتحاد
۱۷۳۷ء

صفحہ ۱۲۱

ترکوں کو اب معلوم ہو گیا تھا کہ انکی سلطنت کی سلامتی دشمنوں کا سختی کے ساتھ مقابلہ کرنے پر منحصر ہے۔ ۱۷۳۶ء کے آخر میں میونخ اپنی خستہ حال فوجوں کو

واپس لیکر اکرین چلا گیا اور شکست خوردہ آسٹروی سپہ سالار سکندر رُوف بھی واپس بلا کر قید کر دیا گیا۔ ترکوں کی مقاومت سے یورپ کو سخت حیرت ہوئی اور سلطنت عثمانی کی تقسیم اور تباہی کے متعلق جو پیشین گوئیاں ہو رہی تھیں غلط ثابت ہوئیں۔ ناقابل قبول شرائط صلح کو رد کر دینے سے ترکوں کا طرز عمل یکایک متغیر ہو گیا۔ انھوں نے بونے ویل کے مشورہ پر عمل کیا اور ولی نیو دکی رائے بھی لی۔ ترکوں کی تمام جماعتوں میں ایک نئی روح حلول کر گئی تھی اور باب عالی نے قصد مصمم کر لیا کہ روسی جہازوں کو بحر اسود میں داخل ہونے کی ہرگز اجازت نہ دیجائے ؛

ہنگری کو شہنشاہ کے خلاف برانگیختہ کرنے کے لئے سلطان نے نوجوان یوسف راگوک زی کوٹرین سل وے نیا اور ہنگری کا فرماں روا تسلیم کرایا۔ ۱۷۳۸ء میں بھی سنہ ماسبق کے واقعات کا قریب قریب اعادہ ہوا۔ جدید وزیر اعظم یگان محمد پاشا نے آسٹریوں پر حملہ کیا اور میڈیا واقع ہنگری کو مسخر کر لیا۔ آسٹریوں کو کونگز ایگ کے تحت میں خفیف سی کامیابی ہوئی مگر جولائی میں وزیر اعظم نے سمندریہ پر قبضہ کر لیا اور اٹھارہ روز کے محاصرہ کے بعد اُورشووا پر بھی قابض ہو گیا اور دشمن کو بلغراد کی طرف بھگا دیا۔ سنہ مذکور میں ترکوں اور روسیوں میں کئی لڑائیاں ہوئیں مگر کسی فریق کو بیّن کامیابی نہیں ہوئی اور موسم خزاں میں میونخ بے نیل مرام اکرین کی طرف واپس ہوا۔ لیسی نے پھر کریمیا پر حملہ کر دیا مگر کافہ کی تسخیر میں ناکام رہا جو جزیرہ نمائے مذکور کا ایک نہایت ہی مستحکم مقام تھا ؛

صفحہ ۱۲۲

۱۷۳۹ء کی معرکہ آرائیاں

۱۷۳۸ء کی معرکہ آرائیوں کی ہزیمتوں سے میونخ کی ہمت مردانہ میں کوئی فرق نہ آیا اور وہ جنگ کے جاری رکھنے پر مصر تھا اور اسے پوری امید تھی کہ روس سلطنت ترکی کے خلاف میں اپنے منصوبوں میں ضرور کامیاب ہوگا۔ اس نے اپنی کی ملاحظے میں ایک مشرقی تجویز پیش کی جس سے مقصود یہ تھا کہ یونانی ترکوں کے خلاف بغاوت کرینگے اور روسی فتح حاصل کر کے قسطنطنیہ پر دھاوا کر دینگے۔ کچھ عرصہ کے بعد پوٹیم کن اور کیتھرین ثانی نے بھی انھیں تجویزوں پر عمل کیا۔ ۱۲؍ اگست ۱۷۳۹ء کو میونخ افواج کثیر کے ساتھ مول ڈے ویا میں داخل ہوا اور ۱۸؍ اگست کو ایک ترکی فوج کو خوک زم میں شکست دیکر اس نے صوبہ مذکور کے

قدیم حکمراں خاندان کے ایک رکن کو مول ڈے دیا کا رئیس قرار دیا۔ مگر قبل اسکے کہ وہ سلطنت ترکی کے حصے بخرے کرنے کی تجاویز کے متعلق کوئی مزید کارروائی کرے اُسے آسٹریا کے ہزیمت اور صلح کی گفتگو کے شروع ہو جانے کا علم ہوا۔ کونگز ایگ ۱۷۳۷ء میں شکست کھانے کے بعد معزول کر دیا گیا تھا اور بجائے اس کے کاؤنٹ والس آسٹروی افواج کا سپہ سالار مقرر ہوا مگر وہ بھی اپنے دونوں پیش رووں کی طرح ناکام ثابت ہوا۔ ۲۷ جولائی کو آسٹریا کی فوج کو گروسائی کا کی جنگ میں شکست فاش ہوئی اور اس فتح کے بعد ترکوں نے بلغراد کا محاصرہ شروع کر دیا ؛

ولی نیوو کی سفارتی کارروائیاں

جنگ کی اس نوبت پر فرانسیسی سفیر ولی نیوو کی وساطت سے صلح کی گفت و شنید پھر شروع ہو گئی جس میں فرانس کو ایک زبردست سفارتی فتح ہوئی فرانس کو مذہب اور تجارت کے متعلق جو مراعات حاصل تھیں انکی تجدید اور فرانس کی ساکھ کو دوبارہ قایم کرنے کے لئے جو روس اور ترکی کے اتحاد سے زائل ہو گیا تھا' فلیوری نے ۱۷۲۸ء میں ولی نیوو کو قسطنطنیہ روانہ کیا۔ روس اور ترکی کے جنگ کے آغاز اور میونخ اور لیسی کی پیہم فتوحات سے سواحل بحیرہ روم میں یورپ کے مفاد معرض خطر میں پڑ گئے تھے۔ زارینا اینی نے علانیہ اپنی اس خواہش کا اظہار کر دیا تھا کہ روسی تجارتی اور جنگی جہازوں کو بحیرہ اسود میں سے گزر کر بحیرۂ روم میں جانے کا حق ملجائے۔ اس سے فرانسیسیوں کو اندیشہ ہو گیا اور ولی نیوو کو ہدایت کی گئی کہ مطالبات مذکور کی پوری طور سے مخالفت کرے۔ وائنا کے ارباب حل و عقد کی آنکھوں پر بھی پردہ پڑ گیا تھا اور ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ سلطنت ترکی میں روسیوں کے اثر کے قایم ہو جانے سے مشرق میں آسٹریا کی اغراض کو سخت نقصان پہونچیگا۔ مگر جولائی ۱۷۳۷ء تک ترکوں نے فرانس سے بیچ بچاؤ کرنے کی درخواست نہ کی جب کہ نمی روف کی کانگریس میں روس اور آسٹریا نے ناقابل قبول شرائط پیش کیں۔ شوولین کے معزول ہو جانے کے باوجود فرانس کی حکومت نے پرزور کارروائی کی اور ثالث بننے پر آمادہ ہو گئی گو حسب سابق اس کی بھی نیت تھی کہ ترکوں کو بحر اسود میں روسی جہازرانی کی مخالفت پر مصر رکھے ؛

صفحہ ۱۳۱

۱۷۳۷ء کے آخر میں ترک آسٹریا کو مغلوب کر کے نشہ فتح یابی سے مخمور ہو رہے تھے۔ ولی نیوو کا فرض یہ تھا کہ انھیں جادہ اعتدال سے منحرف نہ ہونے دے اور صلح کر لینے پر آمادہ کرے مگر وزیر اعظم کو خیال تھا کہ اس کی شہرت کا مدار جنگ کے جاری رہنے پر ہے اور بونے وال کا بھی یہی خیال تھا اور وہ اس فکر میں تھا کہ ہنگری کو آسٹریا کے خلاف میں برانگیختہ کرے اور شہنشاہ کو خود اس کی رعایا کے ذریعہ سے شکست دے مگر وزیر اعظم اور بونے وال کے درمیان ناچاقی ہو گئی تھی اور وزیر اعظم ولی نیوو کی طرف زیادہ ملتفت ہو گیا تھا۔ وائینا کے دربار کی بھی عین خواہش تھی کہ جنگ کسی صورت سے ختم ہو جائے فلیوری کو آسٹریا سے کوئی عناد نہ تھا اور وہ فرانس اور آسٹریا کی اغراض کو ایک دوسرے سے متغائر خیال نہ کرتا تھا۔ چارلس ششم صلح کا خواہاں تھا کیونکہ اسے روپیہ کی سخت احتیاج تھی اور یہ فکر تھی کہ اس کا مجوزہ انتظام جانشینی تسلیم کر لیا جائے۔ ترکوں کی بے نظیر مقاومت سے بھی وہ پریشان ہو گیا تھا۔ ۱۷۳۸ء کی معرکہ آرائیوں سے گفت و شنید کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا تھا اور اس سال کے اختتام پر مصالحت کی کوئی امید باقی نہ تھی کیونکہ اگر آسٹریا مصالحت کرنا بھی چاہتا تو روس جنگ کے جاری رکھنے پر اصرار کرتا اور ترک اگر زارینا کو صلح کرنے پر مجبور نہ کر سکتے تو ممکن تھا کہ وہ روس کی پیش کردہ شرائط کو منظور کر لیتے۔ مگر جو مدعا عثمانیوں کو اپنی شمشیر سے حاصل نہ ہوا وہ فرانس کی سفارتی چالوں سے حاصل ہو گیا کیونکہ گو ترکوں کی کامیابیوں سے روسی متاثر نہ ہوئے تھے مگر اہل سویڈن سے کام لیکر فرانس روس کو مرعوب کر سکتا تھا۔ سویڈن اور روس کے درمیان میں کوئی صحرا واقع نہ تھا۔ اہل سویڈن کا فن لینڈ پر قبضہ تھا جہاں سے سینٹ پیٹرس برگ صرف چند منزلوں پر تھا اور سویڈن کے لیے پولینڈ اور ٹرکی کا حشر خاص اہمیت رکھتا تھا؛ صفحہ ۱۲۴

۱۷۲۰ء کے انقلاب اور نسٹاڈ کے صلح نامے کے بعد سے سویڈن قریب قریب طوائف الملوکی کی حالت میں تھا اور اس ابتری کا باعث اس کا دستور سیاسی تھا۔

سویڈن کی سیاسی حالت؛ یہ دستور بظاہر حریت پسندی اور حکومت شاہی کی مخالفت پر مبنی تھا مگر درحقیقت امرا کی حکومت کا موید تھا۔ جملہ اقتدارات

اصولاً نہ تو بادشاہ نہ سینٹ کے ہاتھوں میں تھے بلکہ ڈائٹ کے سپرد تھے جس میں چار جماعتیں تھیں، امرا، پادری، شہری، کسان۔ ہر جماعت (Estate) کی نشست الگ تھی اور مباحثے بھی علٰحدہ ہوتے جس کی وجہ سے وضع قوانین کے کام میں سخت وقت واقع ہوتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سویڈن کی حکومت نے عمومیت سے منحرف ہو کر رفتہ رفتہ ایک عددیہ (Oligarchy) کی صورت اختیار کر لی۔ ڈائٹ کا اجلاس جب منعقد ہوتا تو تمام اعلٰے عاملانہ، عدالتی اور وضع قوانین کے اقتدارات ایک خفیہ کمیٹی کے تفویض کئے جاتے جو پچاس امرا پچیس پادریوں اور پچیس شہریوں پر مشتمل ہوتی۔ ڈائٹ کے منتشر ہونے کے بعد اور اجلاسوں کے درمیان کے وقفوں میں عاملانہ اقتدارات سینٹ عمل میں لاتی تھی جو خود مجلس عامہ کی دست نگر تھی۔ مگر شروع شروع میں ۱۷۲۰ء کے دستور کے نقصان رساں نتائج ظاہر نہیں ہوئے کیونکہ جماعت امرا کا سرغنہ وزیر اعظم کاونٹ آروڈ ہارن، جس نے سپہگری اور تدبیر مملکت میں شہرت حاصل کی تھی فراست کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ بیس سال تک اس کی حکومت سے ملک میں امن و امان رہا اور اس کی سابقہ حالت عود کرنے لگی تھی۔ فرانس سے تعلقات قائم رکھنے سے وہ قصداً باز رہا۔ روس سے اس نے کوئی نزاع نہ ہونے دی اور انگلستان سے بھی دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر رفتہ رفتہ اس کا بھی وہی حشر ہوا جو وال پول اور فلیوری کا ہوا تھا یعنی اس کی مخالفت پر ایک جماعت آمادہ ہوگئی جسے اس سے حسد تھا اور جو زوردار خارجی طرز عمل کے اختیار کرنے پر مصر تھی۔ مخالفین کا سرغنہ کاونٹ گلن بورگ ایک نئے خاندان کا رکن تھا اور اس کے مویدوں میں کاونٹ ٹے ہن اور نئی پود کے دوسرے افراد تھے۔ بیل ایل کی طرح گلن بورگ بھی خود پسند اور جنگ وجدال کا موید تھا۔ اس کا بھی یہ قصد مصمم تھا کہ حکومت وقت کے محتاط طرز عمل کو تہ و بالا کر کے سویڈن کو ایک باہمت طرز عمل اختیار کرنے پر مائل کرے جس سے اس کی سابقہ عظمت عود کر آئے۔ گلن بورگ اور اس کے پیرووں نے ہارن کی امن پسندی کے خلاف میں شور مچانا شروع کیا اور اعلان کر دیا کہ نس ٹاڈ کے ذلیل کن معاہدے کو بالکل مٹا دینا چاہئے۔ فرانس سے

صفحہ ۱۲۵

استحاد پیدا کرنے کی بھی یہ جماعت موئید تھی۔
ان لوگوں نے اپنے مخالفوں کو "چھوٹی ٹوپیوں" کا لقب دیا اور اپنے آپکو بڑی ٹوپیاں کہنے لگے اور گلن یورگ کی سرکردگی میں فرانس کے روپیہ کے برتے پر ۱۷۳۸ء کے ڈائٹ میں ہارن اور اس کے معاونوں کی مخالفت کیلئے خم ٹھوک کر کھڑے ہوگئے۔

یہ ڈائٹ سویڈن کی تاریخ میں ایک حد فاصل ہے۔ اس وقت روس اور ترکی کی جنگ خوب زوروں پر تھی۔ روس کی کامیابیوں کی وجہ سے فرانس کو اندیشہ تھا کہ اس کا اثر بڑھ جائے گا اس لئے فرانس کو یہ فکر تھی کہ زارینا کو

۱۷۳۸ء کا ڈائٹ اور فرانسیسی اتحاد۔

صلح کر لینے پر آمادہ کرلے۔ اہل سویڈن کے باہمی نزاعوں اور مناقشوں سے فرانس کو وہ موقعہ ملگیا جس کا وہ منتظر تھا اور چند ہی مہینوں میں اسٹاک ہولم میں اس کا اس قدر اثر ہوگیا کہ روس سویڈن کے حملے کے خوف سے ترکی سے صلح کر لینے پر آمادہ ہوگیا یعنی فرانس نے سفارتی چالوں سے اس کام کو کرلیا جس کو سرکرنے سے عثمانیوں کی شمشیر معذور تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ سویڈن کے امراء غریب تھے اور وہاں رشوت اور بے عنوانیوں کا زور تھا اور بیان کیا جاتا تھا کہ ہر شخص کے ایمان کی قیمت مقرر تھی ڈائٹ کے ۷۰۰ اراکین میں سے صرف ۱۰۰ اراکین نے رشوت لینے سے انکار کردیا۔ سویڈن کی حکومت کی اس کمزوری سے ممالک غیر کے وزرائے خارجیہ بہت جلد واقف ہوگئے اور ۱۷۳۸ء میں فرانس نے ڈائٹ کے اراکین کی تعداد غالب کے ووٹ (رائیں) خرید لئے جس کی وجہ سے وزارت میں انقلاب ہوگیا اور کاونٹ گلن یورگ صدارت پر فائز ہوا۔ اس خلاف ضابطہ انقلاب کا بانی فرانسیسی سفیر سائین سے وے رین (Saint Severin) تھا جس نے ڈائٹ کے اراکین کو رشوت دینے کے نازک کام میں حد درجہ ہنرمندی سے کام لیا۔ اس نے کاونٹ ٹیسن کو ڈائٹ کا مارشل منتخب کرادیا جس کے فرائض میں خفیہ کمیٹی کی صدارت بھی شامل تھی۔ کسانوں کی جماعت کے سرغنہ کو ہموار کرلینے اور چھوٹی ٹوپیوں کو خفیہ کمیٹی سے خارج کرادینے میں بھی اسے

صفحہ ۱۲۶

کامیابی ہوئی اور اکتوبر ۱۷۳۸ء میں فرانس سے ایک معاہدے پر دستخط ہوگئے
اس گہرے اتحاد کے صلے میں فرانس نے سویڈن کو اپنی بحری اور بری فوج کی اصلاح
کے لئے تین لاکھ کراؤن سالانہ دینے کا وعدہ اس شرط پر کیا کہ سویڈن کی خارجی
حکمت عملی کی باگ فرانس کے ہاتھ میں رہے۔ اس معاہدے سے سویڈن فرانس
سے وابستہ ہوگیا اور روس اور انگلستان کا اثر زائل ہوگیا۔ ہارن کے معزول
ہو جانے کے بعد گلن بورگ وزیر اعظم ہوا۔ ٹے سن پیرس میں سفیر مقرر ہوا اور
"بڑی ٹوپیوں" کا زور ہوگیا۔ فرانس میں جنگ پسند جماعت کی یہ رائے تھی کہ اہل سویڈن
کو فوراً سینٹ پیٹرس برگ پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا جائے اور سویڈن میں "بڑی ٹوپیوں"
نے جواب بر سر حکومت تھے قسطنطنیہ کو ایک سفارت سویڈن اور ترکی میں اتحاد
قائم کرنے کے لئے روانہ کی۔

۱۷۳۹ء کے اوائل میں روس کی حکومت کو سویڈن کی طرف سے سخت
اندیشہ ہوگیا تھا۔ سویڈن کی فوج کا ایک افسر میجر میل کام سنک لیر قسطنطنیہ سے
سویڈن واپس جا رہا تھا، اسے بی رین نے قتل کرا دیا۔ یہ قتل انھیں اندیشوں
کا نتیجہ تھا اور اس سے برافروختہ ہوکر سویڈن نے جنگ کی تیاریاں شروع کردیں
اور روس کے خلاف اس ملک میں مظاہرے ہونے لگے۔ روس اور آسٹریا کو
اب یہ فکر ہوئی کہ سویڈن کے میدان جنگ میں آنے سے قبل ٹرکی کو مصالحت پر
مجبور کریں، اس لئے انھوں نے باب عالی کے خلاف میں تیسری معرکہ آرائی شروع

آسٹریا روس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے

کی۔ لیکن گو میونخ کو اپنی جسارت آمیز تجاویز میں یک گونہ کامیابی
ہوئی مگر آسٹریوں کو ہزیمت ہوئی۔ اسی اثناء میں ٹرکی کا
وزیر اعظم معزول ہوگیا اور اس کی جگہ پر الویاز محمد مامور ہوا جس کے مزاج میں
اس قدر ضد نہ تھی۔ مصالحت کی اب کچھ کچھ امید ہو چلی تھی کیونکہ آسٹریوں کو کروسیا
میں ہزیمت ہوئی تھی اور ترک بلغراد کی تسخیر میں ناکام رہے تھے، اسلئے دونوں
فریق صلح کے خواہاں تھے۔ چارلس ششم بھی اب زارینا سے علٰحدہ ہو جانے پر
تیار ہوگیا تھا۔ ولی نیوو سے ثالثی کی درخواست کی گئی اور طویل نامہ و پیام
کے بعد بالآخر یکم ستمبر کو باب عالی اور آسٹریا کے درمیان بلغراد کا صلح نامہ مرتب ہوا۔

ٹرکی سے مصالحت اور اسٹاوورے چانی یا غلتن میں میونخ کی شاندار فتح ان دونوں واقعات کی اطلاعیں وائنا میں وقت واحد میں پہونچیں جب سے چارلس ششم کو سخت افسوس ہوا کہ اس نے ترکوں سے اس قدر دبکر صلح کیوں کی۔ اب ولی نیوو کو اپنا دوسرا فرض انجام دینا تھا یعنی فتح مند روسیوں کو مصالحت پر آمادہ کرنا۔ اس میں

صلح نامہ بلغراد ستمبر ۱۷۳۹ء

کامیابی کی بظاہر کوئی امید نہ تھی مگر خلاف امید چند واقعات ایسے جمع ہو گئے جن سے اسے مدد ملی یعنی ختم سال پر اہل سویڈن نے روس پر حملہ کرنے کا مصمم قصد کر لیا تھا اور خود روس میں ڈول گرد کی اور گولٹ سن خاندانوں کے اراکین کی سرکردگی میں اینی کو معزول کرنے کی سازش ہو رہی تھی۔ آسٹریا نے علٰحدہ مصالحت کر لی تھی جس سے روسیوں کو سخت مایوسی ہوئی اور زارینا نے جب دیکھا کہ اس کے حلیف (آسٹریا) نے اس سے بے وفائی کی اور وہ یورپ میں اب بے یار و مددگار ہے اور سویڈن بھی اس کے ملک پر حملہ کرنے کی تاک میں ہے تو اس نے ۱۸ ستمبر کو ولی نیوو کی ثالثی اور اس کی پیش کردہ شرائط کو منظور کر لیا چارلس ششم نے جب معاہدہ پر دستخط کئے اس کی رو سے آسٹریا نے بلغراد اور شوڈا اور سرویا اور بوسنیا کے جو حصے اس نے ۱۷۱۸ء میں لے لئے تھے سب ترکی کو واپس کر دئیے اور ڈین یوپ اور سیو ندیاں دونوں سلطنتوں کی درمیان میں حد فاصل قرار دی گئیں۔ ڈین یوپ کے شمال میں آسٹریا کو والے شیا سے دست کش ہونا پڑا مگر تیمیس وُر کے بانات (ضلع) پر اس کا قبضہ قائم رہا۔ مشرق کی طرف آسٹریا کی پیش قدمی کی تاریخ میں بلغراد کا معاہدہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے اس حکمت عملی کو سخت نقصان پہونچا جس کا یوجین موید تھا۔

روس اور ٹرکی کے درمیان جو معاہدہ ہوا اس کی وجہ سے روس کو زیادہ نفع نہیں ہوا۔ اَزُو واس کے سپرد کیا گیا مگر اس شرط پر کہ قلعے اور فصیلیں مسمار کر دی جائیں اور روسی فوجیں کری میا، مال ڈے ویا کرو سائی کا اوچا کو وکن برن سے مراجعت کریں۔ البتہ بوگ اور نی پر دونوں ندیوں کے درمیان کا علاقہ اسے دیدیا گیا مگر اس کے جہازوں کو بحیرہ اسود میں داخل ہونے کی اجازت نہ مل سکی۔ ترکی اور روس کے مابین صلح ہو جانے سے سویڈن کی حالت حد درجہ نازک

ہوگئی کیونکہ اس کی حکومت نے ترکی کی معاونت پر اپنا دار و مدار رکھا تھا اور اب مایوس شدہ روسی اس سے بدلہ لینے کو تیار تھے۔ روسیوں کے حملے سے سویڈن کو بچانے کے لئے ولی نیو کو اپنی لیاقت اور جفاکشی سے پوری طور سے کام لینا پڑا اور اپنی خداداد فراست کی وجہ سے اسے اس مہم میں بھی کامیابی ہوئی۔ ۱۷ر جولائی ۱۷۳۹ء کو ترکی اور سویڈن کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط ہو گئے جس سے سویڈن کی جان بچ گئی آسٹریا اور ترکی کے مابین بلغراد میں معاہدہ ہونے سے روس قسطنطنیہ کی طرف پیش قدمی کرنے سے روک دیا گیا اور سویڈن اور ترکی کے معاہدے سے روس سویڈن سے بدلہ لینے سے باز رہا۔ بلغراد کا معاہدہ اٹھارھویں صدی میں فرانسیسی سفارت کا سب سے زیادہ شاندار کارنامہ ہے اور اس سے لوئی پانزدہم کا اثر بہت کچھ بڑھ گیا۔ فرانس نے اپنے قدیم حلیف ترکی کی سلامتی کے لئے اسی بلیغ کی تھی اور ترکی نے بھی اس جنگ میں اپنی قوت اور توانائی کا غیر مترقبہ ثبوت دیا تھا جس کے صلے میں اسے سی سالہ امن و امان نصیب ہوا۔ فرانس کا اس پر جو احسان تھا اس کے صلے میں ترکی کی حکومت نے از روئے معاہدہ ۲۸ر مئی ۱۷۴۰ء کو اُن خاص تجارتی و مذہبی مراعات کی جو فرانسیسیوں کو مشرق میں حاصل تھیں تجدید و توثیق کی اور اس طور پر وہ مقاصد حاصل ہو گئے جن کے لئے ولی نیو قسطنطنیہ ۱۷۲۸ء میں آیا تھا قسطنطنیہ میں فرانس کے اثر کے بڑھنے سے روس اور آسٹریا کا رسوخ بہت کم ہوگیا اور فرانس کو اس کی کامیاب سفارتی کارروائیوں سے ایک مزید نفع ہوا یعنی آسٹریا اور روس کا گہرا اتحاد ٹوٹ گیا آسٹریا کو یہ شکایت تھی کہ روس نے اس سے بیوفائی کی اور روس کو آسٹریا کے علیحدہ صلح کر لینے سے قلق تھا۔ دونوں شہنشاہی دربار بظاہر تو اپنے اتحاد پر قائم رہے مگر ان میں سے ہر ایک فرانس سے معاہدہ کرنے کی فکر میں تھا۔ جولنخ اور برگ کی جانشینی کے متعلق فرانس اور آسٹریا کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ جنوری ۱۷۳۹ء میں ہو چکا تھا اور فلیوری اور بارٹین سٹین کے درمیان نامہ و پیام کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جسکی وجہ سے آسٹریا اور

فرانسیسی سفارتی کارروائیوں کی کامیابی۔

صفحہ ۱۲۹

فرانس میں مصالحت ہوگئی ہوتی جیسا کہ بالآخر ۱۷۵۶ء میں ورسائلز کے معاہدے سے ہوا اگرچہ چارلس ششم نے سال مابعد میں انتقال کیا اور یہ معاملات یونہی رہ گئے روس میں بھی فرانسیسی اثرات غالب آ رہے تھے۔ میونخ جو گزشتہ جنگ کا سورما تھا ہمیشہ سے فرانسیسی اتحاد کا موید تھا اور اس کی سرکردگی میں سینٹ پیٹرس برگ میں ایک جماعت فرانس کی حمایت پر قائم ہوگئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرنس کانٹیمیر روس کی طرف سے سفیر ہوکر پیرس میں آیا اور لاشے تاردی فرانس کی طرف سے روس بھیجا گیا۔ فلیوری کو اس طور پر یورپ کے سیاسی معاملات میں ثالث بالخیر بنکر غیر مترقبہ کامیابی ہوئی اور ۱۷۴۰ء میں یورپ میں اس کی ایک خاص اہمیت ہوگئی جو انقلاب فرانسیسی کی لڑائیوں کے زمانے تک اسے پھر حاصل نہ ہوئی ؛

صفحہ ۱۲۹

صفحہ ۱۳۰

باب ششم

پرشیا اور آسٹریا کی جنگ جانشینی

سنہ ۱۷۴۰ تا ۱۷۴۲ع

فرڈیرک اعظم کی تخت نشینی ۔ فرڈیرک ولیم اول کی اصلاحیں ۔ فرڈیرک ولیم اول کی خارجی حکمت عملی ۔ سالزبرگ کے پراٹس ٹنٹ ۔ فرڈیرک اعظم کا زمانۂ نوجوانی ۔ آسٹریا اور پرشیا کی رقابت ۔ فرڈیرک اعظم کے خصائل ۔ فرڈیرک اعظم اور لوئی چہاردہم ۔ چارلس ششم کا انتقال سنہ ۱۷۴۰ء جرمنی کی تاریخ میں ایک حد فاصل ہے ۔ سنہ ۱۷۴۰ء سے ۱۷۶۳ء تک امریکا ہندوستان اور جزائر غرب الہند کے حالات ۔ سائی لے شیا پر حملہ کرنے کے وقتی اسباب ۔ میریا تھیری سا اور اس کے وزیر ۔ فلیوری کا طرز عمل ۔ فرڈیرک اعظم کی فیصلہ کن کارروائی ۔ سائی لے شیا پر حملہ ۔ جنگ مُول وِٹنز اور اس کے نتائج ۔ فلیوری کی حکمت عملی ۔ فرانسیسی پرشیا کے حلیف بنکر جرمنی پر حملہ کرتے ہیں ۔ روس میں انقلاب اور ایلی زابیتھ کی تخت نشینی ۔ میریا تھیری سا ہنگری میں ۔ صلح نامہ کلین شنی لین ڈارف ۔ چارلس البرٹ کا انتخاب تخت شہنشاہی کے لیئے ۔ فرڈیرک کا حملہ مورے دیا پر ۔ کارٹے ریٹ کی خارجی حکمت عملی ۔ روس میں فرانسیسیوں کی ناکامی ۔ صلح نامہ آبو ۔ بریس لا کی ابتدائی صلح اور برلن کا معاہدہ ؛

فریڈرک اعظم کی تخت نشینی

فریڈرک اعظم ۲۴؍ جنوری ۱۷۱۲ء کو پیدا ہوا اور ۲۷؍ سال کی عمر میں ۳۱؍ مئی ۱۷۴۰ء کو اپنے باپ فریڈرک ولیم اول کے جگہ پر پرشیا کا بادشاہ ہوا۔ اس کے خصائل ذاتی سے لوگ اس وقت بہت کم واقف تھے۔ اپنے باپ کی مطلق العنان وحشیانہ عہد حکومت میں فریڈرک مجبوراً ادبیات اور موسیقی کی تحصیل میں اپنا وقت صرف کرتا رہا اور علما کی صحبت میں اسے ہمیشہ لطف آتا تھا۔ تخت نشین ہونے پر اس نے جو اصلاحیں کیں وہ اس کی حریت پسندی پر دلالت کرتی ہیں۔ اخبارات کو اس نے آزادی عطا کی ملزموں کی ایذادہی کے طریقے کو موقوف کرادیا۔ مذہبی رواداری کو جاری کیا اور پوٹس ڈیم گارڈز[1] کی رجمنٹ کو تخفیف کردیا۔ بعض قحط زدہ اضلاع میں اس نے غلہ کم قیمت پر تقسیم کرنیکا انتظام کیا۔ ۱۷۴۰ء کے موسم خزاں میں اس نے اپنی کتاب (Anti Machiavel) گم نام طریقہ پر شایع کی۔ چند ہی مہینوں کے بعد لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ فریڈرک کارکردگی کی اہلیت رکھتا ہے، سیاسی اور فوجی معاملات میں اسے گہری دلچسپی ہے اور اس کی خواہش ہے کہ حملہ اور مملکت کا انصرام اپنی ذات سے متعلق کرلے۔ اس کے باپ کا طرز عمل بھی اسی قسم کا تھا مگر فریڈرک اس سے بھی اس معاملے میں بڑھ گیا۔ فریڈرک ولیم اول نے نہایت زوردار طریقے سے حکومت کی تھی اور فریڈرک اعظم کا بھی منشا تھا کہ اس کی حکومت بھی اسی قدر قوی ہو جیسے کہ اس کے باپ کی۔ نظام حکومت میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا جو پرشیا کے لیئے بیحد موزوں تھا۔

صفحہ ۱۳۱

فریڈرک ولیم اول کی اصلاحیں

فریڈرک ولیم اول بہت سی ضروری اصلاحیں عمل میں لایا تھا جس سے اس کی کارکردگی مستقل مزاجی اور ملک کی ضروریات کے احساس کا ثبوت ہوتا ہے۔


پرشیا کے نظام حکومت کی اعلیٰ ترین مجلس پریوی کونسل تھی جسکی تنظیم جوآکم فریڈرک نے ازسرنو کی تھی۔ الیکٹر اعظم نے اس کونسل کی مزید اصلاح کرکے اسے ایک قومی مجلس شوریٰ کردیا جسکے ارکین مختلف اضلاع کے حکام تھے۔ فریڈرک ولیم اول کے عہد حکومت میں پریوی کونسل کی اہمیت اور وقار میں تو کوئی فرق نہ آیا مگر تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ بوجہ کثرت ارکین انگلستان کی پریوی کونسل

[1] فریڈرک کے باپ نے اس رجمنٹ کی تخفیف کے متعلق اسے مشورہ دیا تھا۔

کی طرح یہ بھی اپنے جدید فرائض کو کما حقہ انجام نہیں دیسکتی اور ایک چھوٹی سی مجلس جو انگلستان کے کابینہ (Cabinet) کے مماثل تھی اس کے اراکین سے بنالیگئی اور اسی کے اراکین جن کا بادشاہ سے راست تعلق تھا، مالیہ، امور خارجی، جنگ اور عدلت کے سرشتوں کی نگرانی کرتے تھے۔ ان سرشتوں میں سے سرشتہ ہائے مالیہ وعدلت کی ماتحت مجالس تمام ملک میں تھیں۔ وزیر مالیہ کے تحت میں نظامت مالیہ، وجنگ واملاک شاہی تھی جو ۱۷۲۲ء میں نظامت ہائے جنگ و مالیہ کے امتزاج سے وجود میں آئی تھی اس سے قبل یہ دونوں نظامتیں علٰحدہ تھیں اور ہر ایک کے حسابات عہدہ دار اور مداخل علٰحدہ تھے یہ نظامت عامہ بہت جلد سلطنت کا اہم ترین سرشتہ ہوگیا بادشاہ اس کا صدر تھا اور پانچ وزیروں کے علاوہ اس میں اور بھی اراکین تھے اسکی ہر شاخ کی خاص فرائض اور ذمہ داریاں تھیں اور اجرائے کار کے لیئے مفصل دستور العمل تھا۔ نظامت مذکور کے وجود سے پرشیا کے نظام حکومت کی پیچیدگی جاتی رہی اور اس کی اصلاح ہوگئی، اسی مجلس کے تحت میں صوبجات کی مجالس جنگ واملاک تھیں اور مجالس صوبہ کے تحت میں اضلاع اور شہروں کی انتظامی مجالس تھیں۔ اضلاع اور شہروں کے افسران اعلےٰ کی حیثیت شاہی افسروں کی تھی اور شہروں کی مجلسوں کو حقیقی معنوں میں آزادی حاصل نہ تھی۔ سلطنت کے ہر گوشے میں بادشاہ کا اقتدار عیاں تھا، یہانتک کہ عدالتی معاملات بھی اسی کے زیر اقتدار تھے۔ اضلاع اور شہروں کی عدالتیں صوبجات کی عدالتوں کے تحت میں تھیں اور صوبوں کی عدالتوں کے فیصلوں کا مرافعہ پریوی کونسل کے سرشتہ عدالتی میں ہوتا ہے۔ صفحہ ۱۴۲

فریڈرک ولیم انتہائی کاوش سے ایک ایسا نظام حکومت وجود میں لایا تھا جو پرشیا کے لئے مخصوص تھا اور جس کا دارومدار ایک فرد واحد کی قوت ارادی اور فراست پر تھا۔ اٹھارھویں صدی کی خود مختار حکومتوں میں پرشیا کا یہ نظام حکومت سب سے زیادہ کامیاب اور قابل استحسان تھا۔ پرشیا کا جغرافیائی موقعہ ایسا تھا کہ ایک زبردست فوج رکھنا اس پر لازمی تھا اور اس کی حکومت پر رفتہ رفتہ فوجی رنگ غالب آگیا۔ الیکٹر اعظم کے زمانے سے ایک زبردست مرکزی حکومت رفتہ رفتہ وجود میں آگئی تھی جس کی بنا فوجی قوت پر تھی اور دانشمند فریڈرک ولیم اول نے ایک ایسی فوج تیار کردی

یورپ سنہ ۱۷۴۰ء میں



تھی جس کے کارنامے یورپ کی تاریخ میں مندرج ہیں ۱۷۱۸-۱۷۲۱ء کی شمالی جنگ سے
اسے معلوم ہو گیا تھا کہ پرشیا کے لئے ایک زبردست فوج کی ضرورت ہو جو اسے
ہر قسم کے حملوں سے محفوظ رکھ سکے۔ اسی لئے اس نے ایک قابل تعریف فوج تیار کی
اور اس کی موت سے قبل پرشیا کی فوج کی تعداد اسی ہزار تھی حالانکہ انگلستان
کی مستقل فوج صرف ۱۷ ہزار تھی۔ اس جرّار فوج کے روز افزوں اخراجات کا بار قوم
پر پڑتا تھا اور اسی فوج کے وجود کی وجہ سے پرشیا کے بادشاہوں کو مطلق العنان
حکومت قائم کرنے میں کامیابی ہوئی سلطنت کی آمدنی کا حصۂ کثیر فوج کی تنخواہوں
میں صرف ہوتا۔ فریڈرک اعظم جب تخت نشین ہوا تو اسے نہ صرف ایک قواعد داں فوج
ورثے میں ملی بلکہ ۲۶ ملین کا خزانہ بھی ملا۔ فریڈرک ولیم اول ایک جدید طرز حکومت
اور ایک قابل ستائش فوج کا بانی تھا۔ نپولین کی حکومت کی طرح اس حکومت کی بنیاد
فوج تھی اور فوج ہی کے ذریعے سے حکومت کو لامتناہی اقتدار حاصل تھا؛

صفحہ ۱۳۲
فریڈرک ولیم نے ایک باکار نظام حکومت قایم کیا جو اس زمانہ میں پرشیا کیلئے
حد درجہ موزوں تھا جو نظام حکومت اس کے زمانہ میں موجود تھا اس میں اس نے
آہستہ آہستہ اور نہایت احتیاط اور جانفشانی کے ساتھ انتظامی اصلاحیں کیں جنکی وجہ سے
پرشیا اس قابل ہو گیا کہ اپنی زخار فوج کے مصارف کو برداشت کر سکے اور یورپ کی
سلطنتوں کی متفقہ کوششوں کا مقابلہ کر سکے۔ فریڈرک ولیم نے اپنے ورثے میں اپنے
بیٹے کے لئے نہ صرف یورپ کی سب سے زیادہ مطلق العنان حکومت چھوڑی تھی بلکہ
خارجی حکمت عملی کی وہ روایات بھی جن پر عمل کرنے سے پرشیا کا شمار یورپ کی
سربرآوردہ سلطنتوں میں ہونے لگتا۔ خارجی حکمت عملی اور
سفارتی کارروائیوں سے وہ بہت کم واقف تھا اور ووس ٹرہاڈین

فریڈرک ولیم کی خارجی حکمت عملی

کے معاہدے اور پولینڈ کی جنگ جانشینی سے پرشیا کو یورپ میں کوئی خاص اعزاز نہیں
حاصل ہوا تھا مگر چارلس دوازدہم کے انتقال کے بعد سویڈن سے چند بیش بہا مقبوضات
اسے مل گئے اور برگ کی جانشینی اور رادین سٹین کی ریاست کے حصول کے لئے بھی
اس نے سعی بلیغ کی آسٹریا اور ہینوور پرشیا کی ترقی کن سلطنت کو حسد کی نگاہ سے
دیکھتے تھے اور ہر موقعہ پر اس کی مخالفت کرتے اور اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتے

کیونکہ ہینوور کو اب تک شہنشاہت کے صوبجات میں امتیاز حاصل کرنے کی آرزو تھی۔ مگر باوجود ان مواقع کے فریڈرک ولیم تادم مرگ ایک زبردست جرمن محب قوم تھا۔ انتقال سے کچھ قبل اس نے محسوس کیا کہ یورپ کے مجالس شوریٰ میں اس کا زیادہ اثر نہیں اور یہ کہ چارلس ششم نے اسے برگ کے معاملے میں جھڑکا دیا تھا۔ فریڈرک ولیم کو سفارتی کارروائیوں میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی مگر مختلف تدابیر سے اس نے پرشیا کی حالت ایسی کر دی تھی کہ وہ رفتہ رفتہ اپنے اثر کو محسوس کرا سکتا تھا۔ اسکی فوج کا یورپ کی بہترین فوجوں میں شمار تھا اور پرشیا میں اس نے مختلف قوموں کے مستعمرین کو بسایا تھا۔ ۱۷۳۱ء میں سالزبرگ کے اسقف اعظم فرمین کے مظالم سے ہزارہا پراٹسٹنٹ اس ریاست سے ترک وطن کرنے پر مجبور ہوئے۔ سالزبرگ کے لیوتھرن لوگوں کے ساتھ اس نے شروع ہی سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ ان مظلوموں کی آہ وزاری کی طرف شہنشاہی ڈائٹ نے اپنی معمولی سنگدلی کی وجہ سے کبھی توجہ نہیں کی۔ فریڈرک کی دھمکیوں اور کوششوں سے بعض کاتھولیک رئیس بھی چونک اٹھے اور اسقف اعظم نے بھی اپنے طرز عمل کو مجبوراً کچھ بدل دیا مگر اس اثناء میں سالزبرگ کے پندرہ ہزار باشندے پرشیا میں چلے آئے جنھیں اس دور اندیش بادشاہ نے پرشیا کی سابق ڈچی (پرپوسین) کے شہروں اور اضلاع میں آباد کر دیا۔ جرمنی کے شاعر گیٹی نے اہل سالزبرگ کے ترک وطن کا ذکر اپنی نظم "ہرمن وڈوروتھیا" میں کیا ہے جس سے اسے بقائے دوام حاصل ہو گیا ہے۔ محنتی کفایت شعار اور ہوشیار کاشتکاروں اور اہل حرفہ کو پرشیا میں بسا کر اسے از سر نو آباد کرنا فریڈرک ولیم کے عظیم الشان کارناموں میں ہے۔ اسی وجہ سے موجودہ سلطنت جرمنی بہت کچھ اسکی مرہون منت ہے۔ الیکٹر اعظم نے بھی اسی طور پر فرقہ ہیوگوٹی نو کے افراد کا خیر مقدم کیا تھا۔

سالزبرگ کے پراٹسٹنٹ

صفحہ ۱۴۴

پرشیا کے اس مصلح اعظم (فریڈرک ولیم) کے خاندانی تعلقات خوشگوار نہ تھے۔ اسکی ملکہ سوفیا ڈوروتھیا تھی جس سے چودہ بچے ہوئے جن میں سے دس سن بلوغ کو پہونچے سب میں بڑی ولہیمی نا تھی جس کی سوانح عمری سے فریڈرک اعظم کے لڑکپن کے حالات بہت کچھ معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی شادی

فریڈرک اعظم کا زمانہ نوجوانی

مارکوس بیرو تھ سے ہوئی تھی۔ چار بہنیں اور تھیں یعنی لوئی سا جو مارکوس انس پاخ سے بیاہی گئی
چارلٹ ڈیوک پرنس وک سے میریا مارکوس شویٹ سے اور الریکا سویڈن کی ملکہ ہوئی
جس کا بیٹا گس ٹاوس سوم تھا۔ فریڈرک اعظم جو دل ہی نا سے ڈھائی سال چھوٹا تھا ۲۴ جنوری ۱۷۱۲ء
کو پیدا ہوا۔ اسکے تین بھائی اور بھی تھے یعنی آگسٹس ولیم (فریڈرک ولیم ثانی کا باپ)
ہنری اور آگسٹس فرڈی ننڈ۔ فریڈرک ولیم کو اپنے بڑے بیٹے (فریڈرک اعظم)
سے سخت نفرت تھی اور ایک دفعہ قریب تھا کہ اس کا بھی وہی حشر ہو جو پیٹر اعظم کے
بیٹے الیگزس کا ہوا۔ مگر پرشیا کے انتظامی محکموں میں کام سیکھکر اس نے اپنے باپ کو
پھر خوش کرلیا اور ۱۷۳۲ء میں اس کی منگنی برنس وک بے ورن کی شہزادی ایلی زابیتھ
سے ہوئی۔ پولینڈ کی جنگ جانشینی کی ان معرکہ آرائیوں میں وہ شریک تھا جو
رائن کے نواح میں ہوئیں اور پرنس یوجین کی اس نے آخری فوجی کارروائیاں
دیکھیں جس کی عمر اس وقت ۷۳ سال کی تھی اور بقول اس کے "اس پر اثم سورما کا
صرف سایہ باقی رہگیا تھا"۔ اگر رائن کی معرکہ آرائیوں میں کمان فریڈرک کے ہاتھوں صفحہ ۱۳۵
میں ہوتی تو ممکن تھا کہ وہ فلپس برگ کے محاصرہ کو اٹھوانے کی کوشش کرتا۔ مگر
یوجین بتقاضائے عمر محتاط تھا فوج پر بھی اسے بھروسا نہ تھا کیونکہ وہ مختلف ریاستوں
کی امدادی افواج پر مشتمل تھی اس لئے وہ اپنی جان جوکھم میں ڈالنا پسند نہ کرتا تھا اور
شہر مذکور کے سقوط کے بعد فریڈرک کو اس معرکہ آرائی میں مطلق دلچسپی باقی نہ رہی
۱۷۳۴ء سے ۱۷۴۰ء تک فریڈرک زیادہ تر ادبیات کے مطالعہ میں مشغول رہا۔ اسکے

آسٹریا اور پرشیا کی رقابت

باپ نے اپنے آخری زمانے میں برگ کے معاملے میں چارلس ششم
سے دھوکا کھایا۔ اور ۱۷۳۸ء میں انگلستان فرانس آسٹریا اور
ہالینڈ متحد ہو کر اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ جولخ اور برگ پر پرشیا کی فوجیں قبضہ نہ کرنے
پائیں۔ باپ کے انتقال کے بعد فریڈرک اعظم کا یہ فرض ہو گیا کہ آسٹریا سے اس
فریب کا بدلا لے اور ہنوور کو نیچا دکھا کر اسے مجبور کرے کہ آیندہ سے شمالی جرمنی میں
پرشیا کے تفوق کی بیخ کنی سے باز آئے۔ اس کا باپ ایک زبردست فوج
بھی اس کے لئے چھوڑ گیا تھا اور اس کا یہ بھی فرض تھا کہ اس سے کام لیکر پرشیا
کے مقبوضات کو وسعت دے اور مستحکم کر دے۔

فریڈرک اعظم کے خصائل

پرشیا کی عظمت کی بنا فریڈرک ولیم اول نے ڈالی تھی۔ فریڈرک اعظم کا یہ کام تھا کہ اپنے باپ کے منصوبے تکمیل کو پہونچائے یعنی اپنی سلطنت کی سرحدوں کو مستحکم کردے اور پرشیا کو یورپ کی اعلیٰ ترین سلطنتوں کا ہم رتبہ کردے۔ یورپ کی حکومتوں کے نظام میں یہ انقلابی تغیر ۱۷۶۳ء تک عمل میں نہیں آیا اور وہ بھی دو زبردست لڑائیوں کے بعد۔ اٹھارھویں صدی کی تاریخ میں فریڈرک کی حیثیت نہایت ممتاز ہے۔ اس کے عہد حکومت کی اہمیت یہ ہے کہ اس نے بین الاقوامی سیاسیات کے اس انقلاب میں نمایاں حصہ لیا اور اس کے چند ممتاز خصائل اس اہمیت کے باعث ہیں یعنی انتظامی قابلیت حسن تدبیر فوجی معاملات سے واقفیت اور مصایب میں مستقل مزاج رہنا۔ البتہ اس کے اوصاف ذاتی زیادہ خوشس آیند نہ تھے۔ فریڈرک عنفوان شباب میں نرم دل اور عالی دماغ تھا مگر اس کے باپ کا سلوک اس کے ساتھ اس قدر ناشفقانہ اور شبہ آمیز تھا کہ فریڈرک رفتہ رفتہ سخت دل خود غرض اور طنز پسند ہوگیا۔ لیکن اپنی کشش ذاتی اور خوش کلامی سے جب وہ چاہتا تو لوگوں کے دلوں پر بہت کچھ اثر ڈال سکتا تھا اور اپنی رعایا اور سپاہیوں میں ہمیشہ ہر دل عزیز تھا۔ بحیثیت ایک بادشاہ کے فریڈرک بالکل زمانہ ساز تھا اور اس میں اسے کامیابی بھی ہوئی۔ حیدر علی کی طرح جس سے وہ کئی امور میں مشابہ تھا اس کے حواس خمسہ تادم مرگ قائم رہے اور اس نے پیرانہ سالی میں انتقال کیا۔ جارج سوم کی طرح فریڈرک نہایت محنتی تھا اور ذرا ذرا سی باتوں تک کا خیال رکھتا تھا اور اس میں ایک مزید خوبی تھی جو جارج سوم میں نہ تھی یعنی وہ نہایت ہی وسیع منصوبوں کو سوچتا اور انھیں عمل میں لے آتا۔ اپنے ملک کی فلاح وبہبود کا خاص خیال رکھنے میں وہ لوئی چہاردہم سے

فریڈرک اعظم اور لوئی چہاردہم

مشابہت رکھتا تھا۔ اپنے عہد حکومت کے اختتام کے چند سال قبل تک لوئی چہاردہم کا مطلق العنان طرز حکومت رعایا کو ناگوار نہ تھا اور اس کی وجہ سے ملک میں امن وامان قائم تھا اور ممالک غیر میں فتوحات عمل میں آرہی تھیں۔ اسی طور سے پرشیا کا طرز حکومت بھی مطلق العنانی پر مبنی تھا مگر اس طرز حکومت کے علاوہ کسی اور کے تحت میں فریڈرک اعظم اپنے ملک کو آسٹریا

کی جنگ جانشینی اور جنگ ہفت سالہ کے طوفانوں سے بچا نہ سکتا تھا۔ لوئی کی طرح وہ بھی بالکل مطلق العنان تھا مگر دونوں کی طرز حکومت میں چند اہم امور میں فرق تھا۔

فرانس اور پرشیا دونوں ملکوں میں رعایا کے حقوق قریب قریب کالعدم تھے اور دونوں ملکوں میں امرا اور پادری بادشاہ کے سدراہ نہ ہو سکتے تھے لیکن فرانس کے امرا کا امور مملکت میں کوئی حصہ نہ تھا اور لوئی چہاردہم نے انھیں بالکل بے قابو کر دیا تھا برخلاف اس کے گو فریڈرک ولیم اول نے پرشیا کے امرا کے خاص حقوق میں تخفیف کر دی تھی مگر سوائے بادشاہ کے وہ اب بھی سلطنت کے تمام عناصر سے قوی تر تھے۔ اُن کے خاص حقوق اب بھی بہت سے باقی تھے؛ انتظام مملکت میں اب بھی انھیں رسوخ حاصل تھا؛ فوج میں اعلیٰ عہدے انھیں کو ملتے اور عہد انقلاب فرانس تک انکی یہی حالت رہی جب کہ جدید اصلاحی خیالات کی وجہ سے پرشیا کے طبقۂ امرا کی حالت میں اہم تغیرات عمل میں آئے۔ دونوں بادشاہوں کے خیالات بالکل مختلف تھے۔ مذہبی معاملات میں لوئی بالکل تنگ خیال تھا جس سے اس کے جانشین کے زمانہ میں فرانس کو سخت نقصان پہونچا، برخلاف اس کے فریڈرک عام مذہبی رواداری کا پابند تھا۔ فریڈرک اس زمانے کے فلسفی مزاج حکمرانوں میں غالباً پہلا اور سب سے زیادہ کامیاب تھا جو ایسی اصلاحوں کو عمل میں لائے جو فلسفیوں کے نظریات پر مبنی تھیں اور جن سے مقصود رعایا کو فائدہ پہونچانا تھا؛

دونوں بادشاہوں نے ایک دفتری طریقۂ حکومت قائم کیا جو انکے انتقال کے بعد مفقود ہو گیا۔ فریڈرک کے وزیروں کی حالت بالکل محرروں کی تھی جنھیں نہ تو آزادی تھی اور جو نہ کسی تحریک کا آغاز کر سکتے تھے۔ نوجوان اور ہوشمند بادشاہ کی نگرانی ہر سررشتے پر تھی۔ پرشیا کی نوخیز سلطنت کو جو رسوخ اور وقار اٹھارھویں صدی میں حاصل ہوا اس کا باعث فریڈرک اعظم تھا مگر کسی کا مقولہ ہے کہ انیسویں صدی کے آغاز میں پرشیا کے زوال کا باعث بھی وہی تھا؛ حقیقت جو کچھ ہو مگر اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس کی عاقبت اندیشی، قوت فیصلہ کی پختگی، زبردست قوت ارادی اور فوجی قابلیت کے بغیر پرشیا کی بھی حالت وہی رہتی جو سیکسنی یا باویریا کی

تھی اور ان سے زیادہ عروج اسے حاصل نہ ہوتا؛

۲۰ ر اکتوبر ۱۷۴۰ء کو چارلس ششم نے انتقال کیا اور اسی سال مئی میں فریڈرک ولیم بھی راہی ملک عدم ہوا۔ ان دونوں کے انتقال سے یورپ اور نو آبادیوں کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے ۱۷۴۰ء اور ۱۷۶۳ء کے درمیان چند نہایت ہی اہم مسائل کا تصفیہ ہوگیا جن سے یورپ کا توازن قوت بہت کچھ متاثر ہوا۔ امریکا اور ہندوستان میں انگلستان اور فرانس کی جد و جہد کا بالآخر قطعی تصفیہ ہوگیا، انگلستان کا بحری تفوق قائم ہوگیا فرانس کے قبضہ سے کناڈا نکل گیا اور ہندوستان میں اسے ہزیمت ہوئی۔

چارلس ششم کا انتقال

برطانیہ عظمیٰ اور خاندان بوربون کی رقابت کا سلسلہ کچھ روز کے لیئے بند ہوگیا اور پھر اسوقت رونما ہوا جب کہ برطانیہ اور اس کی امریکائی نو آبادیوں میں چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی ۱۷۴۰ء میں مسائل ذیل تصفیہ طلب تھے یعنی تفوق بحری، شمالی امریکا میں آیندہ تفوق لاطینیوں کو حاصل ہوگا یا جرمنی الاصل اقوام کو اور ہندوستان میں فرانس کا اثر غالب رہیگا یا انگلستان کا۔ مسائل مذکور کا ۱۷۶۳ء میں انگلستان کے حق میں فیصلہ ہوگیا؛ صفحہ ۱۴۳

یورپ میں ۱۷۴۰ء اور ۱۷۶۳ء کا درمیانی وقفہ نہایت ہی اہم ہے اور اس عہد میں بھی اٹھارھویں صدی کی ممتاز خصوصیات کی متعدد مثالیں موجود ہیں یعنی ایک طرف تو جرمنی، فرانس، ہسپانیہ، اطالیہ اور دیگر ممالک میں روشن خیال بادشاہ اور مدبر جدید اصلاحی خیالات کا دم مار رہے تھے اور دوسری طرف سائی لیشیا پر جبراً قبضہ کر لینے سے دراز دستیوں کا وہ دور شروع ہوگیا جس کی انتہا نپولین پر ہوئی۔

جرمنی کے لیئے ۱۷۴۰ء نہایت ہی اہم ہے کیونکہ فریڈرک اعظم کی تخت نشینی سے گویا زمانۂ حال کی سلطنت جرمنی کا آغاز ہوتا ہے۔ جنگ سی سالہ کے بعد جرمنی کے حصے بخرے ہوگئے تھے اور اس کی حالت حد درجہ ذلیل ہوگئی تھی اور مادی، اخلاقی اور دماغی لحاظ سے بھی ہر سو تباہی کے آثار نمایاں تھے۔ جذبۂ قومیت بالکل معدوم ہوگیا تھا گو لوئی چہاردہم کی دراز دستیوں سے

۱۷۴۰ء کی جرمنی کی تاریخ میں اہمیت

یہ جذبہ پھر برانگیختہ ہو رہا تھا۔ کاتولیکی آسٹریا جو شہنشاہت کے مفاد کی طرف سے غافل اور اپنے ذاتی اغراض کے حصول میں منہمک تھا، قوم جرمن کو بلا لحاظ مذہب کوئی امید نہ دلا سکتا تھا کہ اسے اپنی شہنشاہی ذمہ داریوں کا احساس ہے۔ جرمنی میں اخلاقی اور سیاسی احیاء کا امکان سلطنت پرشیا کے عروج سے ہوا جو باوجود پراٹسٹنٹ ہونے کے مذہبی آزادی کی حامی تھی ۱۷۵۶ء اور ۱۷۶۳ء کے درمیان میں پرشیا کی وجہ سے جرمنی کے جذبۂ قومی میں ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ جنگ ہفت سالہ سے جرمنی کو معلوم ہو گیا کہ فریڈرک اعظم اس کا قومی سورما ہے اور لیسنگ کی نظم (Minna von Barnhelm) اور گلیم کے سپاہیوں کے گیتوں سے اس عام قومی جوش کا پتا چلتا ہے۔ اسی جنگ کے دوران میں جرمن لوگ محسوس کرنے لگے کہ وہ بھی ایک قوم ہیں ۱۷۵۶ء ہی سے برلن اور وائنا کے درباروں میں وہ رقابت شروع ہوئی جس کا سلسلہ ۱۸۶۶ء تک قائم تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ جو مصائب میریا تھیریسا کو برداشت کرنے پڑے وہ ابتدائی تماشے ہیں اس ناٹک کے سیڈووا جس کا اختتام ہے اور سیڈن جس کا آخری صفحہ ۱۳۹ گیت (Epilogue) ہے۔[1] پرشیا نے جب آسٹریا کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا تو جارج دوم اور اس کے وزیروں کی وہ امید جاتی رہی ہینوور شمالی جرمنی میں وہی رسوخ حاصل کر سکیگا جو اب پرشیا کو حاصل ہوا۔

۱۷۱۵ء اور ۱۷۴۰ء کے درمیان کا زمانہ انتہائی بےچینی اور سفارتی کارروائیوں کا ہے جس کے دوران میں ایک زبردست جدوجہد یورپ، امریکا اور ہندوستان میں جاری رہی تھی برخلاف اس کے ۱۷۴۰ء اور ۱۷۶۳ء کے درمیان ایک سیاسی ناٹک ہوا جس کے تین ایکٹ تھے ۱۷۴۰ء سے ۱۷۴۸ء تک فریڈرک اعظم سائلیشیا کی دونوں جنگوں میں مشغول تھا اور فرانس

۱۷۵۶ء تا ۱۷۶۳ء میں امریکا ہندوستان اور جزائر غرب الہند۔

---

[1] جنگ سیڈووا میں ۳ جولائی ۱۸۶۶ء کو پرشیا نے آسٹریا کو شکست دی اور جنگ سیڈن میں یکم ستمبر ۱۸۷۰ء میں فرانس کو۔ مترجم۔

[2] Karl Hillebrand, Lectures on German Thought. Lecture II

دو سلطنتوں کا مقابلہ کر رہا تھا یعنی ایک طرف تو وہ جرمنی کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں سے متحد ہو کے آسٹریا کی مخالفت کر رہا تھا اور اب اس فکر میں تھا کہ ہیپس برگ خاندان کے مقبوضات کے حصے بخرے کر کے اس ۲۱۲ سال کی رقابت کا خاتمہ کر دے دوسری طرف شمالی امریکا جزائر غرب الہند اور ہندوستان میں اسے اپنے اغراض اور مفاد کی حفاظت کرنا اور سمندروں میں انگلستان کے ساتھ اپنی ہمسری کا قائم رکھنا بھی ضروری تھا۔ سائی لی شیا کی نزاع فرانس اور آسٹریا کی رقابت اور فرانس اور ہسپانیہ کے بوربون بادشاہوں اور انگلستان کی تجارتی اور نو آبادیات کی رقابت ان سب کے متعلق جنگ و جدال کا سلسلہ وقت واحد میں جاری رہا۔ ۱۷۴۸ء میں شرکائے جنگ خستہ حال ہو کر جنگ و جدال سے باز آتے ہیں ۱۷۴۸ء سے ۱۷۵۶ء کا سکون رہتا ہے مگر بے چینی اور سازشوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے جو جنگ ہفت سالہ کا پیش خیمہ ہیں۔ اس جنگ میں فرانس اور آسٹریا ایک طرف۔ اور ان کے مقابلے پر انگلستان اور پرشیا ۱۷۶۳ء میں اس جنگ کا خاتمہ انگلستان اور پرشیا کی فتح پر ہوا۔ انگلستان کو ہر سو کامیابی ہوئی اور سائی لے شیا پر پرشیا کا قبضہ برقرار رہا۔

فریڈرک اعظم جب تخت نشین ہوا تو انگلستان اور ہسپانیہ امریکا کے ہسپانی سمندروں میں برسر جنگ تھے اور گو فرانس بھی جنگ کی تیاری میں مصروف تھا مگر تمام یورپ میں آتش جنگ کے مشتعل ہو جانے کے بظاہر کوئی آثار نہ تھے۔ فریڈرک کو ابتدا ہی سے یہ خیال تھا کہ فرانس اور روس کو اپنا دوست بنائے یا بصورت جنگ انھیں غیر جانب دار رہنے پر آمادہ کرے۔ اس لئے اس نے دونوں ممالک سے نامہ و پیام شروع کر دیا۔ ۱۷۴۰ء کے موسم سرما میں دو واقعات ایسے ہوئے جن کی وجہ سے فریڈرک نے سائی لے شیا پر حملہ کرنے کا قطعی تہیہ کر لیا۔ ۲۰ اکتوبر کو چارلس ششم نے انتقال کیا اور ۲۸ اکتوبر کو روس کی شہنشاہ بیگم اینی بھی چل بسی۔

سائی لے شیا پر حملہ کرنے کے فوری اسباب

صفحہ ۱۴۱

چارلس ششم کے ساتھ خاندان ہیپس برگ کی نسل ذکور کا خاتمہ ہو گیا اور شہنشاہ بیگم اینی کے انتقال کے بعد روس کے تخت و تاج کا مالک ایک نابالغ ڈیوک اعظم

ایوان ہوا۔ اینی کے انتقال کے بعد بیرین نائب السلطنت جبراً ہوگیا تھا مگر ۸ار
نومبر کو محل شاہی میں ایک انقلاب ہوا اور بیرین معزول ہوکر جلاوطن ہوگیا۔
روسی حکومت کا صدر اب جرمنی انسل میونخ تھا جسے فریڈرک نے ہموار کرلیا تھا۔
اس لئے اب فریڈرک کو قوی امید تھی کہ ایوان کی طویل نابالغی کے زمانے میں
روسی حکومت آسٹریا کے انتظام جانشینی (Pragmatic Sanction) کو قائم کرنے
کی غرض سے اس کے معاملات میں مداخلت نہ کریگی اور ایک عرصے تک اسے
موقع ملیگا کہ آسٹریا کی موجودہ بے بسی سے نفع اٹھائے اور اپنے گہرے منصوبوں
کو عمل میں لائے۔ چارلس ششم کے انتقال سے تاج شہنشاہی اور سلطنت
آسٹریا کے مقبوضات پر دعوی کرنے کا موقع یورپ کے بعض حکمرانوں کو ملگیا۔
۱۷۱۸ء سے چارلس کی حکمت عملی کی اصل غایت یہ تھی کہ تمام دول یورپ سے
ایک حتمی وعدہ حاصل کرے کہ اس کے انتقال کے بعد اس کی بیٹی میریا تھیری سا
اس کے تمام آبائی علاقوں پر قابض ہو جائیگی۔ اس کوشش میں اسے کامیابی
بھی ہوئی اور بظاہر میریا تھیری سا کے لئے کوئی اندیشہ نہ تھا۔ چارلس ششم کے
انتقال کے بعد انگلستان، روس، پرشیا اور ہالینڈ نے فوراً آسٹریا کے علاقوں
کے متعلق میریا تھیری سا کی وراثت کو تسلیم کرلیا مگر ہسپانیہ، سارڈی نیا، سیکسنی اور
باویریا نے خاندان ہیپس برگ کے جملہ مقبوضات یا بعض حصوں کا دعوے کیا۔
دعویداروں میں صرف چارلس البرٹ رئیس باویریا کا دعوی کچھ قابل لحاظ تھا
مگر وہ بھی اپنے اس دعوے کو ثابت نہ کرسکا کہ شہنشاہ فرڈی ننڈ اول نے جب
۱۵۶۴ء میں انتقال کیا تو اس نے بصورت عدم موجودگی اولاد ذکور اپنی بیٹی اینا
اور اس کی اولاد کو (جس میں چارلس البرٹ بھی تھا) اپنی سلطنت کا وارث
قرار دیا۔ لیکن گو ایلی زابیتھ فارنیس چاہتی تھی کہ ڈان فلپ کو لوم بارڈی کی سلطنت
ملجائے اور شاہ سارڈی نیا علاقہ میلانیز کے حصول کی فکر میں تھا مگر نہ تو ہسپانیہ
نہ سارڈی نیا جنگ کے لئے تیار تھے اور اگر فرانس اور پرشیا نے آسٹریا کے
مقبوضات پر حملہ کرکے میریا تھیری سا کے منتشر علاقوں پر حملہ آوری کی صلائے عام
نہ دی ہوتی تو آسٹریا بیرونی حملوں سے بالکل محفوظ رہتا۔

چارلس ششم کے انتقال کے بعد میریا تھیریسا آسٹریا کی ڈچس عظمیٰ ہنگری اور بوہیمیا کی ملکہ اور آسٹریا کے تمام مقبوضات کی حکمراں قرار دیگئی اس حسین و جمیل ملکہ کی عمر اسوقت ۲۳ سال تھی' اس کے الطاف و کرم کا یہ حال تھا کہ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑتا اس کے حلقہ بگوش ہو جاتے۔ ان خوبیوں کے علاوہ میریا تھیریسا صادق القول' کریم الطبع' نیک کردار' محب وطن مستقل مزاج اور جفاکش تھی۔ باوجود شروع ہی سے مصائب میں مبتلا ہونے کے کبھی ہمت نہ ہاری مذہب کے اصول کا اس پر گہرا اثر تھا اور اپنے فرائض منصبی کا پورا خیال رکھتی تھی۔ نوجوان ملکہ کو امید تھی کہ دول یورپ جنھوں نے اس کے حقوق کو برقرار رکھنے کا حتمی وعدہ کیا تھا اسکا لحاظ کرینگے۔

اس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے شوہر فرانسس اسٹیفن کو اپنے تمام آبائی علاقوں میں نائب السلطنت مقرر کردیا اور وزیروں کو جن میں سے اکثر کا سن ستر سال سے زیادہ تھا اپنے عہدوں پر برقرار رکھا۔ ان میں سے زن زین ڈارف (چینسیلر اور وزیر اعظم) اور اسٹاریم برگ (صدر سر رشتۂ مالیہ) دونوں تجربہ کار تھے۔ مگر نہ تو ان دونوں اور نہ کاونٹ جوزیف ہراخ (صدر مجلس جنگ ۱۷۳۸ء تا ۱۷۶۲ء) یا کنسکی (بوہیمیا کا چینسیلر) کو یورپ کے موجودہ سیاسی حالات کا صحیح علم تھا اور چونکہ یہ لوگ جزوی انتظامی امور کے انصرام کے عادی تھے اس لیئے نہ تو ان میں اولوالعزمی تھی نہ قوت فیصلہ اور ۱۷۴۰ء کے نازک معاملات تو بالکل انکے فہم و عقل سے بالاتر تھے۔ نوجوان ملکہ نے اولاً بارٹین سٹین اور ہربرس ٹین کو اپنا معتمد علیہ بنایا۔

بارٹین سٹین السا س کا رہنے والا تھا جو اپنی جانفشانی اور سلطنت آسٹریا کی خدمت گزاری سے وزارت کے درجے تک پہونچ گیا تھا۔ فریڈرک اعظم کی صفحہ ۱۴۱
طرف سے اسے سخت اندیشہ تھا اور اس کا قول تھا کہ سوائے شاہ پرشیا کے ملکہ کا کوئی اور دشمن نہیں۔ زن زین ڈارف نے ۱۷۴۲ء میں انتقال کیا' اسٹاریم برگ نے ۱۷۴۵ء میں اور کنیسکی نے ۱۷۴۸ء میں۔ زن زین ڈارف کے مرنے کے بعد اہل فیلڈ برائے نام چینسیلر ہو گیا مگر بارٹین سٹین ۱۷۴۰ء سے ۱۷۵۳ء تک وزیر خارجہ تھا اور وزرا کی خفیہ مجلس میں اس کا بہت اثر تھا۔ تدبیر مملکت سے زیادہ اسے قانون میں دخل تھا اور کانیٹز کے عروج کے

بعد اہل فیلڈ کے ساتھ یہ بھی خدمت وزارت سے معزول کر دیا گیا[1]۔

ترکی کی گزشتہ جنگ سے آسٹریا بہت کمزور ہو گیا تھا اور بلغراد کے نضیحت انگیز معاہدے سے اس کی سخت رسوائی ہوئی تھی اس کی فوج اب بالکل ناکارہ تھی اور خزانہ خالی تھا۔ یوجین کا قول تھا کہ آسٹریا کو دو لاکھ سپاہیوں اور خزانہ معمور کی ضرورت تھی مگر ۱۷۴۰ء میں اس کی حکمران ایک ناتجربہ کار ملکہ تھی فوج منتشر ہو چکی تھی اور وزیر نا اہل تھے۔

آسٹریا کے اندرونی حالات سخت پریشاں کن تھے ہی مگر دول یورپ کے ساتھ اس کے تعلقات اور بھی ناقابل اطمینان تھے۔ ہسپانیہ اپنے بوربون حکمراں کے تحت میں فرانس سے گہرا اتحاد پیدا کر رہا تھا۔ ایلی زابیتھ فارنیس اس فکر میں تھی کہ اطالیہ میں آسٹریا کے مقبوضات میں قطع و برید کرے۔ سیوائے کے شاہی خاندان کی اولوالعزمیوں سے بھی آسٹریا کو خطرہ تھا۔ پولینڈ کی جنگ جانشینی میں شہنشاہی فوج کو کوئی سرخروئی نصیب نہیں ہوئی تھی اور انگلستان بھی اس آڑے وقت میں اپنے قدیم حلیف کی امداد پر آمادہ نظر نہ آتا تھا۔

مگر آسٹریا کو حقیقی اور فوری خطرہ پرشیا اور فرانس کی طرف سے تھا۔ ۱۷۳۸ء میں فرانس نے آسٹریا کے انتظام جانشینی کو تسلیم کرنے کا حتمی اقرار کیا تھا اور اس کے معاوضے میں اس ٹانس لاس کے لیئے صوبہ لارین حاصل کر لیا تھا جو اس کے انتقال کے بعد پھر فرانس کو ملنے والا تھا۔ جرمنی سے صوبہ لارین لے لینا فلیوری کا کارنامہ تھا جو برّاعظم یورپ میں امن و امان کے قیام کا خواستگار تھا کیونکہ اسے خوب معلوم تھا کہ گزشتہ جنگوں سے فرانس بالکل خستہ حال ہو گیا ہے اور انگلستان سے جنگ چھڑ جانے کا ہر وقت کھٹکا لگا ہوا تھا۔ چارلس ششم کے انتقال کے بعد فلیوری نے جو طرز عمل اختیار کیا وہ اس کی کارروائیوں کا بہترین نمونہ ہے۔ مکر و فریب اور وعدوں کے الفاظ سے

---

[1] Wolf Und Zwiedineck, Oesterreich Unter Maria Theresia, Josef II, Und Leopold II., p. 27

گریز کرنے میں اسے کمال حاصل تھا۔ جنوری ۱۷۴۰ء میں اس نے اس عہد و پیمان پر قائم رہنے کا وعدہ کیا تھا جو اس نے چارلس ششم سے کئے تھے مگر شہنشاہ کے مرتے ہی اس نے میریا تھیریسا کے حقوق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور باویریا کے الیکٹر کو یقین دلایا کہ فرانس کسی فریق ثالث کے مقابلے میں انتظام جانشینی کی تائید نہ کریگا اور یہ کہ میریا تھیریسا کو یہ حق نہیں ہے کہ اسے (الیکٹر کو) تاج شہنشاہی کیلئے اپنا دعوےٰ پیش کرنے سے باز رکھے۔ فلیوری بقاے امن کا ضرور خواہشمند تھا لیکن ایک سوفسطائی طریقے سے اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی فریق ثالث کا حق خاندان ہیپس برگ کے مقبوضات پر میریا تھیریسا سے زیادہ مرجح ہے تو پھر فرانس انتظام جانشینی کی ضمانت سے سبکدوش ہے۔ فلیوری کے مبہم طرز عمل کے دو سبب تھے یعنی دربار میں ایک زبردست جنگ پسند جماعت موجود تھی اور ثانیاً فرانس اور باویریا کے خاص تعلقات تھے ۱۷۱۴ء میں ایک خفیہ معاہدہ کے ذریعہ سے شاہ فرانس نے باویریا کے الیکٹر سے وعدہ کیا تھا کہ تخت شہنشاہی جب خالی ہو تو وہ الیکٹر کی امیدواری کی تائید کریگا۔ ۱۷۲۷ء میں اس معاہدے کی تجدید ہوئی اور فرانس نے یہ مزید وعدہ کیا کہ خاندان ہیپس برگ کے موروثی مقبوضات کے متعلق الیکٹر کے جو دعوے ہیں انکی بھی تائید کی جائے گی۔ فرانس کے اتحاد سے تقویت پاکر چارلس البرٹ نے ۱۷۳۲ء کے ڈائٹ میں انتظام جانشینی کی تائید کرنے سے انکار کر دیا اور ۱۷۳۳ء میں فرانس نے اس سے پھر معاہدہ کر کے صاف صاف یہ وعدہ کیا کہ اگر اپنے دعاوی کی حصول کی کوشش میں اس پر کوئی حملہ کرے تو فرانس اس کی تائید کرے گا۔ فرانس کے انتظام جانشینی کو تسلیم کر لینے اور باویریا کا علانیہ اس سے روگرداں ہو جانے' ان دونوں متناقض امور کی تطبیق کے لئے فلیوری نے بتایا کہ قبضۂ قانونی اور دعاوی محض میں فرق ہے اور فریق ثالث کے حقوق کا لحاظ بھی لازمی ہے۔ فلیوری کا دعوے یہ تھا کہ فرانس کے لیئے میریا تھیریسا کی تائید کرنا ناممکن ہو جائیگا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اپنے مقبوضات

کے متعلق اسے کوئی قانونی حق نہیں ہے ۱۷۴۰ء میں چارلس ششم کے انتقال کے بعد فلیوری نے تامل کیا اور ریت و لعل کرتا رہا کیونکہ اسے پوری طور سے اطمینان نہ تھا۔ باویریا کے سفیر سے اس نے کہدیا کہ الیکٹر تاج شہنشاہی کا دعویٰ کرسکتا تھا کیونکہ انتظام جانشینی میں شہنشاہ کے انتخاب کے متعلق کوئی شرط نہ تھی مگر چارلس ششم کے آبائی مقبوضات کے بارے میں کسی قطعی کارروائی کرنے کے قبل وہ حسب عادت منتظر رہا اور واقعات کی رفتار کو دیکھتا رہا[۱]۔

فریڈرک اعظم نے برخلاف اس کے مطلق تامل نہ کیا اور نہ اخلاقی موانع کی پروا کی۔ اس کے دربار میں کوئی مخالف جماعت بھی نہ تھی جو سد راہ ہوسکتی۔ اس لئے اس نے فوراً سائی لےشیا پر قبضہ کرنے کا قصد کرلیا۔ جیساکہ میریا تھیری سانے ۱۷۴۰ء میں کیا اس نے بھی پوڈی ولس (مشیر خاص معاملات خارجی و سفارتی) اور شوےرن (سپہ سالار) سے اظہار رائے کی درخواست کی۔ ان دونوں عہدہ داروں نے ۲۹ر اکتوبر کو اسے بالاتفاق یہ مشورہ دیا کہ آسٹریا سے نامہ و پیام شروع کرے اور سائی لیشیا کے معاوضے میں برگ کے متعلق اپنے دعووں سے دست کش ہوجائے اور انتظام جانشینی کو تسلیم کرنے کا اور تخت شہنشاہی کے متعلق ڈیوک اعظم اشٹیفن کی امیدواری کی تائید کرنے کا وعدہ کرے۔ لیکن روس کی شہنشاہ بیگم اینی کے اسی زمانے میں انتقال کرجانے کی وجہ سے فریڈرک نے قصد کرلیا کہ پہلے وار کردے اور پھر نامہ و پیام کرتا رہے اور اگر آسٹریا گفت و شنید پر راضی نہو تو باویریا اور سیکسنی سے اتحاد پیدا کرے، فرانس سے امداد کی درخواست کرے، تخت شہنشاہی کے لئے چارلس البرٹ کے انتخاب کی تائید کرے اور سویڈن سے سمجھوتہ کرکے روس کو مخالفت سے بازرکھے۔ ۱۶ر دسمبر کو پرشیا کی فوج سائی لیشیا پر حملہ آور ہوئی جس کی وجہ سے آسٹریا کی جنگ جانشینی شروع ہوگئی[۲]۔

فریڈرک اعظم کی قطعی کارروائی

فریڈرک کی اس کارروائی کو حق بجانب قرار دینا نہایت دشوار ہے۔ اس کا

---

[۱] Tuttle, History of Prussia, vol I, p. 51

خود بیان ہے کہ جن اغراض کی بنا پر میں نے حملہ کیا ان میں نام دنمود حاصل کرنا بھی داخل تھا۔ جو لوگ کہ اس حملہ کو حق بجانب خیال کرتے ہیں ان کا یہ دعوے ہے کہ برگ اور جولخ کے متعلق چارلس ششم نے راستی سے کام نہیں لیا تھا۔ مگر ۱۷۲۸ء کے معاہدے کی خلاف ورزی سے سائی لیشیا پر حملہ لازم نہیں آتا۔ آسٹریا اور پرشیا کا اتحاد معاہدوں کے ایک طویل سلسلے پر مبنی تھا۔ پولینڈ کی جنگ جانشینی میں دونوں ایک ہی جانب تھے اور فریڈرک ولیم اول نے انتظام جانشینی کو تسلیم کر لیا تھا۔ پرشیا کے جو دعوے سائی لیشیا کے متعلق تھے ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فریڈرک کا حملہ کسی دعوے کی بنا پر تھا خواہ وہ فرضی ہی کیوں نہ ہو۔ جاگین ڈارف، بران ڈین برگ کے الیکٹر کا مقبوضہ تھا مگر فرڈی ننڈ ثانی نے اسے ۱۶۲۳ء میں ضبط کر لیا اور ۱۶۷۵ء میں لیوپولڈ اول نے لیگ نیٹز، بریگ اور وہ لاکی ڈچیوں پر قبضہ کر لیا۔ فریڈرک ثالث نے جب شوی بوس مجبوراً لیوپولڈ کو واپس کیا تو اس (فریڈرک ثالث) نے سائی لے شیا کی ڈچیوں کے متعلق باضابطہ طور پر اپنے دعووں کی تجدید کی۔ یہ بڑے اصل دعوے ایک معاہدے کی بنا پر تھے جو ۱۵۳۷ء میں جاکم ثانی (الیکٹر بران ڈین برگ) اور لیگ نیٹز کے ڈیوک کے درمیان ہوا تھا۔ فریڈرک ولیم اول نے کبھی ان ساقط شدہ دعووں پر اصرار نہیں کیا تھا نہ تو خاندان ہوہن زولرن کی روایات میں دعاوی مذکور کے شامل ہونے کا کوئی ثبوت ہے اور نہ اس امر کی کوئی شہادت موجود ہے کہ فریڈرک کے دماغ میں یہ خیال کبھی آیا تھا کہ سائی لے شیا پر اس کا کوئی حق ہے۔ بعض لوگوں نے یہ تاویل بھی پیش کی ہے کہ ممکن ہے کہ سیکسنی سائی لے شیا پر قبضہ کر لیتا اور چونکہ ایک عام یورپی جنگ کا ہونا یقینی تھا اسلیئے فریڈرک کا دوسرے دُول کے جنبش میں آنے سے قبل سائی لے شیا پر قبضہ کر لینا دانشمندی پر مبنی تھا۔ عام یورپی جنگ کا ناگزیر ہونا محض قیاسی ہے اور اس صورت میں بھی فریڈرک کا سائی لیشیا پر قبضہ کر لینا حق بجانب نہیں ہوسکتا۔ فریڈرک نے یہ کارروائی محض اپنی ذمہ داری پر کی اور جب تک کہ وہ فرانس آسٹریا اور

سائی لیشیا پر حملہ۔

صفحہ ۱۴۵

روس کی متحدہ فوجوں کے مقابلے پر اپنے جدید مقبوضات کی حفاظت کرنے پر جنگ ہفت سالہ میں مجبور نہ ہوا انگلستان یا جرمنی میں اس کے ساتھ عام ہمدردی پیدا نہ ہوئی۔"

سائی لیشیا پر حملہ آوری میں اسے پوری کامیابی ہوئی اور جنوری کے ختم پر تمام صوبہ بشمول بریس لا (دارالسلطنت) وبہ استثنائے گلوگا، بریگ، ونیس، پرشیا کے قبضے میں آگیا اور فریڈرک برلن کو واپس ہوگیا۔ مگر باوجود اس نمایاں کامیابی کے اس کی حالت نہایت نازک ہوگئی تھی کیونکہ میریا تھیری سانے اعلان کردیا تھا کہ جب تک کہ سائی لے شیا میں پرشیا کا ایک بھی سپاہی ہے میں صلح کی گفت وشنید نہ کرونگی اور انگلستان بھی پرشیا کے خلاف میں ایک زبردست اتحاد قائم کرنے کے لیئے آسٹریا سے نامہ وپیام کررہا تھا۔ سائی لے شیا کو واپس لینے کے لیئے آسٹریا فوری اور وسیع تدابیر عمل میں لارہا تھا اور مارچ ۱۷۴۱ء میں میونخ کے معزول ہوجانے سے فریڈرک کو اندیشہ ہوگیا کہ روس اور آسٹریا متحد ہوکر اس کی مخالفت کرینگے۔ اپریل کے اوائل میں ایک آسٹروی
فوج نیپ برگ کی سرکردگی میں سائی لے شیا کے وسط تک پہنچ گئی۔ یہ شخص صفحہ ۱۴۶
پرانی طرز کا ایک بہادر سپہ سالار تھا جسکا علم زیادہ تر کتابی تھا۔ ۱۰ اپریل کو مول وٹز کی جنگ ہوئی جس میں پرشیا کی پیدل فوج کو فتح ہوئی۔ اس مشہور فتح کے نتائج نہایت ہی اہم ہوئے۔ پرشیا کے سپاہیوں کی بہادری جواب تک

جنگ مول وٹز اور اسکے نتائج

مشکوک تھی اب مسلم ہوگئی اور یہ بھی تسلیم کرلیا گیا کہ یورپ میں ایک نئی سلطنت یعنی پرشیا وجود میں آگئی تھی جو خاندان ہیپس برگ کے بنرد آزما سپاہیوں کا مقابلہ کرسکتی تھی اور انھیں نیچا دکھا سکتی تھی۔ فریڈرک نے اب نشیبی سائی لے شیا اور بریگ پر بھی قبضہ کرلیا تھا اور انگلستان کے مدبّروں کا اب یہ خیال ہوگیا تھا کہ میریا تھیری سا کے لیئے بہتر ہوگا کہ وہ سائی لے شیا سے ہاتھ دھوئے اور فریڈرک سے صلح کرلے۔"

میریا تھیری سا کو شکست ہوئی تھی مگر سائی لے شیا سے باز آنے کا خیال تک اپنے دل میں نہ آنے دیا اور مول وٹز کی شکست سے جو صورت حال

پیدا ہو گئی تھی اس کو دفع کرنے کو تیار ہو گئی ہسپانیہ، باویریا، سارڈی نیا اور سیکسنی تیار تھے کہ آسٹریا کو نقصان پہونچا کر اپنا اپنا کام نکالیں اور فرانس کی حکومت نے بھی ایک اہم فیصلہ کر لیا تھا یعنی آسٹریا کے انتظام جانشینی کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے تخت شہنشاہی کے لیئے شاہ باویریا کی امیدواری کی تائید کرے اور اس طرح خاندان ہیپس برگ کی قوت کو ہمیشہ کے لیئے فنا کردے۔

فرانس میں ایک ذی اثر سرگرم اور شورش کرنے والی جماعت آسٹریا پر حملہ کرنے کی موئید تھی اور اُس کا سرغنہ چارلس لوئی فوکے (کاؤنٹ بیل آئل) ایک اولوالعزم بے اصول اور نہایت ہی قابل شخص تھا۔ دسمبر ۱۷۴۰ء میں فلیوری

فلیوری کا طرزِ عمل

نے اس جماعت کی شورش سے متاثر ہو کر بیل آئل کو یقین دلایا کہ فرانس میریا تھیری سا کو ہنگری اور بوہیمیا کی ملکہ تسلیم کرلیگا مگر باویریا کے الیکٹر کی شہنشاہی کی امیدواری کی بھی تائید کریگا۔ فلیوری نے بیل آئل کو یہ بھی اطلاع دی کہ لوئی پانزدہم نے اسے جرمنی کے ڈائٹ میں سفیر مقرر کیا ہے تاکہ وہ مجلس مذکور کو فرانس کے طرزِ عمل کے بارآور ہونے میں امداد کرنے پر آمادہ کرے۔ فرانس کے دربار میں یہ خیال تھا کہ سائی لے شیا پر حملہ کرنے میں فریڈرک کو ناکامی ہوگی اور لوئی پانزدہم نے تو صاف صاف کہدیا تھا کہ فریڈرک پاگل ہو گیا ہے۔ فلیوری کے دماغ میں اسوقت آسٹریا کے متعلق متعدد خیالات گونج رہے تھے۔ اولاً فرانس ۱۷۳۵ء کے معاہدے کی پابندی کر کے اپنی قوت کو محفوظ رکھ سکتا تھا۔ فرانس کے لیئے یہ طرزِ عمل بہترین تھا کیونکہ عنقریب اس کے اور انگلستان کے درمیان جنگ و جدال کا ایک طویل سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔ ثانیاً فرانس فرانسس اسٹیفن کو شہنشاہ منتخب ہونے میں اس شرط پر مدد دے سکتا تھا کہ میریا تھیری سا اسے دفرانس کو) لکزیم بورگ یا نیدرلینڈ کا ایک حصہ دے دیتا۔ ثالثاً فرانس کے لیئے یہ بھی ممکن تھا کہ آسٹریا کے انتظام جانشینی کی پابندی کرتا مگر اپنی روایات اور ۱۷۲۷ء کے خفیہ معاہدے کے لحاظ سے جو باویریا سے ہوا تھا، تخت شہنشاہی کے لیئے چارلس البرٹ کی امیدواری کی تائید کرتا۔ مگر اس طریقے پر عمل کرنا دشوار تھا

کیونکہ الیکٹر بیریا تھیری سا کے تمام موروثی مقبوضات کا دعویدار تھا۔ رابعاً آخری اور بدترین طرز عمل فرانس کے لئے یہ ہوسکتا تھا کہ سابق کے تمام معاہدوں کو توڑکر اور اس موقع سے نفع اٹھاکر آسٹریا کے حصے بخرے کردے۔

جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں مول وٹز کی جنگ تک فلیوری کا رجحان صورتہائے مذکورۂ بالا میں سے تیسری صورت کی طرف تھا اور اس نے بیل آئل کو فرانک فورٹ بھیجا تھا تاکہ وہ ڈائٹ میں باویریا کے الیکٹر کے انتخاب کے لئے کوشش کرے۔ یہ طرز عمل صریحاً قابل اعتراض تھا۔ جرمنی کے معاملات میں فرانس کی مداخلت سے انگلستان کی آتش حسد بھڑک اٹھتی اور وہ طوعاً و کرہاً آسٹریا کی تائید پر تیار ہوجاتا اور پھر وہی طرز عمل اختیار کرتا جس پر اس نے ہسپانیہ کی جنگ جانشینی میں عمل کیا تھا یعنی جرمنی کی تمام ریاستوں کا ایک زبردست اتحاد فرانس کے خلاف میں قائم کردیتا۔ فلیوری کے اس تلوّن کا خمیازہ نہ صرف فرانس کو بھگتنا پڑا بلکہ جرمنی کو بھی بیریا تھیری سا نے اس کی ظاہری صلح پسندی سے دھوکا کھاکر جنگ مول وٹز کے بعد نہایت حقارت کے ساتھ فریڈرک سے نامہ و پیام کرنے سے انکار کردیا اور وال پول کے مشورے کو بھی رد کردیا جس کی رائے تھی کہ وہ سائلیشیا سے دست بردار ہوجائے اور فرانس کے خلاف میں پرشیا سے متحد ہوجائے۔ شاہ پرشیا بھی باوجود اپنی متواتر کامیابیوں کے اب بالکل بے یار و مددگار رہ گیا تھا اس لئے وہ بھی مجبوراً فرانس کی طرف متوجہ ہوا۔

فرانسیسی پرشیا سے اتحاد پیدا کرکے جرمنی پر حملہ کرتے ہیں۔

فریڈرک کی فتح یابی سے بیل آئل کو اپنے منصوبوں پر عمل کرنے کا موقع مل گیا یعنی ایک اتحاد قائم کرنا جس میں فرانس، پرشیا، ہسپانیہ، باویریا، سویڈن اور سیکسنی شامل ہوں۔ اس اتحاد کے قیام کی غایت یہ تھی کہ آسٹریا کے حصے بخرے کردیئے جائیں، باویریا کا الیکٹر شہنشاہ ہوجائے اور جرمنی کا ملک متعدد مساوی سلطنتوں میں تقسیم کردیا جائے جن میں سے کوئی فرانس کا مقابلہ کرنیکی اہلیت نہ رکھتا ہو۔ فرانس کو اس طور پر یورپ میں سیادت حاصل ہوجاتی اور دو

جرمنی کی آزادی کا محافظ ہو جاتا اور دو نشیبی ممالک کا صوبہ اسے مل جاتا۔ ۲۰ اپریل کو وہ فریڈرک کے خیمہ گاہ میں پہونچا جہاں ممالک غیر کے سفیر پہلے ہی سے پہونچ گئے تھے مگر فریڈرک لیت و لعل کرتا رہا اور بالآخر اس نے ۴ جون کو فرانس کے ساتھ ایک معاہدے پر اپنی دستخط ثبت کی کیونکہ نہ تو وہ باویریا کے الیکٹر کی قوت کے بڑھنے کو پسند کرتا تھا اور نہ یہ چاہتا تھا کہ جرمنی میں فرانس کی وہی حیثیت ہو جائے جو آسٹریا کی تھی۔ مگر جب انگلستان کو مصالحت کی کوششوں میں بالکل ناکامی ہوئی اور آسٹریا سے جنگ کے طول کھینچنے کا اندیشہ ہوگیا تو فریڈرک مجبوراً فرانس سے اتحاد کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ ۴ جون کو صلح نامے پر دستخط ہو گئے جس کی رو سے فریڈرک نے باویریا کے الیکٹر کے انتخاب کے لئے رائے دینے اور جولخ اور برگ کے متعلق اپنے دعاوی سے دست کش ہو جانے کا وعدہ کرلیا۔ اس کے معاوضے میں شاہ فرانس نے وعدہ کیا کہ وہ نشیبی سائی لے شیا اور ہریس لاپ فریڈرک کے قبضے کی تائید کریگا، باویریا کو امداد پہونچانے کے لئے جرمنی میں فوج بھیجے گا اور سویڈن کو روس کے خلاف اعلان جنگ کرنے پر آمادہ کریگا تاکہ روس میریا تھیری سا کو فریڈرک کے خلاف مدد نہ پہونچا سکے۔ بیل آئل نے اس کے قبل ہی ہسپانیہ اور باویریا سے ایک سمجھوتہ کرلیا تھا جو نم فن برگ کے معاہدے کے نام سے مشہور ہے اور وعدہ کیا تھا کہ فرانس سپاہیوں اور روپیہ سے الیکٹر کی مدد کریگا۔ فرانس نے جنگ کا اعلان نہیں کیا کیونکہ اس کا منشا یہ تھا کہ اس کی حیثیت صرف یہ رہے کہ وہ باویریا کے الیکٹر کو تاج شہنشاہی اور آسٹریا کے جرمانوی مقبوضات کا ایک حصہ دلانے میں معاون ہے۔ بیل آئل کو اپنی کوششوں میں باوجود فلیوری کے لیت و لعل اور عدم استقلال کے کامیابی ہوئی اور ۱۶ اگست کو ایک فرانسیسی فوج باویریا کی معاونت کے لئے جرمنی میں داخل ہوئی اور ایک مہینے کے بعد ایک دوسری فوج میلے بوا کے تحت میں ویسٹ فالیا میں پرشیا کی معاونت اور ہالینڈ اور ہینوور کو روکنے کے لئے داخل ہوئی۔ پاسا سے فرانس اور باویریا کی متحد فوج نے بالائی آسٹریا میں پہونچ کر ۱۱ ستمبر کو لنز پر قبضہ کرلیا۔ اس وقت تک کسی مشکل کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ انگریز من حیث القوم میریا تھیری سا

کی طرف مائل تھے اور انگلستان اور فرانس کے درمیان ایک عظیم الشان جنگ ہونے والی تھی مگر نہ تو جارج دوم نہ وال پول کو جرمنی میں فرانس کی درازدستیوں کو روکنے کا کچھ خیال تھا جارج دوم ہینوور کا الیکٹر ہونے کی وجہ سے چارلس صفحہ ۱۴۹ البرٹ کے شہنشاہ منتخب ہونے کا مخالف نہ تھا کیونکہ دوسرے جرمن فرمان رواؤں کی طرح وہ بھی جرمنی میں خاندان ہیپس برگ کے اقتدار کے بڑھنے کا مخالف تھا اور پھر اسے اپنی آبائی ریاست (ہینوور) کی سلامتی کی بھی فکر تھی۔ اس لیئے اس نے اپنی ریاست کے غیر جانب دار ہونے کے متعلق فرانس سے ایک معاہدہ ۱۴ر ستمبر کو کر لیا۔ وال پول کو بھی ممالک غیر کے سیاسی مناقشات سے نفرت تھی اس لیئے اس نے اپنی تمام کوششیں پرشیا اور آسٹریا کے درمیان مصالحت کرانے میں صرف کر دیں۔ انگلستان کی سہل انگاری سے بیل آئل کو یہ امید ہو گئی تھی کہ انگلستان یا ہالینڈ کے میدان میں آنے سے قبل اس کی تدبیریں بارآور ہو جائینگی۔ روس نے ۱۷۲۶ئہ کے معاہدے کے مطابق تیس ہزار سپاہی میریا تھیریسا کی امداد کے لیئے روانہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اس لیئے روس کو اس قصد سے باز رکھنے کے لیئے قطعی کارروائی کی ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ فریڈرک اعظم نے بھی فرانس سے جو معاہدہ حال میں کیا تھا اس میں بھی یہ شرط تھی کہ فرانس سویڈن کو اپنے اثر سے روس پر حملہ آور ہونے پر آمادہ کرے۔ چنانچہ اہل سویڈن نے ۴ر اگست ۱۷۴۱ئہ کو روس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔

متحدین کو اب روس کی مداخلت کا مطلق خطرہ نہ تھا اور اسکی اندرونی حالت کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ وہاں کی حکومت اسی میں منہمک ہو گئی تھی۔ ۱۸ر نومبر ۱۷۴۰ئہ کو بیرن معزول ہوا میونخ وزیر اعظم ہو گیا اور اوسٹرمن امیر البحر اعظم مقرر ہوا۔ میونخ بھی مارچ ۱۷۴۱ئہ میں مستعفی ہو گیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سینٹ پیٹرس برگ کے لوگ آسٹریا کے طرفدار تھے۔ لیکن روسیوں کو اب اپنے ملک میں جرمنوں کا برسر اقتدار ہونا شاق گزر رہا تھا اور ایک فرانسیسی طبیب مسمی لیس توک نے ایک سازش

روس میں انقلاب۔ ایلی زابیتھ کی تخت نشینی۔

کی بنا ڈالی جس کے روسی من حیث القوم موئید تھے۔ دسمبر میں محل شاہی میں ایک انقلاب ہوا جس کی بدولت پیٹر اعظم کی بیٹی

ایلی زابیتھ تخت شاہی پر متمکن ہوئی۔ سینٹ پیٹرس برگ میں فرانس کا اثر اب انتہا کو پہونچ چکا تھا۔ نوجوان شہزادۂ ایوان قید کر دیا گیا۔ میونخ اوسٹرمن، گولودکن وغیرہ سائی بے زیا کو جلاوطن کر دیئے گئے۔ ایلی زابیتھ کے تخت نشین ہونے سے پیٹر اعظم کے منصوبوں کو عمل میں لانے کی کارروائی پھر شروع ہوگئی جو اس کے جانشینوں کے زمانے میں حالت تعطل میں تھی۔[1]

بیل آئل کی کامیابی

لوئی چہاردہم کے عہد حکومت میں پلاٹینیٹ کے ضلع کو فرانسیسیوں نے تاخت وتاراج کر دیا تھا جس کی وجہ سے جرمنی کی اکثر ریاستوں میں فرانس کے خلاف میں ناراضی پھیل گئی تھی اور اس ناراضی سے فرانس کو وقت کا اندیشہ تھا۔ فریڈرک اعظم نے والوری سے کہا تھا کہ باویریا کے الیکٹر کو فرانس کا مدد دینا جرمنی کے اکثر حکمرانوں کو ناگوار ہوگا اور اس لیئے الیکٹر مذکور کو فرانس کی امداد سے بجائے نفع کے نقصان ہوگا۔ بیل آئل اس منافرت کے وجود سے بخوبی واقف تھا اور اس نے خود جرمنی سے فلیوری کو لکھا تھا کہ "جرمنی کے لوگوں کو خاندان آسٹریا سے خاص عقیدت ہے اور فرانس سے انھیں جو بغض ہے اسے رفع کرنا ناممکن ہے"، مگر اس زیرک اور فریس مدبر نے کمال دانشمندی سے جرمنی کی ریاستوں کی بدگمانیوں کو رفع کر دیا۔ فرانس کی فوجیں جب جرمنی میں سے گزریں تو اُن سے کوئی حرکت ایسی سرزد نہیں ہوئی جو وہاں کے باشندوں کو ناگوار ہو اور سازشوں اور رشوتوں کے ذریعہ سے اس چالاک مدبر نے ٹریر، کولن اور مینز کے الیکٹروں کو فرانس کا موئید بنا لیا۔ سیکسنی کا الیکٹر جو شاہ پولینڈ بھی تھا آسٹریا سے متحد ہو جانے کی طرف مائل تھا اور اس کے وزیر برُل کو بھی پرشیا کا عروج شاق تھا۔ مگر جب پرشیا کو مول وٹز میں فتح ہوئی تو سیکسنی کے ارباب حل وعقد کی آنکھیں کھل گئیں۔ اسی اثنا میں بیل آئل بھی ڈریسڈن پہنچ گیا۔ مارس ڈی سیکس نے بھی اپنا اثر ڈالا اور فرانس اور باویریا کی فوجیں بالائی آسٹریا میں پہونچ گئیں۔ ان امور کا مجموعی اثر بیل آئل کے حسب خواہش ہوا۔

صفحہ ۱۵۰

[1] Vandal, Louis XV et Elisabeth de Russie, pp., 134 -135

اور ۱۹ ستمبر کو یعنی لنز کے سقوط کے پانچ روز بعد سیکسنی بھی حلیفوں کے ساتھ ہو گیا۔ جنوبی یورپ میں بھی آسٹریا کے مخالفین اسی طور پر سرگرم تھے۔ چارلس ششم کے انتقال کے بعد ہسپانیہ نے اپنی دعووں کو تسلیم کرانے کے بہانے سے آسٹریا کے اطالوی مقبوضات پر حملہ آور ہونے کے لئے وسیع پیمانے پر تیاریاں شروع کر دی تھیں گو اس سے دراصل غرض یہ تھی کہ اطالیہ میں ڈان فلپ کے قدم جم جائیں۔ فلیوری حسب عادت لیت و لعل کرتا رہا اور چارلس ایمانویل کو اس نے یہ سمجھایا کہ آسٹریا کے اطالوی مقبوضات آپس میں تقسیم کر لیئے جائیں مگر ہسپانیہ کی اس نے کما حقہ تائید نہ کی۔ اطالیہ میں ہسپانیہ کی قوت کے بڑھنے کا چارلس ایمانویل مخالف تھا مگر دسمبر ۱۷۴۱ء میں ہسپانیہ کی فوجیں اوربی تیلو میں پہونچ گئیں اور باوجود آسٹریلو اور شاہ سارڈی نیا کی مخالفت کے نیپلز کی فوجوں کے ساتھ ملکر دریائے پُو کی طرف کوچ کر گئیں۔ میریا تھیریسا گویا اب ہر طرف گھر گئی تھی اور بیل آئل کو اپنی امید وں سے زیادہ کامیابی ہوچکی تھی کیونکہ چارلس البرٹ شاہ باویریا عنقریب شہنشاہ منتخب ہونے کو تھا پرشیا اور سیکسنی فرانس کے حلیف ہوچکے تھے، ہسپانیہ آسٹریا کے اطالوی مقبوضات کے حصے بخرے کرنے کی فکر میں تھا، روس اور سویڈن برسرِ جنگ تھے اور جارج دوم نے ہینوور کی غیر جانب داری کے متعلق معاہدہ کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ خود اہل ڈائنا کی وفاداری متزلزل ہو گئی تھی اور ۱۷۴۱ء کے موسم خزاں میں میریا تھیریسا کے لئے کوئی سہارا باقی نہ تھا۔ مگر ستمبر کے اواخر سے اسکا ستارۂ اقبال پھر چمکا۔ موسم گرما اس نے پریس برگ میں بسر کیا جہاں ۲۵ جون کو اس کی

میریا تھیریسا ہنگری میں

بہ حیثیت ملکہ ہنگری تاج پوشی ہوئی یا لائی آسٹریا پر جب حملہ ہوا تو اس نے بحالت یاس فراخ حوصلہ اہل ہنگری سے امداد طلب کی۔ ۱۱ ستمبر کو ہنگری کے ڈائٹ نے بغاوت کو فرو کر دیا اور فرانسس اس ٹیفن کو نائب السلطنت منتخب کیا۔ ۲۱ ستمبر کو وہ قابل یادگار واقعہ ہوا جب کہ ملکہ نے اپنے شیر خوار بیٹے کو ہنگری کے امراء کبار کی خدمت میں پیش کیا اور وہ یک زبان ہو کر چلا اٹھے "ہم اپنی میریا تھیریسا اپنے بادشاہ کے لئے اپنی جان دیدینگے" نوجوان ملکہ کا گیار قوم سے اس خوش اسلوبی سے امداد کا طالب ہونا اس کے حسن تدبیر پر

دلالت کرتا ہے اور اس کے اس فعل سے وہ عداوت ایک حد تک رفع ہوگئی جو عرصے سے اہل ہنگری اور اہل آسٹریا کے درمیان چلی آتی تھی اہل ہنگری اس کے بندۂ بے دام ہو چکے تھے مگر باوجود اس کے ڈائٹ کے اراکین نے بے بس ملکہ سے بہت سی رعایتیں حاصل کرلیں۔ ملکہ کو البتہ یہ فائدہ ہوا کہ ہنگری کے غیر قواعد داں سپاہیوں کا ایک غول کا غول اس کے ساتھ ہوگیا جس نے مغربی یورپ میں جاکر ہل چل مچادی؛

ادھر میریا تھیری ساکو اپنی مشرقی رعایا سے امداد کے گراں بہا وعدے حاصل ہو رہے تھے اور اُدھر اس کے دشمنوں میں نزاعیں پیدا ہو رہی تھیں۔ فریڈرک اعظم نے بادل ناخواستہ فرانس سے اتحاد پیدا کیا تھا کیونکہ اسے انکی طرف سے نفرت تھی اور اسے بہت جلد معلوم ہوگیا کہ اس کے اور بیل آئل کے مقاصد ہم آہنگ نہیں ہیں؛

لنز پر قبضہ کر لینے کے بعد حلیفوں کو چاہیئے تھا کہ آگے بڑھکر دائنا پر بھی قبضہ کرلیتے مگر بیل آئل یہ نہیں چاہتا تھا کہ باویریا زیادہ طاقت ور ہو جانے اور فریڈرک کی طرف سے ابھی اسے شبہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دائنا پر قبضہ ہو جانے سے جنگ ختم ہو جائیگی اور سائی لے شیا پر اسکا قبضہ یقینی ہو جائیگا۔ اسی خیال سے اس نے اصرار کیا کہ آسٹریا کے دار السلطنت پر حملہ کیا جائے۔ مگر بیل آئل اور باویریا کا الیکٹر دونوں اس رائے کے خلاف تھے اور انھیں کی رائے کے مطابق فرانس اور باویریا کی متحد فوج نے لینز میں ایک زبردست محافظ جماعت چھوڑ کر پریگ کی طرف کوچ کر دیا اور اس کا محاصرہ کرلیا (۱۹-۲۶ نومبر) فن حرب کے اصول کے لحاظ سے یہ ایک سخت غلطی تھی اور جب کہ متحد فوج اس غلط کارروائی میں مصروف تھی فریڈرک اپنے حلیفوں سے علیٰحدہ ہوگیا۔ کیونکہ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ فلیوری یہ نہیں چاہتا کہ گلاٹز پر اس کا قبضہ ہو جائے جو ملک بوہے میا کی کلید تھا۔ اس کے ساتھ ہی فریڈرک کو یہ بھی معلوم ہوا کہ میریا تھیری سا نے ایک خفیہ معاہدے کو منظور کرلیا ہے جو انگریزی سفیر لارڈ ہنڈفورڈ کی مساعی سے ہوا تھا اور جس کا منشا یہ تھا کہ نیپ برگ کو جسکی فوج کامیابی کے ساتھ نیس کی حفاظت کر رہی مورے ویا کی طرف واپس جانے دیا جائے کیونکہ اس کی فوج

کلین شنے لین ڈورف کا صلح نامہ۔

دفعہ ۲ (ل) ۱

کی وائینا کی حفاظت کے لئے ضرورت تھی اور اس کے معاوضے میں نیس ایک دکھا دے کے محاصرے کے بعد فریڈرک کے حوالے کر دیا جائے اور سائی لے شیا کا پورا صوبہ بھی اسے دیدیا جائے۔ فریڈرک ۹ ر اکتوبر کو بمقام کلین شنے لین ڈورف اس معاہدے کو اس شرط سے منظور کیا کہ وہ خفیہ رکھا جائے ورنہ میں انکار کر دونگا۔ اپنے حلیفوں کے ساتھ فریڈرک کی اس غداری کے اسباب کا معلوم کرنا ناممکن ہے اور گو کارلائل نے اس کے اس فعل کو حق بجانب قرار دیا ہے مگر اس کے دلائل کافی نہیں۔ نیس پر قبضہ کر لینا فریڈرک کے لئے نہایت ضروری تھا مگر جب تک کہ نیپ پرگ کی فوج وہاں موجود تھی یہ ناممکن تھا۔ اور اس مقام پر قبضہ ہو جانے سے اسے موقع ملگیا کہ نشیبی سائی لے شیا میں اپنی قوت کو مستحکم کر کے اپنے خستہ حال سپاہیوں کو تازہ دم کرے اور مزید مقبوضات حاصل کرے۔ جرمنی کی سیاسیات میں فرانسیسیوں کی مداخلت فریڈرک کو شاق تھی اور اسے امید نہ تھی کہ بوہے میا کے حلے میں حلیفوں کو کامیابی ہوگی۔ اس کی غداری تمام یورپ میں بہت جلد مشہور ہوگئی اور نیپ پرگ اور ڈیوک اعظم فرانسس کی متحد فوجوں نے بوہے میا کی طرف پیش قدمی کر کے حلیفوں کی کامیابیوں کو روک دیا۔ فریڈرک نے اس اثنا میں گلاٹنز کے ضلع پر قبضہ کر لیا جو حکومت بوہے میا کی ایک جاگیر (Fief) تھی اور یکم نومبر کو وہ نیس پر بھی قابض ہو گیا۔ صفحہ ۱۵۳

کلین شنے لین ڈارف کے معاہدے کا راز جب افشا ہوا تو فریڈرک نے اپنی شرکت سے انکار کر دیا مگر اس انتظام سے میریا تھیری سا کو بہت فائدہ ہوا کیونکہ اسے اپنی ایکلی آسٹروی فوج سے کام لینے کا موقع ملگیا تھا۔ فریڈرک نے اپنے مقاصد کو حاصل کر کے آسٹریا کو خیر باد کہا اور پھر حلیفوں کی طرف رخ کیا۔ یکم نومبر کو آسٹریا کے حصے بخرے کرنے کے لئے اس نے سیکسنی اور باویریا سے معاہدہ کیا اور چارلس نے جو اپنے آپ کو بوہے میا کا حقیقی بادشاہ خیال کرتا تھا گلاٹنز کا ضلع اسے دیدیا۔ دسمبر میں فریڈرک نے اس ضلع کی فتح کو مکمل کر دیا۔ سائی لے شیا کے نظام حکومت کو اس نے پرشیا کے نمونے پر درست کر دیا اور ۲۷ ر دسمبر کو موراویا کی طرف پیش قدمی کر کے اس نے اولمٹز پر قبضہ کر لیا۔

مگر فریڈرک کی فاتحانہ پیش قدمی سے میریا تھیری سا کو مطلق ہراس نہ ہوا۔ پریگ

بھی ۲۹ نومبر کو فتح ہوگیا مگر اس نازک وقت میں جب کہ اتحاد کو برقرار رکھنے کیلئے پر زور کارروائی کرنے اور استقلال دکھانے کی ضرورت تھی فلیوری کا طرز عمل حسب سابق لیت و لعل پر مبنی تھا۔ فریڈرک کی حرکتوں سے فرانسیسیوں کو اس کیطرف سے سخت شبہ ہوگیا تھا اور ۱۷۴۲ء میں مورے ویا میں جن بے سود معرکہ آرائیوں میں وہ مصروف تھا اُن کی ناکامی کا باعث زیادہ تر اس کے فرانسیسی اور سیکسن حلیفوں کا طرز عمل تھا۔ پریگ پر قبضہ ہو جانے کے بعد فلیوری نے مارشل بروگلی کو بوہے میا میں سپہ سالار مقرر کیا جسکی عمر اب ستر سال تھی اور جس سے نہ صرف فریڈرک کو بلکہ اس کے افسروں کو بھی نفرت تھی۔ اس نے خندقیں کھدوا کر پی سیک میں چھاؤنی ڈال دی جہاں اس کی فوج کو جس کی تعداد سولہ ہزار تھی ایک آسٹروی فوج نے گھیر لیا۔ اسی زمانے میں خیوین ہولر نے لنز پر قبضہ کر لیا اور میونخ کی طرف بڑھ گیا اور جس روز لنز کا سقوط ظہور میں آیا اسی روز ۲۴ جنوری ۱۷۴۲ء کو چارلس شہنشاہ منتخب ہوا۔

چارلس البرٹ کا شہنشاہ منتخب ہونا ۲۴ جنوری ۱۷۴۲ء

بوہے میا میں آسٹروی فوج کی نقل و حرکت کو روکنے اور وائنا کی طرف ہنگریوں کی پیش قدمی کو روکنے کی غرض سے فریڈرک اُول مُٹز کی طرف ۲۸ جنوری کو روانہ ہوا اور اپنی دوسری معرکہ آرائی کا آغاز کیا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ مورے ویا کے کسان اسے ہر طرح سے پریشان کر رہے ہیں اور بروگلی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک آسٹروی فوج بڑھی چلی آتی ہے اور سیکسنوں اور فرانسیسیوں کا طرز عمل مشتبہ ہے تو وہ مجبور ہو کر اپریل میں مُورے ویا سے تلوار کو نیام سے نکالے بغیر واپس ہوگیا اور اُول مُٹز سے بھی دست بردار ہوگیا۔

صفحہ ۱۵۴

مورے دیا پر فریڈرک کا حملہ ۱۷۴۲ء۔

اس اثناء میں گو بیل آئل کو یہ کامیابی ہوئی کہ ۱۲ فروری کو اس نے شہنشاہ چارلس البرٹ کی تاج پوشی کی رسم ادا کرا دی مگر اسی روز مین زیل کے وحشی اور غیر قواعدداں فوج نے میونخ پر قبضہ کر لیا اور بیل آئل کچھ نہ کر سکا۔ بدنصیب شہنشاہ فرانک فورٹ میں جا کر پناہ گیر ہوا اور منصب شہنشاہی کے برقرار رکھنے کے لئے مالی اور فوجی امداد کا طلب گار ہوا۔ بیل آئل کی پیچ در پیچ تدابیر اب بے سود

ثابت ہو رہی تھیں"

دیگر امور کے لحاظ سے بھی اب میریا تھیریسا کی قسمت نے پلٹا کھایا تھا۔
۱۷۴۲ء میں وال پول کے زوال کے بعد انگلستان بھی پر زور کارروائی کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ ول منگ ٹن برائے نام وزیر اعظم تھا مگر سلطنت کے امور خارجی کی

کارٹے ریٹ کا خارجی طرز عمل

عنان کارٹے ریٹ کے ہاتھوں میں تھی جس کا خیال تھا کہ میریا تھیریسا کی امداد کے لیے انگلستان کو اس جنگ میں سرگرمی کے ساتھ شرکت کرنی چاہیے۔ کارٹے ریٹ کے برسر خدمت ہوتے ہی بحری اور بری فوجوں میں اضافہ ہوا۔ سولہ ہزار انگریزی سپاہی ممالک نشیبی کو روانہ کیے گئے اور سولہ ہزار ہینوور کے سپاہی ملازم رکھے گئے۔ ہالینڈ کی مجلس عامہ بھی جنگ کے لیے تیار ہو گئی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ سائی لے شیا کی نزاع ایک ایسی جنگ میں متبدل ہونے والی ہے جس میں اہم تر امور معرض بحث میں آجائینگے"

کارٹے ریٹ کو اپنی خدمت کا جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ وائنا محفوظ ہے، باویریا پر میریا تھیریسا کا قبضہ ہے، بوہے میا میں فرانسیسی فوج کی حالت خطرناک ہے اور فریڈرک کو مورے ویا کی معرکہ آرائی میں ناکامی ہو رہی ہے۔ میریا تھیریسا کی معزولی کو روکنے کی خواہش میں قوم اور بادشاہ دونوں اس کے ساتھ تھے مگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ انگلستان کے اثر کو یورپ میں پھر قائم صفحہ ۱۵۵ کر دے اور آسٹریا اور پرشیا میں مصالحت کرا کے فرانس کی تذلیل کے لیے جرمنی کی سلطنتوں کا اتحاد قائم کرا دے۔ جارج کی طرح اسے بھی چارلس البرٹ کے شہنشاہ منتخب ہونے پر کوئی اعتراض نہ تھا اور اسکا اصل منشا یہ تھا کہ فرانس کی قوت کو توڑ کر اسکی وہی حالت کر دے جو یوٹ رنیخٹ کے صلحنامے کی ترتیب کے زمانے میں تھی۔

کارٹے ریٹ کے پر زور طرز عمل کا اثر اطالیہ میں بھی ہویدا ہو گیا جہاں آسٹریوں کے مقابلے پر ہسپانی کھڑے ہو گئے تھے جن کا مؤید فلیوری تھا گو حسب سابق اسکی تائید محض نمائشی تھی۔ مگر شمالی اطالیہ میں ہسپانی اثر کی مزید توسیع میں چارلس ایمانویل کی حمایت حاصل کرنے میں فلیوری کو ناکامی ہوئی اور یکم فروری ۱۷۴۲ء کو شاہ سارڈینیا نے میریا تھیریسا سے معاہدہ کر کے یہ وعدہ کیا کہ ہسپانیوں کے خلاف میں

آسٹریوں کو میلانیز موڈی ناپارما پیاسین زا کے تحفظ میں امداد دونگا۔ نیپلز اور ہسپانیہ کی متحد فوجوں پر آسٹریوں اور چارلس ایمانویل کو فتح ہوئی اور انھوں نے موڈی نا اور بیران ڈولا پر قبضہ کر لیا۔ اس اثناء میں انگریزی جہازوں کا ایک بیڑا امیر البحر میتھیوز کی سرکردگی میں بحیرۂ روم پر حاوی تھا اور پانچ انگریزی جہازوں نے نیپلز پر گولہ باری کرنے کی دھمکی دیکر ڈان کارلوس کو مجبور کیا کہ نیپلز کی فوج کو شمالی اطالیہ سے واپس بلانے کے متعلق ایک صلح نامے پر دستخط کر دے۔ اس کے نتائج یہ ہوئے کہ لوُم بارڈی میں ایک ہسپانی ریاست کے قیام کی امیدیں خاک میں مل گئیں اور ایلی زابیتھ نے مجبوراً اپنی امیدوں سے کم پر قناعت کی چارلس ایمانویل ایک خطرے سے بچ گیا جو اسکی سلطنت کی آئندہ توسیع میں مانع ہونے والا تھا اور ختم سال کے قریب تک بیریا تھری سا کے تمام مقبوضات محفوظ ہو گئے اور موڈی نا کا ان میں اضافہ ہوا گو جنوبی اطالیہ میں ہسپانی اثر کے بجائے آسٹروی اثر کے قائم کرنے میں انگریزوں اور شاہ سارڈی نیا اور پوپ نے اسے مدد دینے سے انکار کر دیا۔

آسٹریا کی حالت نہ صرف وسطی اور جنوبی یورپ میں سنبھل گئی تھی بلکہ روس اور فرانس میں باہم کشیدگی پیدا ہو جانے سے روس بھی اسکی طرف مائل ہونے لگا تھا۔

روس میں فرانس کو ناکامی صلح نامۂ آبو۔

اگر روس اور فرانس میں گہرا اتحاد ہو گیا ہوتا تو بیریا تھری سا کے لیئے فریڈرک کو اس اتحاد سے جدا کرنا مشکل ہوتا۔ فرانس کے لیئے نہایت ضروری تھا کہ ہر طرح سے روس کے ساتھ اپنے دوستانہ تعلقات کو برقرار رکھنے کی کوشش کرے۔ مگر فرانس کی حکومت نے فراست سے کام نہ لیا اور دونوں ملکوں میں کشیدگی پیدا ہو گئی۔ ایلی زابیتھ کی تخت نشینی فرانسیسی سفیروں کی عیاریوں کی وجہ سے عمل میں آئی تھی اور اس کی وجہ سے روس کی فوجی جماعت جرمنی کے طرفداروں پر غالب آگئی اور رالیگ زس بیس ٹوژیو وزیر اعظم مقرر ہوا۔ روس کی صورت حال فرانس کے موافق تھی مگر حد درجہ احتیاط کی ضرورت تھی کیونکہ روس سویڈن سے برسر جنگ تھا اور سویڈن اپنے کھوئے ہوئے مقبوضات کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیئے فرانس کی شہ سے اس جنگ کے لیئے تیار ہوا تھا۔ فرانس کے مدبر اگر عقل سلیم رکھتے تو انھیں چاہیئے تھا کہ ایلی زابیتھ کی تخت نشینی

صفحہ ۱۵۶

کے بعد روس اور سویڈن میں حالات موجودہ کی بنا پر صلح کرا دیتے۔ ۱۷۴۲ء کے اوائل میں روس اور سویڈن کے درمیان ایک مجلس شوریٰ سینٹ پیٹرس برگ میں منعقد ہوئی مگر فرانسیسی حکومت نے جو طرز عمل اختیار کیا وہ غیر دانشمندانہ اور اس کے مفاد کے خلاف تھا یعنی شتاردی نے سویڈن کے دعاوی کی تائید شروع کر دی اور سویڈن اور ڈین مارک میں گہرا اتحاد پیدا کرنے کے لیئے ڈین مارک سے مارچ میں معاہدہ کرا دیا، اسی طرح قسطنطنیہ کے فرانسیسی سفیر نے سویڈن اور ترکی کے مابین ایک معارضانہ اتحاد قائم کرنے میں اپنی قوت صرف کر دی۔ مگر فرانسیسی وزیر آمیلو کا ایک خط جو اس نے قسطنطنیہ کے فرانسیسی سفیر کو لکھا تھا روس کی حکومت کے ہاتھ میں پڑ گیا جس سے فرانس کی سازشیں منکشف ہوگئیں اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بیس ٹوزیو شتاردی کا سخت مخالف ہوگیا فرانس اور روس کے دوستانہ تعلقات منقطع ہوگئے اور شتاردی جون ۱۷۴۲ء میں سینٹ پیٹرس برگ سے رخصت ہوگیا۔ ۱۷ر اگست کو روس اور سویڈن کے مابین آبو میں صلح نامہ ہوگیا جس کی رو سے روس کو جنوبی فن لینڈ کیومین ندی تک مل گیا۔ اس کے علاوہ اڈالفوس فریڈرک (ناظم ریاست (ڈچی) ہالس ٹین) ڈین مارک کے ولی عہد کے مقابلے میں سویڈن کا آیندہ حکمران منتخب ہوا۔ اس طور پر روس نے سویڈن اور ڈین مارک کے اتحاد کے امکان کا خاتمہ کر دیا اور سویڈن کو حسب سابق اپنے زیر اثر کر لیا۔ دسمبر ۱۷۴۳ء میں
صفحہ ۱۵۷ شتاردی پھر سینٹ پیٹرس برگ میں پہونچا مگر ۱۲ر جون ۱۷۴۴ء کو اسے حکم دیا گیا کہ ۲۴ گھنٹے کے اندر روس سے چلا جائے۔ اسکی تذلیل کے بعد روس اور فرانس کے متحد ہونے کا امکان عرصے تک باقی نہ رہا اور فرانس پر سخت مصیبت آگئی کیونکہ ایک طرف روس اور پرشیا نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا اور دوسری طرف انگلستان اور آسٹریا اسکے مقابلے میں خم ٹھوک کر کھڑے ہوگئے۔

مورے ویا سے فریڈرک کے پسپا ہونے کے بعد لارڈ ہنڈ فورڈ کی وساطت سے پرشیا اور آسٹریا کے مابین نامہ و پیام ہونے لگے تھے۔ فریڈرک کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ چونکہ انگلستان اور ہالینڈ بھی جنگ کے لیئے تیار ہوگئے ہیں اس لیئے فرانس کو کامیابی کی اب بہت کم امید ہوسکتی ہے۔ مگر میریا تھیری سا ابھی تک

قسمت آزمائی کرنے کے لئے تیار تھی اور ابتدائی نقل و حرکت کے بعد دونوں فوجوں کا مقابلہ ۱۷ مئی کو چوٹوسٹز (بوہے میا) میں ہوا۔ پرشیا کی فوجیں خود فریڈرک کے زیر کمان تھیں اور آسٹریا کی فرانسس رئیس لارین کے۔ اس جنگ میں پرشیا کو پوری فتح ہوئی اور میریا تھیری سا صلح کرنے پر آمادہ ہوگئی۔ صلح کے ابتدائی امور ۱۱ جون ۱۷۴۲ء کو طے ہوئے اور قطعی معاہدے پر برلن میں ۲۸ جولائی کو دستخط ہوگئے جس کی رو سے آسٹریا نے بالائی اور نشیبی سائی لے شیا بشمول شہر و ضلع گلاٹز پرشیا کے سپرد کر دیئے مگر ٹیسین ٹروپو اور جاگرن ڈورف کی ریاستیں علیحدہ کر کے بوہے میا میں ملحق کر دی گئیں۔

بریسلا اور برلن کے صلح نامے ۱۷۴۲ء

فریڈرک نے یہ بھی وعدہ کیا کہ بوہے میا سے پرشیا کی تمام فوجیں سولہ روز کے اندر واپس بلائی جائینگی اور اس نے ایک قرضہ بھی اپنے ذمہ لیلیا جو انگریز اور ڈچ ساہوکاروں نے سائی لے شیا کے محاصل کی کفالت پر دیا تھا۔ شاہ پرشیا کی وہ اغراض اب پوری ہوگئی تھیں جن کے حصول کے لئے وہ جنگ کے لئے تیار ہوا تھا اور چونکہ اس کے حلیفوں کی حالت اب ابتر ہوگئی تھی اس لئے اس نے ان کا ساتھ چھوڑ دینا حق بجانب خیال کیا کیونکہ اسی میں اس کے اور اس کے ملک کی سلامتی اور بہبود تھی۔

باب ہفتم

آسٹریا کی جنگ جانشینی صلح نامہ پیرس کے بعد

۱۷۴۲ء تا ۱۷۴۸ء

پرشیا اور سیکسنی کا فرانیسی اتحاد سے علحدہ ہونا۔ پریگ سے پسپائی۔ فلیوری کا انتقال۔ آسٹریا پر فرانیسی حملہ کی ناکامی۔ لوئی پانزدہم نے فلیوری کا کوئی جانشین مقرر نہیں کیا۔ ڈیوک دی رشی لیو۔ لوئی پانزدہم کی خفیہ سفارتی کارروائیاں۔ آسٹریا کا قبضہ بادیریا پر۔ جون ۱۷۴۳ء۔ جنگ ڈی ٹن گین ۲۶ر جون ۱۷۴۳ء ہینا کی "تجویز" جولائی ۱۷۴۳ء۔ صلح نامہ درمس ۱۳ر ستمبر ۱۷۴۵ء صلح نامہ فون تین بلیو۔ جنگ ایک جدید شکل اختیار کرتی ہے۔ فرانس انگلستان کے خلاف ۱۵ر مارچ اور آسٹریا کے خلاف ۴ر اپریل ۱۷۴۴ء کو جنگ کا اعلان کرتا ہے۔ اطالیہ نیدرلینڈ اور رائن پر جنگ۔ سائی لیشیا کی دوسری جنگ کے اسباب۔ فرانک فورٹ کا اتحاد۔ پرشیا، فرانس اور شہنشاہ کے درمیان معاہدہ۔ روس کے ڈیوک اعظم پیٹر کی شادی ان ہالٹ زربسٹ کی شہزادی سے۔ پرشیا کی شہزادی آل رکی کا کی شادی سویڈن کے ولی عہد سے۔ سائی لے شیا کی دوسری جنگ۔ شہنشاہ کا انتقال۔ صلح نامہ فیوسین۔ فریڈرک اعظم کا بے یار و مددگار ہو جانا۔ فون تے نائے کی جنگ۔ ہینوور کا معاہدہ۔ فرانسس اسٹیفن کا

شہنشاہ منتخب ہونا۔ ڈریس ڈین کا معاہدہ۔ اطالیہ میں وارژان سُون کی ناکامی۔ جنگ باسنگ نانو۔ اطالیہ کے متعلق وارژان سُون کی تدابیر۔ شمالی اطالیہ سے فرانسیسیوں اور ہسپانیوں کا اخراج۔ فلپ پنجم کا انتقال ۹ جولائی ۱۷۴۶ء۔ فلینڈرس میں فرانسیسی معرکہ آرائیاں۔ وارژان سُون کا زوال ۱۷۴۷ء کی لڑائیاں۔ ہالینڈ میں انقلاب۔ جنگ کا اختتام۔ اے لاشاپیل کا معاہدہ۔ ۱۷۴۸ء میں دول یورپ کی حالت ایک دوسرے کے مقابلے میں۔ اے لاشاپیل وجہ سے رضی تھی۔

برلن کے صلح نامے (۲۸ جون ۱۷۴۲ء) کے بعد ہی ۷ ستمبر کو سیکسنی اور آسٹریا میں بھی مصالحت ہوگئی۔ ان دونوں معاہدوں کی وجہ سے بیل اِل کے وہ تمام منصوبے خاک میں مل گئے جو آسٹریا کو پاش پاش کر دینے کے متعلق اس نے سوچے تھے اور اطالیہ میں ہسپانیہ کی حالت بھی اب امید افزا نہ تھی۔ فرانسیسی اتحاد سے سیکسنی اور پرشیا کے علیحدہ ہوجانے سے بوہے میا میں فرانسیسی سپاہ کی حالت نہایت نازک ہوگئی اور میریا تھیریسا کو لوم بارڈی میں اپنی فوجوں کے لئے کمک بھیجنے کا موقع ملگیا فلیوری نے اس خطرے کو محسوس کر کے نہ صرف ایلی زابیتھ فارنیس اور چارلس ایمانویل کے درمیان ایک سمجھوتہ کرانے کی کوشش کی بلکہ آسٹریا سے بھی مصالحت کرنے کی کوشش کی مگر اس میں ناکامی ہوئی۔ میریا تھیریسا نے بلا سوچے سمجھے فلیوری کی تجاویز پر غور کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے خطوں کو شایع کر دیا۔ اس لئے فرانس کے حکام اب صرف یہ کر سکتے تھے کہ باویریا میں پر زور کارروائی کر کے پریگ کی محصور فوج کو رہائی دلادیں اور میلی بوا نشیبی رائن کی طرف سے پیش قدمی کرے۔ بارئین سٹیس اور اس ٹاریم برگ کے ہمت دلاتے سے میریا تھیریسا نے پھر وہی ہمت مردانہ دکھائی اور انگلستان نے بھی جنگ میں زیادہ سرگرمی دکھانے کا قصد کرلیا میلی بوا کی فوج جب بوہے میا کی سرحد کی طرف پیش قدمی کرنے لگی تو ڈیوک اعظم فرانسیس نے پریگ کا محاصرہ اٹھالیا جس کی وجہ سے بروگ لی آٹھ دس ہزار سپاہی اپنے ساتھ لیکر بچ نکلا۔

پرشیا اور سیکسنی کا فرانسیسی اتحاد سے علیحدہ ہونا۔

صفحہ ۱۵۹

ماریس ڈی سیکس نے جب اگر پر قبضہ کر لیا تو میلی بوا نے پریگ کو اس کی قسمت پر چھوڑ دیا اور بروگ لی سے بادیریا میں جا ملا جہاں شہنشاہ کو آسٹریا کے مقابلہ میں اپنے سپہ سالار سکندورف کو عارضی کامیابی سے ۷ر اکتوبر کو میونخ کی تسخیر اور تمام ملک بادیریا پر (بہ استثنائے شاردنگ و پاسا) دوبارہ قبضہ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ بیل آئل کے زیر کمان اٹھارہ ہزار سپاہی پریگ کی محافظت کر رہے تھے مگر اس کی حالت اب مایوس کن تھی کیونکہ لوب کووٹز لمک کے ساتھ فیلڈ ٹکس کی امداد کے لئے بھیجا گیا تھا جو بارہ ہزار سپاہیوں کو لیکر شہر مذکور کے حالات کو دیکھ رہا تھا۔ مگر لوب کووٹز کی بے پروائی سے نفع اٹھا کر ۱۶ر ڈسمبر کی شب میں نہایت ہوشیاری کے ساتھ بیل آئل پریگ سے اپنے سب سپاہیوں کو لیکر نکل گیا اور صرف پانچ ہزار شے ویر کی سرکردگی میں وہاں رہ گئے۔ سردی کی شدت اور دشمن کے سواروں کے حملوں کے باوجود بیل آئل ۲۷ر دسمبر کو اگر پہونچ گیا اور اس کے صرف ڈیڑھ ہزار آدمی اس پسپائی میں ضائع ہوئے۔ اوائل فروری میں وہ خود اور اسکے سپاہی سلامتی کے ساتھ رائن ندی کے پار چلے گئے اور اس اثناء میں شے ویر کو لوب کووٹز

صفحہ ۱۶۰ نے اعزاز کے ساتھ پریگ سے جانے کی اجازت دیدی جس پر ۲۵ر دسمبر کو آسٹریا کا قبضہ ہو گیا۔ شے ویر کی فوج اگر کو چلی گئی جس پر فرانس کا قبضہ بحال رہا آسٹریا نے اس طور پر ۱۷۴۲ء کے اختتام تک بوہیمیا کے قریب قریب تمام ملک پر اپنا قبضہ دوبارہ جما لیا گو بادیریا میں اس نے جو اضلاع فتح کئے تھے ان میں سے اکثر اس کے قبضے سے نکل گئے۔ فرانسیسی فوج کی اس ہزیمت کے بعد بروگلی نے جو میلی بوا کا جانشین ہوا تھا پاسو پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آسٹریا کو بھی کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی کو

۱۷۴۳ء کی معرکہ آرائی کے آغاز کے قبل دو واقعات ایسے ہوئے جن سے جنگ کے آئندہ سلسلے پر بہت کچھ اثر ہوا۔ نومبر ۱۷۴۲ء میں فریڈرک اعظم نے انگلستان سے ایک مدافعانہ معاہدہ کیا مگر اس سمجھوتے پر کہ جرمنی میں جو انگریزی فوج بھیجی جائے گی وہ فرانس کے خلاف میں لڑیگی نہ شہنشاہ کے۔ دوسرا واقعہ یہ تھا کہ

فلیوری کا انتقال	۲۹ر جنوری ۱۷۴۳ء کو فلیوری نے ۸۹ سال کی عمر اور ۱۷ سال

وزیر رہنے کے بعد انتقال کیا۔اس کی حکمت علی کا اصل اصول یہ تھا کہ اندرون و بیرون ملک میں امن و امان رہے مگر پیرس کے پادریوں اور وہاں کے پارلیمان کے آئے دن کے جھگڑوں کو وہ بہ مشکل دفع کر سکا اور جب اس نے انتقال کیا تو فرانس ایک زبردست جدوجہد میں پھنسا ہوا تھا۔اس کی وجہ سے نہ صرف برّاعظم یورپ بلکہ سمندر اور نوآبادیوں اور ہندوستان میں بھی جنگ ہو رہی تھی۔

فرانس اب تک لوئی چہاردہم اور نائب السلطنت اورلیان کے تباہ کن اسراف کا خمیازہ بھگت رہا تھا۔فلیوری نے حد درجہ کفایت شعاری کر کے اس بار اسے سبکدوش کرنے کی کوشش کی اور آری کی امداد سے جو ۱۷۳۰ء سے ۱۷۴۵ء تک سرشتۂ مالیہ کا افسر اعلیٰ تھا اس نے مالیہ کی ازسرنو تنظیم شروع کر دی مگر نہ تو وہ اہم نقائص کو دفع کر سکا اور نہ محاصل کو ملک کے تمام طبقوں کے لئے مساوی کر سکا۔اس کے علاوہ اس نے شاہی بیگار (Corve'e royale) کے طریقہ کو سڑکوں کی مرمت کے لئے جاری کیا جس سے دیہات کے رہنے والوں پر ایک بار اور بڑھ گیا اور طبقۂ ادنےٰ کی شکایتوں میں اضافہ ہو گیا۔

سیویل اور بلغراد کے معاہدے اور اسٹانس لاس لچنسکی کو لارین کا رئیس کرا دینا اور اس ریاست کا اس کے انتقال پر فرانس کے قبضے میں آ جانے کا انتظام یہی بس اس کے سفارتی کارنامے ہیں فلیوری نے ہسپانیہ کو حسب سابق فرانس کا متوسل بنا دیا مگر باوجود اس اتحاد کے لوئی پانز دہم نے ہسپانیہ کے شاہی خاندان کی نہ تو اس کے اطالوی مہموں میں مدد کی اور نہ انگلستان کے خلاف میں اس کی وزارت میں فرانس کا طرز عمل انتہائی احتیاط اور تنگ دلی پر مبنی ہونے کے علاوہ یکساں اور واضح نہ تھا۔بوربون خاندان کی اولوالعزمیوں کو وہ شبہے کی نگاہ سے دیکھتا تھا پیچیدہ نامہ و پیام میں اسے بہت لطف آتا تھا مگر اس کی کارروائیاں ہمیشہ ادھوری رہتی تھیں۔ صفحہ ۱۶۱

انگلستان کے متعلق اس نے دوبوا اور بوربون کے طرز عمل کو برقرار رکھا اور اس کے حین حیات میں دونوں ملکوں میں کبھی علانیہ جنگ نہیں ہوئی

بلکہ اسے ایک ایسی بات میں بھی کامیابی ہوئی جس میں بور بون اور ڈوبوا کو ناکامی ہوئی تھی یعنی ہسپانیہ کے تعلقات کو فرانس اور انگلستان کے ساتھ دوستانہ کرانے میں ہسپانوی اتحاد کی اسے زیادہ پروا نہ تھی مگر جب انگلستان اور ہسپانیہ کے درمیان ۱۷۳۹ء میں جنگ شروع ہوگئی تو گویا اس نظام سیاسی کا خاتمہ ہونے لگا جو ۱۷۱۷ء میں ہینوور اور اورلیان کے شاہی خاندانوں کی خاص اغراض کی وجہ سے وجود میں آیا تھا۔

فرانسیسی دربار کی جنگ پسند جماعت کو انگریزی اتحاد کا برقرار رہنا اسی قدر ناگوار تھا جتنا کہ آسٹریا کے متعلق فلیوری کا ہنری چہارم، رشی لیو، مزارین اور لوئی چہاردہم کے طرز عمل کے اختیار کرنے سے انکار کرنا۔ پولینڈ کی جنگ جانشینی میں فرانس نے جو کارروائی کی تھی اُس پر بھی وہ مطمئن نہ تھے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ جب شہنشاہ نے آس ٹینڈ ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی تو فلیوری کو چاہئے تھا کہ ہسپانیہ اور دول بحری کو علانیہ مخالفت پر آمادہ کر کے شہنشاہ کو تباہ کرا دیتا۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ ۱۷۳۴ء میں جب فرانسیسیوں نے اطالیہ میں کامیابی حاصل کی تھی اور فلپس برگ پر قبضہ کر لیا تھا تو اس وقت آسٹریا پر ایک زبردست وار کرنے کا زریں موقع تھا مگر فلیوری نے اسے ہاتھ سے جانے دیا اور بجائے اس کے کہ وہ فرانس کے قدیم دشمن کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیتا اس نے لارین کی واپسی پر قناعت کی اور آسٹریا کے انتظام جانشینی کی ضمانت کر دی۔ چار سال کے بعد اُس نے ٹرکی کے متعلق جو کارروائی کی اس پر بھی جنگ پسند جماعت کو یہ سخت اعتراض تھا کہ اسے چاہئے تھا کہ بجائے بلغراد کا صلح نامہ کرانے کے ہسپانیہ اور سارڈینیا کو شریک کر کے ترکوں کی مدد کرتا اور آسٹریا کی قوت کو توڑ دیتا۔ صفحہ ۱۶۲

فلیوری کا طرز عمل ولار، شوولین، بیل آئل اور ان کے ہم خیال لوگوں کے منشا کے بالکل خلاف تھا کیونکہ اس کی نیت کبھی یہ نہ تھی کہ خاندان ہیپس برگ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے بلکہ ۱۷۳۹ء اور پھر ۱۷۴۲ء میں اس نے ہیپس برگ اور فرانسیسی بور بون خاندانوں میں خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی

جو کچھ دنوں کے بعد کانٹز نے کر دکھایا۔ مگر ناساعدت زمانہ کی وجہ سے وہ کچھ نہ کر سکا اور وال پول کی طرح اسے بھی جنگ پسند جماعت سے دبنا پڑا۔ اس پر اور جماعت مذکور پر یہ الزام بھی آتا ہے کہ انھوں نے فرانسیسی حکومت کو بالکل یورپ کے مناقشوں میں منہمک کرا دیا حالانکہ فرانس کو چاہیے تھا کہ وہ پرشیا اور ہسپانیہ کو جرمنی اور اطالیہ میں اپنے مفاد کی حفاظت کرنے دیتا اور اپنے تمام ذرائع کو اپنی نوآبادیوں اور ہندوستان، شمالی امریکہ اور جزائر غرب الہند کی تجارتی مقامات کی حفاظت میں صرف کر دیتا۔ اپنے قبل اور بعد کے فرانسیسی مدبروں کی طرح اس پر بھی ناعاقبت اندیشی کا الزام لگایا جاتا ہے مگر بذات خود اس پر یہ الزام ہے کہ اس نے بحری اور برّی فوج کی طرف سے سخت غفلت کی۔

اس نے اپنی سیاسی زندگی میں شروع سے آخر تک کبھی ان اہم معاملات پر توجہ نہ کی جو شمالی امریکہ ہندوستان اور بحیرۂ روم میں انگلستان اور فرانس کے درمیان مابہ النزاع تھے۔ اس نے یہ بھی کبھی محسوس نہیں کیا کہ دونوں ملکوں کے درمیان جنگ ناگزیر ہے اور یہ کہ فرانس کی کامیابی کے لئے ہسپانیہ کے ساتھ گہرا اتحاد ہونا ضروری ہے۔ فرانس کی تاریخ کے اس نازک زمانے میں فلیوری نے سخت ناعاقبت اندیشی دکھائی۔ فرانس کے بیڑے کو قوی کرنے یا جہازوں کے درست کرانے کی اس نے مطلق کوشش نہ کی اور نہ ہسپانیہ کے انتظامی امور کی اصلاح یا ہسپانیہ کے بیڑے کو قابل کار بنانے میں اس نے ہسپانیہ کے وزیروں کی ہمت افزائی کی تا دم مرگ اسے صرف یہی فکر تھی کہ براعظم یورپ میں خاندان بوربون کی اغراض پوری ہوں اور اس میں اسے کامیابی بھی ہوئی۔ اگر فرانس کی نوآبادیاں نہ ہوتیں اور انکو ترقی دینے کی اسے خواہش نہ ہوتی تو ۱۷۲۹ء، ۱۷۳۵ء اور ۱۷۳۹ء میں جو عیارانہ سفارتی کارروائیاں اس نے کیں
صفحہ ۱۶۳ ان کی وجہ سے اس کا شمار فرانس کے وزیروں کی صف اولین میں ہوتا۔ مگر اس نے فرانس کے حقیقی مفاد پر خاندان بوربون کی جزوی اغراض کو ترجیح دی اور انگلستان کی ناگزیر جنگ کو سفارتی کارروائیوں سے ملتوی کرنے کی احمقانہ کوشش میں مصروف رہا۔ اس کے علاوہ وہ جذبات قومی اور عوام کی قوت کا بھی

وہ بالکل اندازہ نہ کرسکتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے بالکل ناکامیابی ہوئی کیونکہ نہ تو وہ ۱۷۳۹ء میں ہسپانیہ کی مدد کرسکا اور نہ بحیرہ روم میں انگریزی بیڑے کے تفوق کو روک سکا جس کا مآل آخر یہ ہوا کہ انگریزوں کو ہندوستان اور شمالی امریکہ میں فتح ہوئی۔ اسی کی وجہ سے فرانس خاندان اسٹوارٹ کو کافی مدد نہ دے سکا اور لابوردونے کی مدد کے لئے کوئی زبردست بیڑہ نہ بھیج سکا جس کے بغیر ہندوستان میں فرانس کو کامیابی نہ ہوسکتی تھی۔ فلیوری کو سفارتی کارروائیوں میں متعدد کامیابیاں ہوئیں مگر آخری زمانے میں اس کی خارجی حکمت عملی فرانس کی ضروریات کے لئے بالکل ناکافی تھی اور گو ۱۷۴۸ء میں فرانس کی سرحدوں پر کسی قسم کا خطرہ نہ تھا مگر ہندوستان اور شمالی امریکہ میں اس کے قدم ہل چکے تھے۔ پرشیا کو عروج فلیوری کی بدولت حاصل ہوا تھا مگر نوآبادیوں اور بحری جنگوں میں فرانس کا جو نقصان ہوا تھا اسکا یہ معاوضہ نہ ہوسکتا تھا۔

ایسے مدبر کے نہ تو خود اس کے ملک میں کوئی ہوا خواہ ہوسکتے ہیں نہ بیرونی ممالک میں اس کی قابلیت کا اعتراف ہوتا ہے۔ آسٹریا کی جنگ جانشینی کے آغاز تک فرانس نے اس کی احتیاط فراست اور امور خارجہ کی معلومات سے نفع اٹھایا مگر ۱۷۴۱ء کے بعد سے لوگ اس کے زوال کے خواہاں ہوگئے ہسپانیہ میں اس کے غیر ایفا شدہ وعدوں اور زبانی امداد سے ایلزابیتھ فارنیس بیزار ہوگئی اور اسے معلوم ہوگیا کہ ۱۷۴۳ء کے "خاندانی معاہدہ" کی طرح ۱۷۳۳ء کا معاہدہ بھی بالکل بیکار ہے۔ شاہ سارڈینیا اور انگلستان کے وزیروں کو بھی اس پر اعتماد نہ تھا۔

آسٹریا پر حملہ کرنے میں فرانس کو ناکامی۔

آسٹریا کی جنگ جانشینی میں فلیوری اور بیل ایل کا طرز عمل فرانس کے لئے سخت مضر ثابت ہوا۔ وائنا پر حملہ نہ کرنا ایک سخت غلطی تھی جس سے میریا تھیریسا کو دم لینے کا موقع ملگیا اور فرانس کا سخت نقصان ہوا۔ فرانس نے چارلس ہفتم کو شہنشاہ منتخب کرادیا تھا مگر اس کا کوئی اثر نہ تھا اور کئی ہزیمتیں بھی اس نے اٹھائی تھیں۔ لومبارڈی پر حملہ کرنے میں فرانس کو کوئی کامیابی نہ ہوئی فریڈرک اعظم

صفحہ ۱۸۶

فرانس کے اتحاد سے علیحدہ ہو چکا تھا۔ سارڈی نیا آسٹریا کی مدد کرنے کی تیاری سرگرمی سے کر رہا تھا، اس کے علاوہ گو سائی لے شیا آسٹریا کے قبضہ سے نکل گیا تھا مگر میریا تھیری سا کے باقی تمام مقبوضات محفوظ تھے اور اس کے باپ کا انتظام جانشینی بھی برقرار تھا۔ روس میں سفارتی کارروائیوں میں فرانس کو ناکامی ہوئی تھی اور سوئیڈن کی جنگ سے بھی اسے کوئی نفع نہیں ہوا۔ انگلستان میں وال پول کے معزول ہونے کے بعد کارٹ ریٹ وزیر خارجہ ہو گیا تھا اور اس کے حسب ہدایت ایک انگریزی فوج عنقریب جنگ میں شریک ہونے والی تھی جس کا رخ اب بالکل بدل گیا تھا۔ انگلستان اور اسٹریا کی شرکت اس جنگ میں اب اس غرض سے نہ تھی کہ خاندان ہیپس برگ کے مقبوضات کو دوسروں کی دست برد سے بچائیں۔ بلکہ انگلستان اب برسرپیکار اس لئے تھا کہ جرمنی سے فرانسیسی فوجوں کو خارج کرا دے۔ اور آسٹریا کا مقصود یہ تھا کہ لوئی پانزدہم کے بے وجہ حملوں کا انتقام لے اور الساس اور لارین اور "تینوں اسقفی اضلاع" کو فتح کر لے۔ تاکہ سائی لے شیا کے نقصان کی اس سے تلافی ہو جائے۔

فرانس کا مستقبل امید افزا نہ تھا۔ مگر بالکل مایوسی بھی نہ تھی۔ کیونکہ اولاً انگریزوں اور آسٹریوں میں موافقت نہ تھی، ثانیاً فلیوری کے انتقال کے بعد ہسپانیہ بھی کچھ جاگ اٹھا تھا اور ثالثاً چارلس ایمانویل نے قصد مصمم کر لیا تھا کہ جب تک آسٹریا کی طرف سے کوئی ملک بطور صلہ کے دیے جانے کا قطعی وعدہ نہ کیا جائے۔ وہ جنگ کو جاری نہ رکھے گا۔

لوئی پانزدہم فلیوری کا جانشین مقرر کرنے سے انکار کرتا ہے۔

بہر صورت ضرورت یہ تھی کہ فلیوری کا جانشین کوئی لائق آدمی ہو۔ لوئی پانزدہم کو فرانس کی نازک حالت کا مطلق خیال نہ تھا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ کارڈنل متوفی کا کوئی جانشین نہ ہوگا اور عنان حکومت میں اپنے ہاتھوں میں رکھوں گا۔ مگر بادشاہ کے اس فعل کے نتائج سخت اندوہناک ثابت ہوئے کیونکہ انتظام مملکت میں یکسانی باقی نہ رہی اور بادشاہ پر اثر غالب حاصل کرنے کے لیے متعدد اشخاص کوشاں ہوئے۔ مستقل وزیر اس وقت حسب ذیل تھے

داگیسو وزیرِ اعظم (چیانسیلر) اُوری کنرڈلر جنرل۔ آمیلوٗ وزیرِ خارجیہ مورے پاگ
وزیرِ بحریہ۔ کاونٹ وارژان سون وزیرِ جنگ وزراء مذکور میں سے کاونٹ دارژان سون
۱۶۵ مارکوس دی بری تیول کے انتقال پر، ۷ر جنوری ۱۷۴۳ء کو اپنے عہدے پر مقرر ہوا
تھا جب کہ بیلیل، نوایل اور بروگلی کی ناکامیوں کی وجہ سے سرگرمی دکھانے کی
ضرورت تھی۔ اپنے عہدے پر وہ یکم فروری ۱۷۵۷ء تک قائم رہا اور اس عرصہ
میں اس نے نہایت جانفشانی سے اپنی خدمات کو انجام دیکر متعدد اصلاحیں
کیں اور اس کی پرجوش معاونت ایک حد تک مارشل سیکس کی فتوحات
کا باعث ہوئی۔ نومبر ۱۷۴۴ء میں وہ وزیرِ خارجیہ مقرر ہوا۔ اس سے کے قبل
امورِ خارجی اور داخلی کی عنان مارشل دِی نوایل کے ہاتھوں میں تھی گو وہ کسی
سرکاری عہدے پر فائز نہ تھا۔

نوایل کی شادی میڈیم دی مین تے نون کی ایک بھتیجی سے ہوئی تھی
اور اسے آرزو تھی کہ امورِ مالی اور فوجی دونوں میں نام حاصل کرے۔
لوئی کو خوابِ غفلت سے جگانے کا بھی اس نے قصد کیا تھا اور اسی کے
اثر اور ڈچیس دی شاتورو کی تائید کا نتیجہ تھا کہ بادشاہ نے لوئی چہاردہم کی
طرح خود سپہ سالار بننے کا قصد کیا۔ نوایل کا مخالف ڈیوک
دی رشی لیو تھا بادشاہ پر اس کا اثر فرانس کے حقیقی مفاد

ڈیوک دی رشی لیو۔

کے لئے حد درجہ مضر ثابت ہوا۔ رشی لیو میں فرانس کے امرا کے تمام عیوب
موجود تھے۔ جوانی میں اس نے نائب السلطنت اور لیان کے ساتھ خوب
جشن منائے تھے والٹیر کا دوست تھا اور فیشن کا شیدا۔ رشی لیو میں نہ تو
اپنی ذمہ داری کا احساس تھا نہ حب قوم اس کے علاوہ بالکل ناسمجھ چھچھورا
اور بدچلن تھا۔ البتہ وہ بہادر تھا اور فنِ حرب سے مناسبت رکھتا تھا
یہ شخص طبقۂ امرا کا گل سرسبد تھا جنھوں نے کچھ تو اپنی نااہلیت اور غفلت سے
اور کچھ نام نہاد فلسفی تحریک کی احمقانہ تائید کر کے اور طبقۂ ادنےٰ پر ظلم و ستم
روا رکھکر اس انقلاب کا باعث ہوئے جو انھیں اپنے سیلاب میں بہا لے گیا۔
لوئی پانزدہم پر اس کا اثر سخت تباہ کن ثابت ہوا اور جب مسیٹنر میں بادشاہ کی

بیماری کے بعد نوایل کا چند روزہ اثر زائل ہو گیا اس نے اس کمزور بادشاہ کو عیاشی کی چاٹ لگادی جس سے فرانس میں حکومت شاہی کی استواری کو سخت صدمہ پہونچا۔ بیماری کے بعد گو اس کی ہردل عزیزی جاتی رہی اور ۱۷۴۴ء کے موسم خزاں میں نوایل کی معزولی سے ایک ہی خواہ کے نیک مشوروں سے وہ محروم ہو گیا مگر بین الاقوامی معاملات میں وہ دخل دیتا رہا جس سے عجیب وغریب نتائج پیدا ہوئے جو فرانس کے لئے مفید نہ تھے ؎ ۱۷۴۴

لوئی پانزدہم کی خفیہ سفارتی کارروائیاں ؎

فلیوری کی وفات کے بعد سے لوئی پانزدہم کی وہ مشہور خفیہ مراسلت شروع ہوئی جو اس کے باقی ماندہ ایام حکومت میں فرانس کی خارجی حکمت عملی کی کمزوری کا باعث ہوئی۔ لوئی سمجھدار تھا مگر خارجی حکمت عملی کے متعلق اس کے چند خاص خیالات تھے۔ وزرائے سلطنت کا اثر جو اس کے منصوبوں میں حائل تھا اسے ناگوار تھا اس لئے اپنے منصوبوں کو بارآور کرنے کے لئے اس نے سازش اور فریب سے کام لینا چاہا اس کام کے لئے اس نے جاسوس مقرر کئے اور ان سے خفیہ مراسلت شروع کر کے انھیں ہدایتیں دیتا رہا جو اکثر اوقات ان احکام کے خلاف ہوتیں جو انھیں وزارت خارجیہ سے ملتے ۱۷۴۴ء میں میٹز میں بیمار ہونے تک لوئی بغیر کسی وزیر اعظم کے مقرر کرنیکے حکومت کرتا رہا اور ایک رومی کے ذریعے سے خود سلطنت کا کاروبار انجام دیتا رہا۔ اس طریقہ حکومت سے جو دقتیں پیدا ہوئی ہیں اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اور لوئی چہاردہم کی اس نقل سے ۱۷۴۳ء اور ۱۷۴۴ء میں انگریزوں اور آسٹریوں کے خلاف میں فرانس کی فوج کو کامیابی کی کوئی امید نہ ہو سکتی تھی ؎

۱۷۴۳ء میں تین معرکہ آرائیاں جاری تھیں یعنی باویریا اور مغربی جرمنی اور اطالیہ میں، فرانس کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنے، بروگلی کی فوج سے ملجانے اور پراگ ہاتھ، فوج کو باویریا میں چارلس شہزادہ لارین کی فوج

باویریا پر آسٹریوں کا قبضہ جون ۱۷۴۳ء۔

سے ملنے سے روکنے کے لئے نوایل ایک فوج رائن کے پار لیگیا اور نیکار اور مین کے درمیان آگے بڑھا۔

مگر آسٹریوں نے چارلس شہزادہ لارین کی سرکردگی میں اور سنفے وین ہولر
اور لوب کووٹز کی فوجوں کی معاونت سے مئی میں باویریا کی فوج کو جو سکندروف
کے زیر کمان تھی یکایک سخت ہزیمت دی اور بروگلی نے بغیر سکندروف کو کسی
قسم کی مدد دینے یا نوایل کی امداد کا انتظار کرنے کے اِن گوس ٹاٹ اور
ڈوناورتھ کو بغیر مقابلہ کرنے کے خالی کر دیا اور اس کے بعد رائن کو عبور
کر کے پسپا ہوگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باویریا کی فوج سوائے بیا کی طرف فرار
ہوگئی میونخ پر پھر آسٹریوں کا قبضہ ہوگیا اور شہنشاہ فرنیک فورٹ کو بھاگ گیا ۱۶۷
۲۷ جون کو سکندروف نے نی درشون فیلڈ میں ایک معاہدے پر دستخط کر دیئے
جس کی رو سے جنگ ملتوی کر دی گئی باویریا کی فوج کو غیر جانبدار رکھنے
کا اقرار کر لیا گیا اور معاہدے کی تکمیل تک باویریا کا تمام ملک سوائے ان
گوس ٹاٹ کے آسٹریا کے قبضے میں رہگیا۔ بروگلی کے عدم استقلال اور بودے پن
سے باویریا فرانس کے ہاتھ سے نکل گیا اور اس کے بعد ہی وہ معزول ہو گیا
اگست میں ایگر پر بھی آسٹریا کی فوج نے قبضہ کر لیا جو ۱۷۴۱ئہ کے فرانیسی
حملہ کی آخری یادگار تھا۔

مغربی جرمنی میں بھی فرانس کی فوج کو کوئی سرخروئی نہ ہوئی۔ ہالینڈ
کی طرف سے ۱۷۴۳ئہ کے اوائل میں انگلستان ہینوور اور ہیس کی ایک
مخلوط فوج جرمنی میں داخل ہوئی مارچ میں نیپ پرگ اس فوج سے آملا

جنگ ڈی ٹن گین
۲۶ جون ۱۷۴۳ئہ

اور اپریل میں ڈیوک آریم برگ (آسٹروی نیدرلینڈ کا
سپہ سالار) بیس ہزار آسٹروی معاون فوج ساتھ لیکر
شریک ہوا۔ یہ فوج جو (Pragmatic Army)
کے نام سے موسوم تھی لارڈ اسٹیر کے زیر کمان تھی جو ایک زمانے میں مارلبرو
کا ماتحت تھا۔ رائن کے نواح میں اس فوج کی موجودگی کی وجہ سے اپریل
میں آسٹریا کا ایک طرفدار مینز کا اسقف منتخب ہوگیا۔

مئی میں ہالینڈ سے بیس ہزار سپاہیوں کے بھیجنے کا وعدہ لیکر لارڈ اسٹیر نے
باویریا کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ اس کا قصد تھا فرانس سے بروگلی

کے ذرائع آمد و رفت کو منقطع کر دے مگر نوایل نے نیکار کے خط پر قبضہ کر کے اس کے اس منصوبے کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد اسیٹر نے جنوب مشرق کا رخ کیا تاکہ چارس شہزادہ لارین کی فوج سے جا ملے مگر اسے معلوم ہوا کہ مین ندی کا بالائی حصہ فرانسیسیوں کے قبضے میں ہے۔ ۲۰ ر جون کو جارج دوم نے (Pragmatic) فوج کی کمان لی مگر ۲۶ ر جون کو نوائل نے ہینا کا راستہ بند کر دیا جس کی وجہ سے جارج کو مجبوراً ڈی ٹن گین میں لڑنا پڑا۔ گو اس جنگ سے انگلستان اور آسٹریا میں بہت جوش پھیل گیا اور باویریا اور پرشیا کو سخت مایوسی ہوئی مگر فرانسیسیوں کی ہزیمت سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ چارس لارین نے السا س پر قبضہ کرنے کا قصد کیا مگر اس صوبہ کی حفاظت کے لیئے کو اِگنی کے زیر کمان ایک فرانسیسی فوج کافی ثابت ہوئی ۱۶۸ انگریزی فوج کا سپہ سالار اب اسیٹر کے بجائے ویڈ تھا مگر اس کے حملوں سے فرانس کو نوایل کی فوج نے محفوظ رکھا۔ گو فرانسیسی جرمنی سے بالکلیہ خارج کر دیئے گئے اور شہنشاہ نے جو انکا حلیف تھا آسٹریا سے غیر جانب دار رہنے کا عہد کر لیا تھا۔ اطالیہ میں ٹران نے کامپو سانٹو میں ہسپانیوں کو ہزیمت دی جس کی وجہ سے ڈان فلپ پیڈمنٹ میں داخل نہ ہو سکا اور یہ اغلب ہو گیا کہ متحدین فرانس میں داخل ہو جائینگے ؂

دونوں فریقوں کی حالت اس وقت قریب قریب مساوات کی تھی۔ جولائی میں جارج دوم اور کارٹےریٹ نے میریا تھیریسا اور شہنشاہ کے مابین مصالحت کرانے کی ایک زبردست کوشش کی مصالحت کی یہ تجویز "ہینا کی تجویز" کے نام سے مشہور ہے اور اسے شہنشاہ اور اس کے نائب ولیم رئیس ہیس کیاسیل نے بالکلیہ تسلیم کر لیا تھا اور اس کی شرائط ایسی تھیں کہ جرمنی کے دوسرے رئیس بھی اس سے اتفاق کرتے اس تجویز سے مقصود یہ تھا کہ آسٹریا اور باویریا اپنے مختلف دعاوی سے باز آئیں اور ایک دوسرے کے مقبوضات واپس کر دیں۔ چارس ہفتم کا خطاب شہنشاہی برقرار رہے اور

ہینا کی تجویز۔ جولائی ۱۷۴۳ء

شہنشاہی کے متعلق تمام معاملات میں بوہیمیا کے فرمان روا کا ووٹ[۱] (رائے) جائز تسلیم کیا جائے۔ یہ بھی خیال تھا کہ باویریا کے رئیس کو بادشاہ قرار دیا جائے اور شہنشاہ کو فرانس کا ساتھ چھوڑ دینے کے صلے میں اور شہنشاہی کی عظمت قائم رکھنے کے لئے انگلستان کی طرف سے رقوم کثیر بطور معاونت دیجائیں جو مساوی ہوں اُن رقوم کے جو اس کو فرانس سے ملتی تھیں۔

جرمنی کے ایک حکمران کی حیثیت سے تاج شہنشاہی کا خاندان ہیپس برگ کے ہاتھوں سے نکلکر ایک دوسرے خاندان پر منتقل ہو جانا جارج دوم کو مطلق ناگوار نہ تھا اور اس وقت نہ صرف آسٹریا کے مقابلے میں جرمنی کے حکمرانوں کے حقوق کی تائید کا بہت اچھا موقع ملگیا تھا بلکہ جرمنی میں امن و امان قایم کرنے اور تمام ملک جرمنی کو فرانس کے خلاف میں متحد کرنے کا بھی۔ جرمنی کے باشندوں ۱۶۹
کو یہ تجویز دانشمندانہ اور حسن تدبیر پر مبنی نظر آتی ہوگی کیونکہ انکا ملک دوسو سال سے پیہم فرانسیسی حملوں سے برباد ہو رہا تھا مگر جارج کی موجودہ حکمت عملی بالکل جرمنی کے مصالح پر مبنی تھی اس لئے اس پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ اس نے انگلستان کے مفاد کو اپنی خاندانی حکومت ہینوور پر قربان کردیا۔ کارٹے ریٹ نے اس موقع پر صرف شہنشاہی میں جارج دوم کی موجودہ حیثیت کا لحاظ رکھا اور نو آبادیات اور بحریہ کے متعلق ان مسائل کا بالکل خیال نہ کیا جو مابہ النزاع تھے اور جو انگلستان کے لیئے نہایت ہی اہم تھے۔ کارٹے ریٹ کی یہ خواہش تھی کہ نہ صرف اس طرز عمل کی طرف عود کرے جو وھگ جماعت نے ملکہ اینی کے عہد حکومت میں اختیار کیا تھا بلکہ ان سے بھی ایک قدم آگے بڑھ جائے یعنی جرمنی کو متحد کرا کے فرانس کے مقابلے پر کھڑا کردے اور اس طرز اس کام کی تکمیل کردے جو یوٹ ریخٹ کے صلح نامے سے رک گیا تھا۔ اگر اس

(۱) چارلس ہفتم کے انتقال کے وقت بوہیمیا کا ووٹ اس وجہ سے خارج کردیا تھا کہ میریا تھیری سا عورت ہونے کی وجہ سے نہ تو خود ووٹ دے سکتی تھی نہ اپنا ووٹ اپنے شوہر پر منتقل کرسکتی تھی۔

حکمت عملی پر عمل کیا جاتا تو جارج دوم کا شمار جرمنی کے سر برآوردہ حکمرانوں میں ہوتا اور دوسرے الیکٹروں پر اسے تفوق حاصل ہو جاتا۔

مگر فریڈرک اعظم ہینوور کا ماتحت بننے پر آمادہ نہ تھا اور میریا تھیری سا اپنی حالیہ

عہد نامہ ورس
۱۳ ستمبر ۱۷۴۳ء

فتوحات کی وجہ سے چارلس ہفتم کی چیرہ دستیوں کو معاف کرنے پر تیار نہ تھی۔ انگلستان کے وہگ وزرا ہینری پیلہم کی سرکردگی میں (جو جولائی میں ول منگ ٹن کی وفات کے بعد وزیر اعظم ہوا تھا) اور رائے عامہ کی تائید سے جارج دوم اور کارٹے ریٹ کے جرمنی منصوبوں سے خائف تھے اور ہینوور کی فوج کے قیام کو ناپسند کرتے تھے اس لئے انھوں نے بادیریا کے مجوزہ انتظام کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا چارلس ہفتم کو کوئی رقم بطور معاونت دینے سے انگلستان کی تمام جماعتوں نے اپنا اختلاف ظاہر کیا کیونکہ وہ میریا تھیری سا کا علانیہ دشمن اور فرانس کا موروثی حلیف تھا۔ اہل انگلستان کو درحقیقت فرانس اور ہسپانیہ سے مخالفت تھی اور جرمنی کی بڑی معرکہ آرائیوں پر وہ بحری جنگ کو ترجیح دیتے تھے۔ کابینہ میں کارٹے ریٹ کی سخت مخالفت ہوئی اور اس کی حکمت عملی پر جو حملے ہو رہے تھے ان کا وہ مقابلہ نہ کر سکا اس لئے باویریا وغیرہ سے نامہ و پیام کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ کارٹے ریٹ کے مجوزہ انتظامات کے بجائے انگلستان کے کابینہ نے یہ قصد کیا کہ میریا تھیری سا سے پھر اتحاد پیدا کیا جائے اور سارڈی نیا اور آسٹریا کو متحد کر کے فرانس کے خلاف میں سرگرمی کے ساتھ جنگ شروع کر دی جائے۔ اٹالیہ میں جملہ امور کا دار و مدار چارلس ایمانویل پر ۱۷۰
تھا جو فرانس اور ہسپانیہ کی حکومتوں سے نامہ و پیام کر رہا تھا۔ اس نے صاف انکار کر دیا کہ جب تک اہل آسٹریا مجھے چند اضلاع بطور معاوضہ دینے کا حتمی وعدہ نہ کریں میں ہرگز ان کا شریک نہ ہونگا۔ اس کا مطالبہ تھا کہ پاویا کا ایک حصہ اور فائی نیل اور پیاسین زا اسے دیدیئے جائیں۔ اس پیچیدگی کو رفع کرنے اور وائنیا کے دربار پر دباؤ ڈالنے کے لیے انگلستان کی وساطت کی ضرورت ہوئی۔ سائی لیشیا کے نکل جانے کا غم ابھی میریا تھیری سا

کے دل میں تازہ تھا اور اس کے متعلق انگلستان کا طرز عمل اسے سخت ناگوار ہوا تھا انگلستان کی اب یہ دوسری درخواست کہ وہ اپنے چند مقبوضات چارلس ایمانویل کے حوالے کردے اُسے اور بھی ناگوار ہوئی ۔ دورمس میں جو نامہ و پیام ہو رہے تھے ان میں وہ اپنے حق پر اڑی رہی مگر چارلس ایمانویل نے بالکل دھمکی دی کہ میں فرانس کی تجاویز کو قبول کر لونگا۔ میریا تھیریسا اب مجبوراً اپنے حقوق کی قربانی پر تیار ہو گئی۔ ۱۳ر ستمبر کو انگلستان، آسٹریا ہالینڈ سارڈی نیا اور سیکسنی نے دورمس کے معاہدہ پر دستخط کر کے آسٹریا کے انتظام جانشینی اور یورپ میں توازن قوت کو برقرار رکھنے پر اتفاق ظاہر کیا میریا تھیریسا نے پاویا پیاسین زا اوگے وا انوانگیارا کے شہروں اور ملحقہ اراضی کو چارلس ایمانویل کے سپرد کر دیا اور جمہوریہ جینوا سے فائنیل کی ریاست کو دوبارہ خرید نے کے حق سے بھی وہ دست بردار ہو گئی جس سے چارلس ششم اس وقت دست بردار نہ ہوا تھا جب کہ اس نے ریاست مذکور کو جمہوریہ کے ہاتھ فروخت کیا تھا اس کے صلہ میں چارلس ایمانویل نے چالیس ہزار فوج سے میریا تھیریسا کے اطالوی مقبوضات کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور آسٹریا کی فوج بھی جس کی تعداد تیس ہزار تھی اس کے زیر کمان کر دی گئی ۔ مائی لن کی ڈچی کے متعلق اپنے دعاوی سے وہ دست بردار ہو گیا اور چند خفیہ دفعات کے ذریعہ سے اس نے خاندان بوربون کو اطالیہ سے خارج کرنے کا سمجھوتہ کر لیا یعنی ڈان کارلوس کو ہر دو سسلی کی حکومت سے بے دخل کرنے کے بعد سسلی سارڈی نیا کو دیدیا جائے اور نیپلز اور ٹسکنی کے بندرگاہ آسٹریا کے قبضے میں آجائیں مجوزہ انتظامات کو آسانی سے عمل میں لانے کے لئے انگلستان نے فائنیل کے خرید کرنے کے لئے روپیہ قرض دینے اور آئندہ جنگ کے لئے رقمی امداد دینے کا وعدہ کیا اس طور پر قریب تھا کہ ایلزابیتھ فارنیس کی تمام عمر کی کوشش رائگاں جائے اور جنوبی اطالیہ میں پھر غیر ہر دل عزیز جرمنی حکومت قائم ہو جائے ۔

معاہدہ دورمس کے جواب میں فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان

فون تین بلو کا معاہدہ ۲۵ اکتوبر کو لوئی پانزدہم کی خواہش سے ہوا ۱۷۴۳ء

۱۷۱ صلح نامہ فون تین بلو ۲۵ اکتوبر ۱۷۴۳ء

کے صلح نامہ کے باوجود فلیوری کے حین حیات فرانس اور ہسپانیہ کے درباروں میں کوئی مستقل اتحاد نہ تھا۔ مگر وورمس کے اتحاد کے قیام سے جو فرانس اور ہسپانیہ کے خلاف قایم ہوا تھا ان دونوں ملکوں میں مستقل اتحاد کا قیام لازمی ہوگیا۔ اس عہدنامے کی رو سے خاندان بوربون کی دونوں شاخوں نے ایک دوسرے کے موجودہ اور آئندہ مقبوضات کی حفاظت کا عہد کرلیا۔ فرانس نے اطالیہ کے مختلف حصص پر فلپ اور ایلی زابیتھ فارنیس کے وسیع دعاوی کو تسلیم کرلیا اور میلانیز، پارما اور پیاسین زا کو ڈان فلپ کے لیئے فتح کرنے میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی طے ہوا کہ جبرالٹر، پورٹ ماہون اور جارجیا انگلستان سے چھین لئے جائیں اور چارلس ایمانوئیل شاہ سوائے سے وہ اضلاع جو یوٹریخٹ کے صلح نامہ کی رو سے اسے دئے گئے تھے۔ فرانس نے سارڈینیا اور انگلستان کے خلاف باضابطہ جنگ کا اعلان کرنے کا وعدہ کیا اور یہ بھی طے ہوا کہ دونوں فریق اس جدید خاندانی معاہدے کے اس وقت تک پابند رہینگے جب تک کہ دونوں اپنے دشمنوں سے بالاتفاق صلح نہ کرلیں۔

جنگ کا نیا دور

دورمس اور فون تین بلو کے معاہدوں کے ہوجانے سے جنگ کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے اور یورپ کی یہ عام جنگ آسانی سے سمجھ میں آنے لگتی ہے۔ انگلستان اس سے قبل آسٹریا کا محض ایک حلیف تھا مگر اب فرانس اور انگلستان کے خلاف ایک زبردست اتحاد کا سرخیل تھا اور لندن اور ورسالز میں اب یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ اس جنگ سے محض آسٹریا کے انتظام جانشینی کا برقرار رکھنا مقصد نہ تھا بلکہ اصل امور تصفیہ طلب یہ تھے کہ سمندروں میں تفوق کس کا ہوگا، شمالی امریکا میں لاطینی عنصر غالب رہیگا یا ٹیوٹن اور ہندوستان میں سیادت انگلستان کو نصیب ہوگی یا فرانس کو۔ فلیوری کے سوفسطائی مغالطوں کو ترک کرکے فرانس اب خم ٹھونک کر براعظم یورپ میں آسٹریا کے مقابلے

کھڑا ہو گیا تھا اور سمندروں اور نو آبادیوں میں انگلستان کے مقابلے پر ٹ
جنگ میں اس طور پر ایک نئی جان پڑ گئی اور ہر طرف زور شور سے
جاری تھی۔ آسٹریوں کے حملے کے اندیشے اور انگلستان کی قدیم دشمنی کی وجہ سے
اہل فرانس کا جذبۂ قومی برانگیختہ ہو گیا تھا اور فلپ پنجم جو صلح نامہ ورمس کے کچھ ۱۶۲
قبل انگلستان سے مصالحت کرنے پر آمادہ تھا اب مزید جانفشانی پر تیار ہو گیا
اکتوبر ۱۷۴۳ء میں ایک متحد فرانسیسی اور ہسپانی فوج ڈان فلپ کے زیر کمان
جنوبی فرانس میں جمع ہوئی اور سوائے پر قبضہ کرنے کے بعد کوہ آلپس کو طے
کرنے کی اس نے کوشش کی مگر ناکام رہی۔ لوئی پانزدہم نے نوایل اور ڈچس
شار تورو کے ایما سے لوئی چہاردہم کی متابعت میں قصد کیا کہ موجودہ معرکہ آرائیوں
میں بذات خود سرگرمی کے ساتھ شریک ہو۔ ۱۷۴۴ء کا آغاز ہو چکا تھا اور
فرانس کے تمام ملک میں جنگ کے لئے عام جوش پھیلا ہوا تھا۔

مارس ڈی سیکس نے پندرہ ہزار آدمی لیکر چارلس ایڈورڈ (انگلستان کے
تخت کا دعویدار) کی طرف سے انگلستان پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی اور فروری

فرانس کا اعلان جنگ انگلستان کے خلاف ۱۵؍ مارچ۔ آسٹریا کے خلاف ۲۶؍ اپریل ۱۷۴۴ء۔

میں فرانس اور ہسپانیہ کے متحد بیڑوں نے جو ۱۷۴۳ء میں تولون
میں محروس تھے انگریزی بیڑے پر حملہ کر کے جو میتھوز کے زیر کمان
تھا کھلے سمندر میں پہونچ گئے۔ بریسٹ کا بیڑہ بھی انگلستان
کے ساحل کے قریب آگیا اور کینٹ کے سواحل بالکل غیر
محفوظ تھے مگر طوفان کی وجہ سے انگلستان محفوظ رہا۔ انگلستان
کے خلاف میں ۱۵؍ مارچ کو باضابطہ جنگ کا اعلان کر دیا گیا اور ۲۶؍ اپریل کو آسٹریا
کے خلاف فرانس نے گویا اس طرح انگلستان کے بحری اور تجارتی تفوق اور براعظم
یورپ میں آسٹریا کی سیادت کو توڑنے کا بیڑا اٹھالیا۔ سنہ مذکور کے وسط تک

اطالیہ، فلاندرس اور رائن کی معرکہ آرائیاں ۱۷۴۴ء

جب کہ فریڈرک اعظم نے سائلیشیا کی دوسری جنگ
چھیڑ دی بڑی معرکہ آرائیاں زیادہ تر اطالیہ فلاندرس اور
رائن پر ہوتی رہیں۔ اطالیہ فریقین نے شمال اور جنوب میں
بہت زور لگایا۔ جنوب میں آسٹروی جنرل لوب کووٹز نے نیپلز پر قبضہ کرنے کی

کوشش کی مگر ڈان کارلوس کی مساعی سے وہ ناکام رہا جس کی امداد کے لئے ایک ہسپانی فوج موجود تھی اور بالآخر اسے ویلیشیا میں شکست ہوئی۔ شمال میں جہاں اب سون آنے مارے بجائے گئے جیز ہسپانی افواج کا سپہ سالار تھا شدید جنگ ہو رہی تھی مگر گجے جیز بحیرہ ایڈریاٹک کی طرف لوب کو وٹز کی مراجعت کو روک نہ سکا اور ڈان فلپ پیڈمنٹ کو فتح کرنے کی بے سود کوشش کے بعد ڈافنی کی طرف مراجعت کرنے پر مجبور ہوا۔

۱۷۴۴ مگر گو بہ حیثیت مجموعی اطالیہ میں اس سال کی جنگ میں دونوں فریق برابر رہے مگر فلاندرس اور رائن کے نواح میں فرانس کا پلہ بھاری تھا۔ مئی میں ایک زبردست اور کثیر التعداد فوج مارس ڈی سیکس کے زیر کمان حلیفوں کے مقابلے پر روانہ ہوئی۔ لوئی پانزدہم اس فوج کا برائے نام سپہ سالار تھا اور اب تک ڈچیس ڈی شارتورو کے زیر اثر تھا۔ ویڈ، آریم برگ اور لوئی رئیس نیسا علی الترتیب انگریزی، آسٹروی اور ڈچ فوجوں کے سپہ سالار تھے مگر ان میں اتفاق نہ تھا اور نااہل بھی تھے۔ اس کے علاوہ بہت سی انگریزی رجمنٹیں انگلستان کی حفاظت کے لئے واپس بلائی گئیں اور اہل ہالینڈ میں بالکل استقلال نہ تھا۔ فرانسیسی فوج نے اس سے نفع اٹھایا اور کورت رائی، اپیر، مینن فورنے اور متعدد مستحکم مقامات پر آسانی سے اس کا قبضہ ہوگیا قریب تھا کہ تمام ملک فتح ہو جائے مگر اس اثناء میں آسٹریا نے الساس پر حملہ کر دیا جس کی فریڈرک اعظم نے پیشین گوئی کی تھی۔ اس حملے کی وجہ سے فرانس کی فوج کا بیشتر حصہ لوئی پانزدہم کے زیر کمان واپس ہوگیا۔ نیدرلینڈ پر جب شاہ فرانس حملہ آور ہوا تو چارلس شہزادہ لارین نے مشہور ماہر فن حرب مارشل ٹران کے مشورہ سے ستر ہزار فوج لیکر الساس پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ باویریا کی ایک فوج کو جو سکندروف کے زیر کمان تھی چکمہ دیکر اور پھر اسی طرح کوانی کی فرانسیسی فوج کی نظر بچا کر آسٹروی فوج نہایت تیزی اور ہوشیاری سے کوچ کرتی ہوئی۔ رائن پر پہونچ گئی اور ۳۰ جون کو اسے عبور کر کے الساس کو تاخت و تاراج کر دیا۔ لوئی بھی اس کی زد پر تھا اور اگر لوئی پانزدہم نہ پہونچ گیا ہوتا تو لارین پر بھی اس کا

قبضہ ہو جاتا۔ آسٹریوں کی اس جانبازی اور کمال فن حرب کی فریڈرک اعظم نے بھی داد دی ہے۔ لوئی سنیدرلینڈ میں مارس ڈی سیکس کے زیر کمان ۴۵۰۰۰ سپاہ چھوڑ آیا تھا۔ مگر ۴ اگست کو میٹز میں لوئی ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہو گیا اور ڈچیس دی شارتورو بھاگ کھڑی ہوئی۔ صحت یاب ہونے پر تمام ملک میں خوب جشن منائے گئے اور اسے Bienaime کا خطاب دیا گیا اور گو ڈچیس مذکور پھر باریاب ہو گئی مگر اس کی ہر دل عزیزی چند روز تک
باقی رہی۔ ڈچیس کچھ روز کے بعد یکایک مر گئی۔ مگر قبل اس کے کہ نوایل اور ۱۲۴
کوانگنی کی فرانسیسی فوجیں چارلس شہزادہ لارین کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک دوسرے سے مل جانے کی کوشش کریں آسٹریا کی فوجوں کو واپس جانا پڑا کیونکہ بوہیمیا پر فریڈرک اعظم نے حملہ کر دیا تھا۔ نوایل بھی چند روز کے لئے معزول ہو گیا کیونکہ اس نے شہزادہ مذکور پر حملہ کرنے میں سخت نااہلی ظاہر کی تھی ؎

متعدد اور وقت واحد میں ایسے جمع ہو گئے تھے جن کی وجہ سے فریڈرک اعظم نے آسٹریا پر حملہ کرنے کا قصد کیا ۱۷۴۳ء میں میریا تھیریسا کی مسلسل کامیابیوں سے وہ متفکر ہو چلا تھا اس کے علاوہ وورمس کے

سائی لے شیا کی دوسری جنگ کے اسباب ۱۷۴۴ء

صلح نامہ کو بھی وہ اپنے مفاد کے لئے سخت مضر خیال کرتا تھا کیونکہ گو اس کی مدد سے سابق کے متعدد عہد ناموں کی توثیق کی گئی تھی مگر اس میں صلح نامہ برلن کا مطلق ذکر نہ تھا جسکی رو سے وہ سائی لے شیا پر قابض تھا۔ ڈسمبر ۱۷۴۳ء میں آسٹریا اور سیکسنی کے درمیان وارمینا کا معاہدہ ہوا جس سے فریڈرک کے شبہات اور بھی بڑھ گئے کیونکہ اس معاہدہ کی رو سے آسٹریا کے تمام مقبوضات کی بلا کسی استثنا کے توفیق کی گئی تھی میریا تھیریسا کی روز افزوں اولوالعزمیاں اب پروشیا کے مفاد کے لئے خطرناک نظر آنے لگی تھیں اور یورپ کے فرماں رواؤں میں وہی ایک تھی جسے صلح کی خواہش نہ تھی اور وہ مزید فتوحات اور اپنے نقصانوں کی تلافی کے لئے کوشاں تھی بوہیمیا کو دوبارہ فتح کرلینے اور باویریا پر قبضہ کرلینے

سے اسے اطمینان نہ ہوا بلکہ وہ اس فکر میں تھی کہ السا س اور لارین کو بھی دوبارہ حاصل کرلے اور باویریا کو آسٹریا کے مقبوضات میں شامل کرلے۔ اسکے علاوہ اس کی یہ بھی خواہش تھی کہ گزشتہ انتخاب شہنشاہی کو کالعدم کرکے شہنشاہ کو معزول کرا دے۔ فریڈرک کو وائینا کی خبروں سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ وہ سائی لے شیا کو بھی دوبارہ فتح کرنا چاہتی تھی فریڈرک کو اندیشہ تھا کہ اس کے جدید مقبوضات اس کے ہاتھ سے نکل جائینگے اور زیادہ تر اسی اندیشے کی وجہ سے اس نے از سر نو جنگ کی تیاری شروع کردی؛ اور دستور شہنشاہی کے متعلق آسٹریا کا جو طرز عمل تھا اس سے فریڈرک کے شبہات اور بھی پختہ ہوگئے فریڈرک شہنشاہ چارلس ہفتم کا طرفدار تھا اس لئے باویریا پر آسٹریا کا قبضہ اُسے سخت ناگوار تھا۔ اور میریا تھیری سا کا حکومت شہنشاہی کو خاندان ہیپس برگ کی ملک خیال کرنا بھی اسے ناپسند تھا۔ آسٹریا کا اصل مقصد یہ تھا کہ باویریا کو اپنے مقبوضات میں شامل کرے اور خاندان وٹیلس باخ کی طرف میریا تھیری سا کا طرز عمل وہی تھا جو اس کے متعلق جوزیف ثانی نے ۱۷۷۸ء اور ۱۷۸۵ء میں اختیار کیا اور فرانسیس دوم نے ۱۷۹۳ء اور ۱۷۹۴ء میں۔ اگر جنوبی جرمنی میں ایک مستقل آسٹروی سلطنت قائم ہو جاتی تو اس سے خاندان ہیپس برگ کا اثر بہت بڑھ جاتا۔ اور خاندان ہوہین زولرن کا اثر اسی قدر گھٹ جاتا۔ مگر فریڈرک کا خیال یہ تھا کہ آسٹریا کا باویریا پر دوامًا قبضہ کرلینا حکمرانانِ جرمنی کے حقوق کا غصب کرلینا تھا اور دستور شہنشاہی کی خلاف ورزی تھی۔ اس کے علاوہ آسٹریا کے اس فعل سے خود اس کی حکومت (پرشیا) معرض خطر میں پڑگئی تھی۔ ۱۷۴۴ء کے آغاز ہی سے فریڈرک کو آسٹریا سے برسر جنگ ہونے کا خیال ہوگیا تھا اور اُسے یہ بھی امید تھی کہ اگر جنگ چھڑ گئی تو ممکن ہے کہ پرشیا کے مقبوضات میں اضافہ ہو۔ اس زمانہ میں شاوگ بی جو اٹھارھویں صدی کے قابل ترین اور نہایت تجربہ کار سفیروں میں تھا میونخ میں فرانس کا سفیر تھا۔ ۲۲ مئی کو فریڈرک نے اس کی معاونت سے "فرانک فورٹ کا اتحاد"، قایم کیا جس میں شہنشاہ چارلس ہفتم

فرانک فورٹ کا اتحاد
مئی ۱۷۴۴ء

چارلس فلپ رئیس سلزباخ، الیکٹر پالاٹائن اور رئیس ہیس کیاسیل شریک ہوئے۔ فرانس بھی اس اتحاد میں ایک خفیہ دفعہ کی رو سے شریک ہو گیا بظاہر اتحاد نذکور کے قیام کی غایت یہ تھی کہ جرمنی میں امن و امان قایم کیا جائے، باویریا کو آسٹریا کے پنجے سے آزاد کرایا جائے اور شہنشاہ تسلیم کیا جائے گو اس اتحاد کو جرمنی کے اکثر حکمرانوں نے تسلیم نہیں کیا اور گو اس کی شرائط میں فریڈرک کی حقیقی اغراض کا ذکر نہ تھا مگر اس سے جرمنی کے معاملات کے متعلق فریڈرک نے آیندہ جو طرز عمل اختیار کیا اتحاد نذکور سے صاف ظاہر ہے اس کی وجہ سے گویا وہ حکمرانوں کے حقوق اور دستور جمہوری کا محافظ ہو گیا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو اس سے ہمدردی ہو گئی ۱۷۴۱ء کے اوائل میں اس نے کاونٹ روتھین برگ کو ایک خفیہ سفارت پر فرانس کے دربار میں بھیجا تھا۔ اس سفارت کا مقصد یہ تھا کہ فرانس کو پرشیا سے ایک معاہدہ کرنے پر آمادہ کرے جس کی رو سے چارلس ہفتم کو آسٹریا کے پنجے سے چھڑانے اور دوبارہ تخت پر متمکن کرنے کے صلے میں سائی لے شیا کا باقی ماندہ حصہ دلایا جائے جو اب تک آسٹریا کے قبضہ میں تھا اور اس کے علاوہ بوہے میا کا ایک حصہ۔ روتھین برگ نے ڈحیس شاتو رو تین سین اور رشی لیو کی تائید حاصل کی اور جون میں اس کی کوشش سے آمے لو معزول ہو گیا

۱۷۴۲ جو اس تجویز کا مخالف تھا۔ آمے لو کے زوال کے بعد جو شو وے لین کی برطرفی (۱۷۳۳ء) کے بعد سے وزیر خارجہ تھا مارکوس دارژان سون کے تقرر (۱۷۴۱ء) تک خارجی معاملات کا انتظام ایک بے ضابطہ کمیٹی کے سپرد تھا جس میں کاونٹ شاوگ نی، مارشل نوایل اور ڈو تیل (ہز منشی) شریک تھے انگلستان اور آسٹریا کے خلاف فرانس کی طرف سے مارچ اور اپریل میں جنگ کا اعلان کیا جانا فریڈرک کی خواہش کے مطابق تھا اور اس کے بعد ہی پرشیا، فرانس اور شہنشاہ کے درمیان ان اضلاع کی تقسیم کے متعلق ایک معاہدہ ہوا جو آسٹریا سے فتح کئے جائیں۔ اس معاہدے کی رو سے فرانس کو نیدرلینڈ میں متعدد مستحکم مقامات ملنے والے تھے، چارلس ہفتم کو بالائی آسٹریا اور تمام ملک

بوہیمیا بہ استثنائے اضلاع کونگ گرائٹز، لیٹ مرٹز، پارڈوبٹز و بنزلاٹو جو سائی نے شیا کے اس حصے کے ساتھ جو برلن کے معاہدے کی رو سے پرشیا کو نہیں ملے تھے فریڈرک کے سپرد کئے گئے فرانس سے جو نامہ و پیام ہو رہے تھے ان کی تکمیل ایک فوجی معاہدے سے ہوئی

معاہدہ ابین پرشیا فرانس و شہنشاہ ۵ رجون ۱۷۴۱ء

جو پیرس میں ۵ رجون کو مرتب ہوا۔ شاہ فرانس نے وعدہ کیا کہ وہ نیدرلینڈ اور ہینوور پر حملہ کریگا اور اگر چارلس شہزادہ لارین فریڈرک کا مقابلہ کرنے کے لئے آسٹریا کو واپس کرے تو وہ اس کا تعاقب کریگا۔ فریڈرک نے یہ وعدہ کیا کہ روس اور سویڈن سے معاہدوں کے ہو جانے کے بعد وہ ایک غدار فوج کو لیکر بوہیمیا پر حملہ آور ہوگا۔ ۲۴ رجولائی کو شہنشاہ سے ایک خفیہ معاہدہ ہوا جس کی رو سے چارلس ہفتم نے وعدہ کیا کہ جیسے ہی بوہیمیا فتح ہو کر اسکے قبضہ میں آجائے وہ بوہیمیا کے چاروں اضلاع مذکورہ بالا فریڈرک کے سپرد کردیگا۔ اب فریڈرک کے تمام مجوزہ انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ فرانک فورٹ کے اتحاد کے قیام سے نہ تو جرمنی میں شہنشاہ کے ساتھ کسی کو ہمدردی ہوئی اور نہ اس میں متعدد رئیس شریک ہوئے اور چند روز کے بعد اس کا زور ٹوٹ گیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فریڈرک نے فرانس کی معاونت حاصل کرنے میں نہایت دور اندیشی کی جہاں رائے عامہ بالکل آسٹریا کے خلاف تھی۔

فرانس سے اتحاد پیدا کرنے کے علاوہ شاہ پرشیا نے دوسرے طریقوں سے بھی اپنی قوت کو مستحکم کرنے کی تدبیریں کیں۔ ۲۵ رمئی کو چارلس ایڈورڈ حکمران مشرقی فریس لینڈ نے انتقال کیا۔ فریڈرک نے فوراً اس صوبے پر ان

177 دعاوی کی بنا پر فوراً قبضہ کرلیا جنھیں ۱۶۸۶ء میں شہنشاہ نے تسلیم کرلیا تھا اور صوبۂ مذکور پر ہالینڈ اور ہینوور کے دعاوی کا مطلق لحاظ نہ کیا۔ مشرقی فریس لینڈ کا صدر مقام ایمڈین تھا، اس پر قبضہ کرلیا گیا اور صوبہ کا انتظام از سر نو پرشیا کے نمونہ پر کیا گیا۔ مگر فریڈرک کو زیادہ تر اندیشہ روس کی طرف سے تھا اور اس کی حملہ آوری سے بچنے کی وہ تدبیر کر رہا تھا۔ جنگ ہفت سالہ میں روس نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا اس سے فریڈرک کا شبہ اور بھی قوی

ہوگیا تھا اور روس ہی کے خوف سے اس نے اپنی فوج کو بہت بڑھا دیا تھا اور صلح نامہ برلین لانے کے بعد اس نے اپنے جنگی خزانے کو بھی معمور کر دیا تھا ۱۷۴۲ء میں اگر روس نے پرشیا پر حملہ کر دیا ہوتا تو فریڈرک کی تمام تجویزیں خاک میں مل گئی ہوتیں مگر سویڈن کی جنگ نے روس کو حملہ کرنے سے باز رکھا۔ فریڈرک کو اب یہی فکر تھی کہ روس کو حملہ آور ہونے سے کس طرح باز رکھے۔ روس کا وزیر اعظم بیس ٹوزیو ایک زبردست جماعت کا سرغنہ تھا جو روس میں پرشیا کی مخالف تھی، اور بہت انتظار کے بعد سال کے آخر میں

روس کے ڈیوک اعظم پیٹر اور ان ہالٹ زربسٹ کی شادی۔

یعنی ۱۲ نومبر ۱۷۴۳ء کو روس نے صلح نامہ برلن کو تسلیم کر لیا۔ فریڈرک کے سفارتی کارپردازوں نے روس کی مخالفت کو دور کیا اور انھیں کی کوششوں سے روس کے ولی عہد ڈیوک اعظم پیٹر رئیس ہالس ٹین گوٹورپ کی نسبت ان ہالٹ زربسٹ کی شہزادی صوفیہ سے قرار پائی جس نے کلیسۂ یونان میں داخل ہو کر کیتھرین کا نام اختیار کیا اور جس کا شمار روس کے مشہور حکمرانوں میں ہے یہ نسبت فروری ۱۷۴۴ء میں قرار پائی اور پرشیا کے مخالف بیس ٹوزیو کا اثر چند روز کے لئے زائل ہوگیا جس سے فریڈرک کو امید ہوگئی کہ آسٹریا کی جنگ میں اب روس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

سویڈن سے بھی فریڈرک گہرے تعلقات پیدا کرنا چاہتا تھا کیونکہ بوقت ضرورت اس دوستی سے روس پر ایک قسم کی روک ہوسکتی تھی۔ سویڈن کے

پرشیا کی شہزادی الرکا کی شادی سویڈن کے ولی عہد سے۔

دربار سے سیاسی اور قرابتی تعلقات کے متعلق نامہ و پیام شروع ہوگئے جس میں کامیابی ہوئی۔ جون ۱۷۴۴ء میں فریڈرک کی ہمشیر الرکا کی شادی سویڈن کے ولی عہد سے ہوگئی اور سویڈن اور پرشیا میں دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے

جن کی اہمیت اب فریڈرک کے لئے بہت زیادہ ہوگئی تھی کیونکہ ۱۷۴۴ء ۱۷۸
کے موسم گرما میں اسے معلوم ہوا کہ روسی اتحاد کی اب کوئی امید نہیں ہوسکتی۔ فرانس کا سفیر شتاردی جو حال ہی میں روس میں واپس آیا تھا اسے حکم دیا گیا تھا

کہ روس سے جون میں چلا جائے اور بیس ٹوزیو کا اثر دوبارہ قائم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے فرانس اب ۵ ر جون کے معاہدے کی شرائط کو ایفا نہ کر سکتا تھا اس لئے از روے شرائط معاہدہ شاہ پرشیا کو یہ حق حاصل تھا کہ جو فرائض اس نے اپنے ذمہ لئے تھے ان کے انجام دینے سے انکار کر دے۔

فریڈرک کے مقاصد کا خلاصہ جن کی وجہ سے اس نے سائی لے شیا کی دوسری جنگ کو چھیڑ دیا۔

مگر فریڈرک کو خوب معلوم تھا کہ میریا تھیریسا کبھی مخالفت سے باز نہ آئیگی اور یہ کہ اس کا قصد مصمم ہے کہ سائی لے شیا کو دوبارہ فتح کرے۔ جارج دوم کو ہیلنو ور کا الیکٹر ہونے کی وجہ سے در پردہ اس سے حسد تھا' اس کا بھی اسے علم تھا اور اسے یقین کامل تھا کہ باویریا کو آسٹریا کے پنجۂ ستم سے نجات دلانا اور باویریا کے الیکٹر کو جرمنی کی فرماں رواؤں کی جماعت میں دوبارہ جگہ دلانا پرشیا اور جرمنی کے لئے نہایت ہی اہم تھا انھیں وجوہ کے سبب سے باوجود روس کی مخالفت کے امکان کے اور گو فرانس اپنے وعدوں کو ایفا نہ کر سکتا تھا گر فریڈرک نے ۵ ر جون کے عہد نامے کو عمل میں لانے کا قصد کر لیا اور بوہے میا پر حملہ آوری کی تیاری شروع کر دی تاکہ فرانس سے چارلس شہزادہ لارین اور اس کی غدار فوج کو مراجعت کرنی پڑے۔ اس جنگ سے فریڈرک کا مقصد یہ تھا کہ شہنشاہی کے متعلق میریا تھیریسا کی اولوالعزمیوں اور انقلابی طرز عمل کو روکے اور سائی لے شیا کے باقی ماندہ حصہ پر قبضہ کرنے کے علاوہ بوہے میا کے ایک جزو پر بھی قابض ہو جائے۔

فریڈرک نے معرکہ آرائیوں کے لئے جو تجویز پیش کی تھی بالکل عام فہم تھی یعنی فرانس کی ایک فوج نیدرلینڈ میں جنگ شروع کرے' اور جیسے ہی بوہے میا پر فریڈرک کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے چارلس لارین السااس سے مراجعت کرے ایک دوسری فرانسیسی فوج اس آسٹروی فوج کا تعاقب کرے۔ ۷ ر اگست کو پرشیا کے سفیر ڈوہنا نے آسٹریا کے وزیر اعظم کو مطلع کیا کہ فریڈرک شہنشاہ اور دستور شہنشاہی کی تائید کرنے کا قصد رکھتا ہے

اور ۱۵ر اگست کو پرشیا کی فوج نے پریگ کی طرف کوچ شروع کر دیا اور ڈریس ڈین کو چھوڑ کر تاکہ سیکسنی سے علانیہ مخالفت نہو چار حصوں (Columns) میں سیکسنی میں سے ہوتی ہوئی بوہے میا میں داخل ہوئی اور باوجود متعدد دقتوں کے پریگ کا محاصرہ کر کے اس پر ۱۶ر ستمبر کو قبضہ کر لیا اس کے بعد بیل آئل کے مشورہ سے جو پرشیا کی فوج میں موجود تھا اور جس نے اپنا رسوخ پھر کچھ پیدا کر لیا تھا فریڈرک نے اپنی ذاتی رائے کے خلاف جنوب کی طرف پیش قدمی کر کے تمام بوہے میا کو فتح کرنے اور خود وائنا پر حملہ کرنے کی دھمکی دینے کا قصد کیا۔ مگر یہ تدبیر سخت نقصان رساں ثابت ہوئی کیونکہ باتھیانی کی بے قاعدہ فوج نے پرشیا کے ذرائع رسل و رسائل کو منقطع کر دیا۔ سیکسنی کے حکمراں آگسٹس نے عہد نامہ وائنا (دسمبر ۱۷۴۳ء) کے مطابق بیس ہزار کی فوج میریاتھریسا کی مدد کے لئے روانہ کی۔ اس کے علاوہ آسٹریا کی وہ فوج جو السـاس میں چارلس لارین اور ٹران کے زیر کمان تھی وہ بھی واپس آگئی اور ۲ر اکٹوبر کو باتھیانی کی فوج سے میروٹیلٹز میں ملگئی جس کی وجہ سے پرشیا کی فوج سخت خطرے میں پڑگئی۔ آسٹریوں نے باوجود لوائیل اور کواگ نی کی فوجوں کی موجودگی کے ۲۳ر اگست کو رائن کو دوبارہ عبور کر لیا تھا اور ۱۰ر ستمبر کو ڈونا ورتھ میں پہونچ گئے۔ فرانسیسیوں نے فریڈرک سے جو عہد و پیمان کئے تھے اس کے مطابق انھوں نے آسٹروی فوج کا تعاقب کر کے اس کو پریشان نہ کیا۔ نوائیل نے صرف باویریا میں سیگور کے تحت میں امدادی فوج روانہ کرنے اور فرائی بورگ کا محاصرہ کرنے پر اکتفا کیا اور سکندروف نے سیگور اور ہیس اور پلاٹینیٹ کی فوجوں کی امداد سے باویریا کو دوبارہ فتح کرنا شروع کر دیا اور ان پر چارلس ہفتم کا قبضہ کرا دیا۔ غریب فریڈرک کی کسی نے پروا نہ کی۔ ٹران نے اپنی فوج کو شاہ پرشیا اور پریگ کے درمیان میں ڈال کر فن حرب کی اس چال میں فریڈرک کو مات دیدی اور اپنی قابل تعریف چالوں سے فریڈرک کو پریگ سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔ اس مایوسی اور بدنامی کے بعد فریڈرک نے بوہے میا کا بھی تخلیہ کر دیا اور سائی لے شیا کی طرف مراجعت کی۔ وہاں بھی

فریڈرک کے برلن واپس ہو جانے کے بعد آسٹروی ۱۷۴۴-۱۷۴۵ء کے موسم سرما میں پہونچ گئے مگر جنوری میں لیوپولڈ آف ڈیسا نے ان کو وہاں سے بھگا دیا۔ ۱۷۴۴ء کے اواخر میں فریڈرک خاندان ہیپس برگ کے پورے بوجھ سے دبا جا رہا تھا اور اسے اب معلوم ہو گیا کہ اس کے فرانسیسی حلیف مطلق قابل اعتبار نہیں مگر اس نے بھی ان کے ساتھ ۱۷۴۲ء میں غداری کی تھی اور اب انھوں نے بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کیا۔

اس معرکہ آرائی سے صرف فریڈرک ہی کو نقصان نہیں پہونچا تھا کیونکہ گو آسٹریوں کا بوہےمیا پر دوبارہ قبضہ ہو گیا تھا مگر باویریا ان کے قبضہ سے نکل گیا تھا اور صرف ان گولڈس ٹاٹ شارڈنگ اور برونا د پر اسکا قبضہ رہگیا تھا۔ شہنشاہ بھی ۲۳ر اکتوبر کو میونخ میں داخل ہو گیا۔ اس کے علاوہ فرانسیسیوں نے فرائی اورگ پر قبضہ کر لیا تھا نیدرلینڈ کے جن مقامات کو مارشل سیکسن نے فتح کر لیا تھا اُن پر اس کا قبضہ برقرار تھا اور ۱۸ر نومبر کو مارکوس دارژان سون وزیر خارجیہ ہو گیا تاہم ۱۷۴۵ء کے آغاز میں بمقابلہ پرشیا آسٹریا کی حالت بہتر نظر آتی تھی اور شاہ پرشیا جنگ سے عاجز آ گیا تھا اور ایسی شرائط قبول کرنے پر آمادہ تھا جن کی رو سے سائلیشیا اس کے قبضہ میں رہ جائے شہنشاہ چارلس ہفتم کے موید بیل آئل کو انگریزوں نے گرفتار کر کے قید کر دیا تھا اور اس کے دو مہینے بعد ۲۰ر جنوری ۱۷۴۵ء کو ۴۸ سال کی عمر میں افکار اور مایوسیوں اور امراض کا شکار ہو کر شہنشاہ مذکور نے انتقال کیا اس کے انتقال سے فرانس کی حکمت عملی کو سخت صدمہ پہونچا اور فرانکفورٹ کے اتحاد کا خاتمہ ہو گیا۔ فریڈرک اعظم اب شہنشاہ کے حقوق کا حامی ہونیکا دعوے نہ کر سکتا تھا اور آسٹریا کی مخالفت کا اب اسے تنہا مقابلہ کرنا تھا۔ پرشیا کی طرح فرانس کو بھی جرمنی کے معاملات میں دخل دینے کا کوئی حیلۂ شرعی باقی نہ رہا کیونکہ اب تک اسے چارلس ہفتم کا موید ہونے کا دعوے تھا اس لئے عزت آبرو کے ساتھ صلح ہو جانے کی کوئی اور صورت سوائے اسکے باقی نہ تھی کہ جنگ پر پورا زور دیا جائے فرانس میں رائے عامہ وسطی یورپ کے

معاملات میں دخل دینے کے خلاف ہو رہی تھی کیونکہ تجربہ سے ثابت ہو چکا تھا کہ جرمنی کے معاملات میں دخل دینا حماقت ہے۔ انگلستان میں کارٹرے ریٹ کے زوال کے بعد جو اٹھارھویں صدی کے زبردست وزرائے خارجیہ میں سے تھا وھگ جماعت پھر متحد ہو گئی اور اس نے معزول شدہ وزیر کی حکمت عملی کو وسعت دیکر اختیار کر لیا اور گو ہینوور کی سپاہ برخاست کر دی گئی مگر جرمنی کی ریاستوں کو رقمی امداد دینے کے طریقے کو ترقی دیگئی۔ بالمختصر انگلستان اور فرانس کی حکومتیں اپنے سیاسی معاہدوں سے عہدہ برانہ ہو سکتی تھیں اور جنگ اسی نہج پر جاری رہی مارکوس دارژان سون نومبر ۱۷۴۴ء میں فرانس کا وزیر خارجیہ ہوا۔ خارجی معاملات کی مطلق بڑی بڑی تجویزیں اس کے پیش نظر تھیں اور اسے امید تھی کہ ایک زمانہ آئیگا جب کہ یورپ میں فرانس کا بول بالا ہو گا۔ اس نے آگسٹس سوم شاہ پولینڈ کو تخت شہنشاہی کا دعویدار بنا کر کھڑا کر دیا اور باویریا میں فرانسیسی اثر کو برقرار رکھنے کی فکر کی۔ مگر میونخ کے فرانسیسی سفیر شاوگ نی کی کوششیں رائیگاں گئیں کیونکہ دارژان سون نے باویریا کے مفلوک الحال الیکٹر کو روپیہ دینے سے انکار کر دیا اور میریا تھیریسا نے نہایت دانشمندی اور سرگرمی دکھائی۔ اپنے حسن تدبیر سے کام لیکر اور اپنے موجودہ تفوق کا صحیح اندازہ کر کے اس نے قصد کر لیا تھا کہ اپنے شوہر کو شہنشاہ منتخب کرادے اور سائی لے شیا پر دوبارہ قبضہ کر لے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ سب سے پہلے باویریا کے نوجوان الیکٹر کو مصالحت پر مجبور کرے۔ یہ نوجوان ابھی صرف ۱۸ سال کا تھا اس کی ماں خاندان ہیپس برگ کی ایک شہزادی تھی اور سکندروف کے ساتھ وہ بھی آسٹریا سے مصالحت کی خواہشمند تھی آسٹروی سفیر کو لوریڈونے کی شرائط کو قبول کرنے سے نوجوان الیکٹر نے تامل کیا کیونکہ ان کی غایت یہ تھی کہ حالت سابقہ کو بحال رکھا جائے مگر میریا تھیریسا نے باتھیانی کے زیرکمان اپنی فوجیں باویریا میں بھیجدیں ۲۴ مارچ کو اس سپاہ نے دریائے ان کو عبور کیا اور فرانسیسی امدادی فوج کو باویریا سے نکال کر میونخ کے قریب پہونچ گئے۔ الیکٹر آگس برگ کو بھاگ گیا

اور جب اسے معلوم ہوا کہ فرانسیسیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اس کا ملک آسٹریوں کے قبضہ میں آگیا ہے اور آریم برگ جنوب کی طرف پیش قدمی کرنے والا ہے تو اس نے مجبوراً سر تسلیم خم کیا۔

۲۲ر اپریل کو نوجوان الیکٹر اور میریا تھیری سا کے درمیان فیوسین کا معاہدہ ہوا جس کی رو سے وہ خاندان ہیپس برگ کا متوسل ہو گیا اور آیندہ انتخاب شہنشاہی میں باویریا کا ووٹ اس نے فرانسس اسٹیفن کو دینے کا وعدہ کر لیا میکسی می لین (الیکٹر باویریا) نے آسٹریا کے انتظام جانشینی کو تسلیم کر لیا مگر اسے آسٹریا کے ساتھ پرشیا اور فرانس کا مقابلہ کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا گو ایک خفیہ دفعہ کی رو سے اس نے دول بحری کو بارہ ہزار سپاہ سے اس شرط پر مدد دینے کا وعدہ کیا کہ اسکو اسی قدر رقم دی جائے جو اسے فرانس سے اس کے باپ کو ملتی تھی باویریا کے مغلوب ہو جانے اور عہد نامہ فیوسین کے نتائج فوراً ظاہر ہو گئے فرانس کی مداخلت سے جرمنی کا جذبۂ قومی ہمیشہ برانگیختہ ہو جایا کرتا تھا اس لئے سیگور اور اس کی فوج کے اخراج کا باویریا میں جشن منایا گیا اور جرمنی کی تمام چھوٹی ریاستوں کو آسٹریا سے پھر ہمدردی ہو گئی۔ ہیگ (ہالینڈ) میں بھی جنگ کو جاری رکھنے کی خواہش بڑھ گئی اور سیکسنی کا الیکٹر میریا تھیری سا کے سفیر کے سمجھانے سے پوری طور پر شاہ پرشیا کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور اس نے بعجلت وارسا کے معاہدہ پر دستخط کر کے فرانسس اسٹیفن کے انتخاب کی تائید کرنے اور آیندہ معرکہ آرائی میں آسٹریا کی امداد کے لئے فوج بھیجنے کا وعدہ کر لیا۔ خدمات مذکورۂ بالا کے صلہ میں اس سے وعدہ کیا گیا کہ آسٹریا کی طرف سے اسے شوی بوس دیا جائیگا اور پرشیا سے جو اضلاع ملینگے اس میں بھی اسے حصہ ملیگا۔

۱۸ر مئی کو وارسا کا معاہدہ مرتب ہوا جس کے متعلق گفت و شنید جنوری میں ہو چکی تھی۔ اس کی رو سے آسٹریا اور سیکسنی مستقل طور پر متحد ہو گئے۔ دونوں حکومتوں نے پرشیا کے حصے بخرے کر دینے کا تہیہ کر لیا اور یہ بھی قصد کر لیا کہ اسکی حدود آیندہ وہی رہیں جو

فریڈرک اعظم یکہ و تنہا رہجاتا ہے۔

برانڈین برگ کی قدیم ریاست (Margraviate) کی تھیں میریا تھیری سا
نے اس طور پر باویریا اور سیکسنی کے ووٹ حاصل کر لئے اور فریڈرک کو بالکل
بے یار و مددگار کر دیا۔ انتخاب کے بالکل قریب تک جو ستمبر میں ہونے والا تھا
وارثران سول آگسٹس کو شہنشاہی کی امیدواری کے لئے کھڑا کرنے کی بے سود
کوشش کرتا رہا مگر فریڈرک کو معلوم ہو گیا تھا کہ آگسٹس کو اپنا طرفدار بنانا بالکل
ناممکن تھا کیونکہ وہ آسٹریا کا متوسل ہو گیا اور اس کے وزیر کولن اور رینز کے
الیکٹروں کی طرح انگلستان سے تنخواہیں پا رہے تھے۔ فریڈرک کو جب معلوم
ہوا کہ فرانس جنگ کو جاری رکھنا چاہتا ہے تو اسے سخت تعجب ہوا کیونکہ اسے
امید تھی کہ انگلستان عام مصالحت کے لئے کوشش کریگا۔ روس سے بھی کسی
امداد یا دوستانہ وساطت کی امید نہ ہو سکتی تھی کیونکہ وہاں کی ملکہ نے اپریل ہی
میں اعلان کر دیا تھا کہ وہ برلن کے معاہدے کی توثیق نہیں کر سکتی۔ انگلستان
نے آسٹریا کو صلح پر آمادہ کرنا چاہا تھا مگر اس میں مطلق ناکامی ہوئی۔ فریڈرک
کے لئے سوائے اپنی سلطنت کے ذرائع اور اپنے سپاہیوں کی بہادری کے
کوئی سہارا نہ تھا اور سائی لے شیا کی طرف سے اسے سخت بے اطمینانی تھی۔

آسٹریا کی حملہ آوری کے قبل فرانس کو فون تے نائی کی جنگ (۱۱ ارمئی)
میں فتح ہوئی جس کی وجہ سے فرانسیسی سپاہ کی فوجی شہرت ایک حد تک
بحال ہو گئی۔ ایک فوج مالے بوا کے زیر کمان اطالیہ بھیجی گئی دوسری فوج
کونتی کے زیر کمان الساس کی حفاظت کے لئے متعین کی گئی
اور تیسری مارس وہی سیکس کے زیر کمان جس کے ہمراہ
لوئی پانزدہم بھی تھا نیدرلینڈ کی طرف روانہ ہوئی۔ فلینڈرس
میں زیادہ زور لگانے میں لوئی پانزدہم اور اس کے وزرا رائے عامہ
پر عمل کر رہے تھے۔ شہنشاہی میں دخل دینے اور جرمنی کے مناقشات سے
نفع نہ اٹھانے میں فرانس کا طرز عمل اگر نیک نیتی پر مبنی نہ تھا تو کم از کم قابل فہم
ضرور ہے۔ فریڈرک اعظم نے طنزاً کہا تھا کہ تورنے پر قبضہ ہو جانے سے
اسے اسی قدر نفع ہو گا جتنا طہماث قلی خان کو بابل کے محاصرہ سے مگر سیکس نے

جنگ فون تے نائی ۱۱ ارمئی ۱۷۴۵ء۔

۳۰ر اپریل کو تورنے کا محاصرہ شروع کر دیا۔ حلیفوں کی فوجیں کمبرلینڈ کے زیر کمان تھیں جس کی ماتحتی میں آسٹروی جنرل کونگزایگ تھا اور ڈچ فوج والڈیک کے شہزادہ کے تحت میں تھی۔ کمبرلینڈ اور کونگزایگ نے تورنے کا محاصرہ اٹھانے کی ایک زبردست کوشش کی اور ۱۱ر مئی کو فون تے نائی کی جنگ ہوئی جس میں ڈچ فوج کی سہل انگاری سے باوجود انگریزوں اور ہینووریوں کی جاں بازی کے مارشل سکس کو ایک حد تک فتح ہوئی۔ اس کے چند روز بعد کمبرلینڈ کو جیکوبائٹ فریق کی بغاوت کے سبب سے انگلستان کو واپس جانا پڑا اور انگریزی سپاہ کے واپس ہو جانے سے فرانسیسیوں نے لووین داہل کی سرکردگی میں تورنے ژان، بروژے، اودے نارد وان درموند، ادستان ینوپور اور آتھ[۱] پر قبضہ کر لیا۔

فریڈرک نیدرلینڈ کی معرکہ آرائیوں کو پسند نہ کرتا تھا کیونکہ اُن سے بوہے میا میں اسے کوئی مدد نہ ملسکتی تھی اور اس کی برابر یہی رائے تھی کہ جرمنی میں فتوحات حاصل کی جائیں لیکن فون تے نائے کی فتح سے اسے امید ہو چلی تھی کہ انگریز اب صلح کرنے پر آمادہ ہو جائینگے۔ مگر اس جنگ کے بعد ہی آسٹریا اور سیکسنی کی ایک متحد فوج جس میں ۷۵۰۰۰ سپاہی تھے شہزادہ چارلس کے زیر کمان سائلے شیا میں داخل ہوئی۔ فریڈرک نے ستر ہزار سپاہ لیکر شہزادہ مذکور کو ۵ر جون کو ہوہین فریڈبرگ میں شکست دی

معاہدہ ہینوور ۲۶ر اگست

اور بوہے میا میں دشمن کا تعاقب کر کے تین مہینے تک

فرانسس اسٹیفن کا شہنشاہ منتخب ہونا۔ ۱۳ر ستمبر ۱۷۴۵ء

وہاں اس امید میں مقیم رہا کہ فرانس سیکسنی کے خلاف جنگ کا اعلان کریگا اور رکونتی کو جرمنی کی طرف بھیجیگا۔ فریڈرک اب تک صلح کا خواہاں تھا کیونکہ اس کے ذرائع آمدنی سب ختم ہو چکے تھے

---

(۱) جرمنی میں جنگ مابعد کے لئے دیکھو۔ Duc de Broglie, Marie Therese, Imperatrice 2 Vols.

فرانس سے بھی اسے کوئی رقمی امداد نہیں مل رہی تھی اور جنگ فون تے نائے کے بعد جب کونتی اور اس کی فوج رائن کے پار چلی گئی تو جرمنی میں ایک فرانسیسی سپاہی بھی باقی نہ رہا جس کی وجہ سے سکسنی کو فرانس کی مداخلت کا کوئی خوف باقی نہ رہا۔ برخلاف اس کے فرانک فورٹ جہاں شہنشاہ کا انتخاب ہونے والا تھا میریا تھیریسا کی فوجوں سے گھرا ہوا تھا اور آسٹریا کی حکومت کو انگلستان سے کافی رقمی امداد مل رہی تھی۔

مگر ان ہمت شکن مشکلات سے فریڈرک کو جارج دوم نے ایک حد تک نجات دلائی۔ انگلستان اس وقت جیکو بائٹ فریق کی بغاوت کو فرو کرنے میں تمام وکمال مصروف تھا اور جرمنی میں جو انگریزی فوج تھی وہ چارلس ایڈورڈ کے مقابلہ کیلئے واپس بلائی گئی تھی جو ۲۴ اگست کو انگلستان میں داخل ہوا۔ جارج دوم کو اندیشہ تھا کہ شاہ پرشیا ہینوور پر حملہ کر بیٹھے گا اس لئے اس نے ۲۶ اگست کو ہینوور کے معاہدہ پر دستخط کر کے اپنے اور اپنے حلیفوں کی طرف سے سائی لے شیا پر فریڈرک کے قبضہ کو برقرار رکھنے کی ضمانت کی اور برلن کے معاہدے کی توثیق کر دی۔ مگر شاہ انگلستان کی مصالحت پسندی سے اس کے حلیفوں نے اتفاق نہیں کیا۔ ایک ماہ قبل وائنا کے انگریزی سفیر راین سن نے انگلستان کی طرف سے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کر دی تھی مگر اہل فیلڈ نے مطلق شنوائی نہ کی اور ۱۳ ستمبر کو ڈیوک اعظم فرانسس اسٹیفن فرانسس اول کے لقب سے شہنشاہ منتخب ہوگیا۔

میریا تھیریسا کے اہم مقاصد میں سے ایک اب حاصل ہوگیا اور صرف سائی لے شیا کو دوبارہ فتح کرنا باقی تھا۔ ہینوور کے معاہدے سے وہ اپنے غدار حلیف انگلستان سے ناراض ہوگئی اور اس کے اتحاد سے علحدہ ہوجانا ضروری خیال کیا اسی اثناء میں برو ہل نے مارکوس دی دول گر سے نان کو یہ سمجھایا کہ آسٹریا اور فرانس کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہوجانے چاہئیں شاوگ نی نے بھی ۱۳ ستمبر کو میونخ سے لکھا کہ وہاں آسٹروی سفیر نے سیکسنی کے سفیر سے کہا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ وائنا اور ورسالز کے

سائی لے شیا کی دوسری جنگ کا خاتمہ اور ڈریسڈن کا معاہدہ ۲۵ دسمبر ۱۷۴۵ء

دربار ایک دوسرے کی طرف رجوع ہوں۔ مگر لوئی پانزدہم اور دارژان سون کی مخالفت کی وجہ سے آسٹریا کی یہ پیش قدمی بے سود اور فرانس اور پرشیا کا اتحاد برقرار رہا ۳۰ ستمبر کو گونگ گراٹز سے واپس ہوتے ہوئے فریڈرک نے آسٹریوں کو پھر سوہر میں ہزیمت دی اور سائی لے شیا کی طرف مراجعت کو جاری رکھا۔ مگر آسٹریوں نے باوجود موسم سرما کی قربت کے اہل سیکسنی کی شرکت سے بران ڈین برگ پر حملہ کرنے کا قصد کیا جس سے فریڈرک کو سخت تعجب ہوا۔ فریڈرک اس اثنا میں برلن کو واپس ہوگیا تھا جہاں اسے روس کے اس اعلان کا علم ہوا کہ روس اگسٹس ثالث کے ملک پر کسی حملے کو روا نہ رکھیگا۔ میریا تھریسا کی اس جسارت کا علم فریڈرک کو کاونٹ بروہل کی حماقت سے ہوگیا اور روس کے حملہ کی کچھ پروا نہ کرکے سیکسنی پر اس نے حملہ کرنے کا قصد کرلیا شہزادہ چارلس کی فوج کے مقابلہ پر وہ سیکسنی میں بمقام لوساشیا یکایک پہونچ گیا اور اس فوج کو ۲۳ نومبر کو گراس ہنیرس ڈارف کی جنگ میں ہزیمت دیکر بوہیمیا کی طرف بھگادیا۔ ۱۵ دسمبر کو ڈیسا کے شہزادہ نے لیپ سگ پر قبضہ کرکے آسٹریا اور سیکسنی کی متحد فوج کو شکست دی جو مارشل سیکس کے سوتیلے بھائی کاونٹ روٹوسکی کے زیر کمان تھی اس کے بعد تین روز بعد فریڈرک سیکسنی کے دار السلطنت میں داخل ہوا جہاں اس نے سب لوگوں کو اپنے اخلاق اور اعتدال پسندی سے خوش کردیا۔ اس نازک موقع پر ڈریسڈن کے آسٹروی سفیر ہراخ نے ودل گرے تان کے سامنے فرانسیسی اتحاد کی قطعی تجاویز پیش کیں مگر اس وقت تک نہ تو لوئی پانزدہم نہ دارژان سون فرانس کی خارجی حکمت عملی میں کسی انقلابی تغیر کو عمل میں لانے کے لئے تیار تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آسٹریا اور پرشیا کے درمیان ۲۵ دسمبر ۱۷۴۵ء کو ڈریسڈن میں معاہدہ ہوگیا جس سے سائی لے شیا کی دوسری جنگ ختم ہوگئی۔ اس معاہدے کی رو سے ہینوور کے صلح نامے کی توثیق کی گئی اور پرشیا کے ساتھ سائی لے شیا کا الحاق تسلیم کرلیا گیا۔ فریڈرک نے بھی نئے شہنشاہ کو تسلیم کرنے کا وعدہ کرلیا۔

سائی لے شیا کی دوسری جنگ پرشیا کی تاریخ میں نہایت ہی اہم ہے کیونکہ ملک مذکور ایک تباہ کن ہزیمت سے خود فریڈرک کی جسارت اور جانبازی سے بچ گیا تھا۔ اس جنگ کے اختتام کے بعد وہ پھر سائی لے شیا کا بادشاہ تسلیم کرلیا گیا اور جبر منی میں پرشیا کا اثر ہمیشہ کے لئے قائم ہوگیا۔ فرانس کو ڈریس ڈین کے معاہدہ سے سخت صدمہ ہوا کیونکہ شاہ پرشیا اب اس سے بالکل علحدہ ہوگیا تھا اور سال زیر تذکرہ کے نتائج سال ماسبق (۱۷۴۵ء) سے زیادہ مایوس کن تھے جب کہ باویریا اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور ہینوور کے معاہدے کے بعد فرانسس اول شہنشاہ منتخب ہوگیا۔ اب صرف فلانڈرس اور اطالیہ میں فرانس کو کامیابی کی کچھ امید ہوسکتی تھی مگر اطالیہ میں بھی فرانس پر ۱۷۴۶ء میں ایک سخت مصیبت نازل ہوئی میریا تھیریسا کا ڈریس ڈین کے معاہدہ کو منظور کرلینا اسی قدر غیر مترقب تھا جتنا کہ لوئی چہار دہم کا صلح نامہ رس وک کو تسلیم کرلینا مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ

دارژان سون مین کی اطالیہ میں ناکامی۔

اسی اثناء میں خبر آئی تھی کہ مائی لن پر دشمن کا قبضہ ہوگیا ہے اور قریب ہے کہ آسٹریا کے تمام اطالوی مقبوضات اس کے ہاتھ سے نکل جائیں ۱۷۴۵ء میں خاندان ہیبس برگ کو اطالیہ میں نقصان پر نقصان اٹھانے پڑے۔ فرانس نے جواب فون ین بلو کے معاہدے سے ہسپانیہ سے پورے طور پر متحد ہوگیا تھا ایک فوج اطالیہ میں سیلی بوا کے زیر کمان ہسپانی افواج کی امداد کے لئے بھیجی تھی جو ڈان فلپ کے زیر کمان تھی۔ جینوا جو فائی نیل کو سارڈی نیا سے بچانا چاہتا تھا ہسپانیہ کا حلیف بن گیا اور گیجیز نے فروری ۱۷۴۵ء میں لوب کووٹز کو مقبوضات پاپائی سے موڈنیا کی طرف مراجعت کرنے پر مجبور کیا وہاں لوب کووٹز کو معزول کردیا اور بجائے اس کے شولین برگ مقرر ہوا۔ گیجیز کو حکم دیا گیا کہ جینوا کی طرف کوچ کرکے فرانسیسی اور ہسپانی فوجوں سے جا ملے جو سیلی بوا اور ڈان فلپ کے زیر کمان تھیں ایلی زابیتھ کا قصد تھا کہ میلانیز فتح ہوجائے لیکن گو فرانسیسی بظاہر اس کی تائید پر تھے مگر مارکوس دارژان سون کو اس کے مقاصد سے ہمدردی نہ تھی۔ مگر ایلی زابیتھ کا جوش تمام مشکلوں پر غالب آیا

باسگ نالو کی جنگ ۲۷ر ستمبر ۱۷۴۵ئہ۔

اگست میں شولین برگ اور چارلس ایمانوئیل نے باسگ نالو میں اپنی فوجیں جمع کیں۔ ہسپانیوں نے جینوا کی ایک زبردست فوج کی مدد سے ٹورٹونا پارما پیاسین زا اور پاریا پرستمبر میں قبضہ کر کے مائی لن پر حملہ کرنے کی دھمکی دینے لگے۔ شولین برگ نے میلانیز کو معرض خطر میں دیکھکر چارلس ایمانوئیل کا ساتھ چھوڑ دیا جسے صرف اپنے مقبوضات کی حفاظت کی فکر تھی اور لومبارڈی کے صدر مقام کی حفاظت کیلئے بہ عجلت روانہ ہوا شاہ سارڈی نیا آسٹروی فوج کے چلے جانے سے اب تنہا رہگیا تھا اس لئے گیجیز نے اس پر حملہ کر دیا اور ۲۷ر ستمبر کو اسے باسگ نالو کی جنگ میں شکست دی۔ اس کے بعد اس نے لوم بارڈی کی تسخیر شروع کر دی جو فرانسیسی سپہ سالاروں کو ناپسند تھی کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ پیڈمنٹ فتح کیا جائے میلی بوا اور لاس کی الیس سانڈریا کی تاکہ بندی کئے ہوئے تھے اور گیجیز کاسال کو فتح کر کے مائی لن میں ۱۶ر دسمبر کو فاتحانہ داخل ہوا گو قلعہ شہر پر ابھی قبضہ نہیں ہوا تھا پرنس لخ ٹینس ٹین نے جو بجائے شولین برگ کے سپہ سالار مقرر ہوا تھا چارلس ایمانوئیل کے ساتھ پیڈمنٹ میں رہنا ضروری خیال کیا تاکہ وہ آسٹروی اتحاد پر قائم رہے اس لئے پرنس مذکور ہسپانی پیش قدمی کو روکنے سے مجبور تھا اور معرکہ آرائی خاندان ہیپس برگ کے لئے سخت مضر ہوئی میریا تھیری سا نے اب محسوس کر لیا تھا کہ اطالیہ میں آسٹروی افواج کو کمک بھیجنے کے لئے پرشیا سے صلح کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ چارلس ایمانوئیل کو یہ بجا شکایت تھی کہ اس جنگ میں اس کی ناکامی کی وجوہ یہ تھیں کہ میریا تھیری سا پرشیا کی جنگ میں بالکل منہمک تھی اطالیہ میں آسٹریا کی فوج ناکافی تھی اور آسٹریا کو صرف میلانیز کی حفاظت کا خیال تھا۔ چارلس ایمانوئیل نے یہ خیال کر کے کہ آسٹریا نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تھا وہ دارژان سون کی تجاویز کی طرف متوجہ ہوا اور یہ مناسب خیال کیا کہ خاندان ہیپس برگ کا ساتھ چھوڑ کر فرانس سے مصالحت کرے۔ اطالیہ میں خاندان بوربون کے مقاصد کے حصول اور اس کے اثر کی توسیع میں سارڈی نیا حائل تھا کیونکہ

وہ آسٹریا کا حلیف تھا اور انگریزوں سے اسے مالی امداد ملتی تھی۔ باسگ نانو کی ہزیمت اور ۱۲ر ڈسمبر کو الیس سانڈریا کے سقوط سے چارلس ایمانویل نے اپنی موجودہ حالت پر غور کرنا شروع کیا اس کے خاندان کی حکمت عملی یہ تھی کہ خاندان ہائے بوربون وہیپس برگ کے درمیان توازن قوت کو قائم رکھا جائے ۱۷۴۵ء کے موسم خزاں میں آسٹریا سے قرار واقعی امداد ملنے سے اسے مایوسی ہوگئی تھی اس لئے جب دارژان سون نے اس سے آسٹریا اور سارڈی نیا کے اتحاد کو توڑنے کی غرض سے نامہ وپیام شروع کیا تو اس پر چارلس ایمانویل نے پوری توجہ کی۔

دارژان سون کی تجویزیں اور ان کا بار آور نہ ہونا

دارژان سون نے اس کے قبل ہی نہایت غور وفکر کے ساتھ چند تجویزوں کو حوالہ قلم کیا تھا جن کی غایت یہ تھی کہ جرمنی، سوٹ زرلینڈ اور ممالک متحدہ کے نمونہ پر اطالیہ کی حکومتوں کا ایک دوامی اتحاد اور جمہوری حکومت قایم ہوجائے تاکہ غیر ملکی حکومت کا نام ونشان سرزمین اطالیہ میں باقی نہ رہے اور اطالی نژاد حکمرانوں کے درمیان ایک رشتہ جاگیری (Fendal) پیدا ہوجائے۔ اطالیہ کے احیاء کی یہ تحریک اگر کچھ اہمیت رکھتی ہے تو وہ صرف اطالیہ کی آزادی کی تاریخ میں ہے مگر اس وقت وہ بالکل ناقابل عمل تھی اور اس کے متعلق چارلس ایمانویل اور اس کے مشیروں کا یہی خیال تھا۔ کیونکہ یہ امید نہ ہوسکتی تھی کہ ڈان کارلوس نیپلز کا تخلیہ کردیگا یا ڈان فلپ پارما اور پیاسین زا کے متعلق اپنے دعاوی سے دست بردار ہوجائیگا۔ اطالیہ میں ابھی تک اتحاد قومی کا احساس پیدا نہیں ہوا تھا اور چارلس ایمانویل فرانس کا بندۂ فرمان ہونے کے بجائے شہنشاہ کی برائے نام سیادت کے باقی رہنے کو پسند کرتا تھا۔ دارژان سون نے اس کے قبل ستمبر میں تحریک پیش کی تھی کہ فرانس، ہسپانیہ اور سارڈی نیا متحد ہوکر آسٹریا کو اطالیہ سے خارج کردیں۔ یہ تحریک پسند کی گئی اور جنگ باسگ نانو اور شہر الیس سانڈریا کے سقوط کے بعد جب کہ بوربون خاندان کی فوجیں ہر طرف فتح یاب ہورہی تھیں چارلس ایمانو

نے گفت و شنید کے سلسلہ کو پھر شروع کر دیا۔ ۲۶؍ دسمبر کو سارڈی نیا کے وزیر خارجیہ گورزیگ نو نے فتح مند بوربون خاندان سے مصالحت کرنے کی ضرورت کو محسوس کر کے ٹیورن میں ایک یادداشت پر دستخط کر دئے جس میں وہ شرطیں مندرج تھیں جن پر فرانس اور سارڈی نیا کو اتفاق ہو سکتا تھا شرائط مندرجہ سارڈی نیا ڈان فلپ، وینس موڈنیا اور جینوا کے درمیان اطالیہ کے آسٹروی مقبوضات کے تقسیم کئے جانے سے متعلق تھیں۔ فرانس کا کارپرداز شام پو جو چارلس ایمانوئیل کو آسٹروی اتحاد سے علٰحدہ کرنے اور میلانیز کی اسی لالچ دلانے کی غرض سے ٹیورن بھیجا گیا تھا۔ پیرس کو اس نوشتے کے ساتھ واپس آیا۔ مگر مونٹ گارڈی نو نے جو سارڈی نیا کی طرف سے پیرس میں سفیر تھا شرائط صلح پر بحث کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے قطعی تصفیہ کرانے اور ابتدائی گفت و شنید کی بنا پر ایک باضابطہ معاہدے کے مرتب کرانے کے لئے شام پو پھر ۱۰ جنوری کو ٹیورن بھیجا گیا اور اسی اثناء میں دارژان سون نے میلی بوا کو مطلع کیا کہ خفیہ نامہ و پیام ہو رہے ہیں اس لئے اُسے صرف مدافعت کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ہسپانی حکومت کو بھی اس نامہ و پیام کی اطلاع کر دی گئی جس سے وہاں سخت ناراضی پھیل گئی اور آسٹریا سے گفت و شنید ہونے لگی۔ فرانس میں بھی دارژان سون کے طرزعمل پر سخت ردوقدح ہو رہی تھی۔ ٹیورن میں سارڈی نیا کے وزیروں کا خیال تھا کہ دارژان سون کی تجویز کا اصل مقصود یہ نہ تھا کہ اطالیہ کو آزادی نصیب ہو بلکہ فرانس کی قوت میں اضافہ کرانا منظور تھا اس کے علاوہ چونکہ جنوبی اطالیہ میں ڈان کارلوس کے قدم جم گئے تھے اور شمالی اطالیہ میں اغلب تھا کہ ڈان فلپ کے قدم جم جائیں اس لئے اطالیہ سے آسٹریا کے اخراج سے پیڈمنٹ کے حکمرانوں کے لئے ایک سخت مصیبت کا سامنا تھا سارڈی نیا کے مدبروں کی اس رائے کو انگلستان اور جرمنی کے حالیہ واقعات سے اور بھی تقویت ہوئی۔ چارلس ایڈورڈ کی ہزیمت سے انگلستان کو اپنی سخت تر پریشانیوں سے نجات مل گئی اور جس روز کہ ٹیورن کے ابتدائی معاہدہ پر

دستخط ہوئے اسی روز ڈریس ڈین کا معاہدہ بھی مرتب ہو گیا ۔

۲۴ جنوری ۱۷۴۸ء کو سائی لے شیا کی دوسری جنگ کے ختم ہونے کی اطلاع ٹیورن پہونچی اور ۱۳ جنوری کو سارڈی نیا کے دربار کو یہ اطلاع ملی کہ تیس ہزار آسٹروی سپاہی اطالیہ کی طرف کوچ کر رہے ہیں چارلس ایمانویل کے لئے بہترین طرز عمل یہ تھا کہ فرانس سے جو نامہ و پیام ہو رہے تھے انھیں چند روز کے لئے اور طول دیدے ۔ اس نے جنگ کے التوا پر اصرار کیا اور وارزان سون نے اس کے فریب میں آکر ۱۷ فروری ۱۷۴۶ء کو التوائے جنگ کے اس مشہور معاہدے پر دستخط کردئے جس میں نہ کوئی شرط تھی نہ کوئی استثنا تھا اور جس میں ایک خاص شرط الیس سانڈریا کے محاصرہ کو فوراً اٹھا دینے کے متعلق تھی ۔ جنگ اس معاہدے سے فروری کے آخر تک ملتوی کی گئی ۔

۲۸ فروری کو میلی بوا (خرد) جو ٹیورن میں سفیر با اقتدار مقرر ہو کر آیا تھا ٹیورن کے معاہدہ التوائے جنگ کو شایع کرنے کے لئے پیری یان سون میں پہونچا ۔ مگر شاہ سارڈی نیا نے اب بالکل قابو پالیا تھا ۔ آسٹروی فوج براؤن کی سرکردگی میں بالکل قریب پہونچ گئی تھی اور ۴ مارچ کو کاونٹ دی میلی بوا کو جلکہ دیگر جو رودی میں تھا اور اس کے باپ مارشل دی میلی بوا کو متحیر کر کے سارڈی نیا کی فوج نے بیرن ڈی لیوٹ رم کے تحت میں ۸ مارچ کو آسٹی پر قبضہ کر لیا اور چند روز کے بعد الیس سانڈریا کا محاصرہ بھی اٹھ گیا جس کی وجہ سے ہسپانیہ کی محاصرہ کن فوج نے ٹوروں ٹوکیطرف مراجعت کی ۔ اس طور پر پولینڈ کی جنگ جانشینی کے آغاز کے بعد سے دوسری مرتبہ خاندان سوائے نے آزاد شدہ اطالیہ میں شاہ سارڈی نیا کو سر بر آوردہ حکمراں بنانے کی فرانسیسی تجویز کو رد کر دیا ۔

شمالی اطالیہ سے ہسپانیوں اور فرانسیسیوں کا اخراج

ہسپانیہ کی حکومت جس نے بہت منت سماجت کے بعد ۸ مارچ کو التوائے جنگ کے معاہدے پر دستخط کئے تھے اب سخت غضب ناک ہو گئی اور پیرس میں بھی آسٹی کے سقوط کے بعد رائے عامہ بالکل

دار ژان سون کے خلاف ہوگئی۔ لوئی پانزدہم رائے عامہ سے متاثر ہو کر دار ژان سون کے طرز عمل سے روگرداں ہوگیا اور حکومت ہسپانیہ سے مصالحت کرنے کے لئے نوایں کو روانہ کیا۔ میلی بوا کو بھی اس نے حکم دیا کہ ہسپانی جنرلوں کے تحت میں کام کرے۔ دار ژان سون کے طرز عمل سے جو مناقشات اور بدگمانیاں پیدا ہوگئی تھیں انکی وجہ سے فرانسیسی اور ہسپانی سپاہ میں اتحاد عمل ناممکن ہوگیا تھا اس لئے آسٹریا اور سارڈی نیا کی فوجیں سوائے چند مقامات کے ہر جگہ فتح یاب رہیں۔ ہسپانیوں نے ۱۹ر مارچ کو مائی لن کا تخلیہ کردیا اور پھر پارما اور دوسرے مقامات کا اس کے بعد آسٹریوں نے ڈان فلپ اور گیجیز کو پیاسین زا میں محصور کرلیا۔ ۱۴ر جون کو میلی بوا ڈان فلپ کی کمک پر پہونچ گیا اور دوسرے روز پیاسین زا کی جنگ ہوئی جس میں آسٹریوں کا پلہ بھاری رہا اور اگر اہل سارڈی نیا سے رنجش نہ ہوتی تو حلیفوں کی فوج کی مراجعت کو وہ ناممکن کرسکتے تھے آسٹریا کی حکومت نے گفت و شنید کے اس سلسلہ کو منقطع کردیا جو سال ماسبق سے اس کے اور ہسپانیہ کے مابین جاری تھا۔ ۱۷۴۶ء کے اختتام کے قبل فرانسیسی اور ہسپانی فرانس میں بھگا دیئے گئے، چارلس ایمانویل نے فائی نیل اور ساوونا پر قبضہ کرلیا اور ستمبر میں آسٹروی جینوا میں داخل ہوگئے۔

فلپ پنجم کا انتقال ۹ر جولائی ۱۷۴۶ء

فلپ پنجم شاہ ہسپانیہ نے ۹ر جولائی کو انتقال کیا اور اس کا انتقال زیادہ تر نقصانات مندرجہ بالا کا باعث ہوا جو خاندان بوربون کو برداشت کرنے پڑے اس کا جانشین اس کا بیٹا فرڈی نند ششم ہوا جو اس کی پہلی بیوی کے بطن سے تھا۔ فرڈی نند نے بجائے نبرد آزما گیجیز کے ایک نا اہل شخص لاس میناس کو سپہ سالار مقرر کردیا جس نے سوائے کی طرف مراجعت اختیار کی حالانکہ اس زمانہ میں آسٹروی سپہ سالار بوٹا (لخ ٹین سٹین کا جانشین) اور وکٹر ایمانویل میں ناموافقت ہوگئی تھی جس کی وجہ سے گزشتہ ہزیمتوں کی تلافی کرنے کا اچھا موقع تھا۔ جینوا کی فتح کے بعد آسٹریوں اور سارڈی نیوں

میں آیندہ معرکہ آرائیوں کے متعلق اختلاف ہوگیا۔ آسٹریا کی حکومت کی خواہش تھی کہ اپنی حالیہ فتوحات سے نفع اٹھا کر ہسپانیوں کو جنوبی اطالیہ سے بالکل خارج کردے اور ہر دو صوبجات سسلی پر قبضہ کرے مگر چارلس ایمانویل کو اطالیہ میں آسٹروی حکومت کی مزید وسعت شاق تھی۔ مارشل سیکس کی فتوحات کے مدنظر انگریزوں نے بھی اپنا زور لگا کر یہ طے کرایا کہ فلینڈرس پر فرانس کے دباؤ کو ہلکا کرنے کی غرض سے پروواانس پر حملہ کردیا جائے اور تولوں پر قبضہ کرلیا جائے جہاں فرانس کا بہت بڑا بحری اسلحہ خانہ تھا۔

پروواانس پر حلیفوں نے فروری ۱۷۴۷ء میں حملہ کیا مگر بالآخر پسپا ہوگئے اس کی وجہ کچھ یہ تھی کہ فرانسیسی فوج کا افسر اعلےٰ بیل آئل اپنے فن میں نہایت ہی ہوشیار تھا اور آسٹریا کا سپہ سالار مارکوس دو بوٹا بدقماش آدمی تھا اور کچھ یہ کہ اہل جینوا نے بغاوت کردی اور آسٹریوں اور اہل پیڈمنٹ میں پھر ان بن ہوگئی کہ فرانسیسیوں کو گو کہ جرمنی میں ناکامی ہوئی اور اطالیہ میں بھی ۱۷۴۶ء میں مگر فلاندرس میں انکی فتوحات پر دوانس پر حلیفوں کے حملہ کی ناکامی ان کے لئے ضرور باعث مسرت تھی۔

جنوری ۱۷۴۶ء میں ڈیوک دی رشی لیو کے زیر کمان گیارہ ہزار کی سپاہ بھیجکر انگلستان یا اسکاٹ لینڈ پر چارلس ایڈورڈ کی طرف سے یورش کرانے کا فرانس نے ارادہ کیا تھا مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ ہوا گو اس سے انگلستان کو کچھ تشویش ضرور ہوئی مگر جنوری ہی میں مارشل سیکس نے بروسیلز کا محاصرہ کرلیا اور ۲۰ر فروری کو وہاں کے صوبہ دار کانٹز نے ہتیار ڈالدئے اور فتح مند سیکس پیرس کو واپس ہوا۔ بروسیلز کے سقوط کی سیاسی اہمیت بہت تھی کیونکہ ہالینڈ اب بالکل فرانس کی زد پر تھا اور دار ثران سون اگر چاہتا تو اسٹیٹس جنرل کو غیر جانب دار رہنے یا فرانس سے علحدہ صلح کرنے پر مجبور کرسکتا تھا۔ اس کی حکمت عملی کے بار آور ہونے کا انحصار فوری کارروائی پر تھا قبل اس کے کہ انگلستان ہالینڈ کی مدد کے لئے ایک زبردست فوج بھیجے۔ مگر کسی قسم کی سرگرمی ظاہر کرنے کے بجائے دار ثران ڈچ سفیر

واسے نائزنز سے عام مصالحت پر بحث کرتا رہا اور نیدرلینڈ کی معرکہ آرائیاں جاری رہیں۔ اینٹ ورپ کے محاصرہ میں لوئی پانزدہم خود موجود تھا اور شہر مذکور مسقوط کے بعد قلعہ شہر کی سپاہ نے بھی ۳ جون کو ہتیار ڈالدیے۔ مقامات مون اور شارل روا بھی فرانس کے قبضے میں آگئے۔ ان سنگین نقصانات سے آسٹریا کی آنکھیں بھی کھل گئیں۔ ۱۶ اپریل کو انگریزوں کو کلوڈین میں فتح حاصل ہوئی جس کی وجہ سے انھیں نیدرلینڈ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملا اور ملک مذکور میں فرانسیسیوں کی فتوحات کے سلسلے کو روکنے کے لئے ستمبر میں انھوں نے برٹمنی پر یورش کر دی۔ مگر لوریان کی تسخیر میں انھیں ناکامی ہوئی اور مارشل سیکس کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ حلیفوں کی فوج کا سپہ سالار ناہل چارلس شہزادہ لارین تھا اور اسے پیہم متعدد ہزیمتیں نصیب ہوئیں نامور بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور ۱۱ اکتوبر کو سیکس کو خنگ رُوکو میں فتح ہوئی جس پر اس معرکہ آرائی کا خاتمہ ہوگیا اور تمام آسٹروی نیدرلینڈ بہ استثنائے لُم برگ ولگ زیم بُرگ فرانس کے قبضہ میں آگیا۔

نیدرلینڈ میں تو فرانس کو کامیابی حاصل ہوئی مگر اطالیہ میں اسے ناکامی ہوئی اور جولائی ۱۷۴۶ء میں فلپ پنجم کے انتقال کے بعد سے اس کے اور ہسپانیہ کے باہمی تعلقات میں کشیدگی بڑھتی گئی۔

فرانس کی حالت اب یہ تھی کہ باویریا نے جو اس کا حلیف تھا آسٹریا سے فیوسین کا صلح نامہ کر کے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور پرشیا بھی اس سے علیحدہ ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ سمندروں اور نوآبادیوں میں وہ انگلستان کے مقابلے سے عاجز آگیا تھا۔ اس لئے فرانس اب اس فکر میں تھا کہ کسی صورت سے اپنے دشمنوں سے مصالحت کرلے۔ مصالحت میں سب سے زیادہ مارکوس دارژان سون حائل تھا مگر ۱۱ جنوری ۱۷۴۷ء کو وہ معزول ہوگیا اور اس طرح یہ رکاوٹ بھی دفع ہوگئی۔

شمالی اطالیہ میں خاندان بوربون کی ناکامی کا باعث بالاتفاق یہی وزیر قرار دیا جاتا تھا اور چارلس ایمانوئیل سے نامہ و پیام کرنے میں اس نے

جو طرز عمل اختیار کیا تھا اس پر اس کے مخالفین نے سخت نکتہ چینی کی۔ ہسپانیہ کے ساتھ جو اس کا طرز عمل تھا اس کی وجہ سے بہت سے دشمن اس کے پیدا ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ نیدرلینڈ کے متعلق مارشل سیکس کی تجویزوں کی مخالفت کر کے اس نے مارشل مذکور کو بھی اپنا دشمن بنا لیا تھا۔ سیکس کی خواہش تھی کہ ہالینڈ پر حملہ کر دیا جائے اور وہاں کی حکومت کو علیحدہ صلح کرنے پر مجبور کیا جائے پرنس کونتی کے سپہ سالار اعظم مقرر ہونے سے مارشل سیکس دار ژان سون سے اور بھی بدظن ہو گیا گو اس تقرر کا باعث وہ نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارشل سیکس نے میڈیم دی پوم پادور اور خود کونتی کو سے ساز و باز کر کے اور کونسل وزرا اور ہسپانیہ اور سوائے کی تائید حاصل کر کے دار ژان سون کو معزول کرنے کی کوشش کی جس میں اسے کامیابی ہوئی دار ژان سون کے خلاف جو سازشیں ہو رہی تھیں انکو تکمیل پر پہونچانے کے لئے نوایل نے ایک یادداشت قلم بند کر کے پادشاہ کے ملاحظہ میں ۱۵ر ڈسمبر ۱۷۴۶ء کو پیش کی اس یادداشت میں دار ژان سون پر یہ الزام لگائے گئے تھے کہ اس نے ڈچ سے ساز و باز کر لیا تھا ہسپانیہ کو ناراض کر دیا اور ہر طرح سے فرانس کو ذلیل کیا۔ فرانس کی موجودہ سیاسی حالت کا ذمہ دار بھی وہی قرار دیا گیا اور جہالت، جسارت، ناعاقبت اندیشی اور انتہائی غفلت کے الزام بھی اس پر لگائے گئے۔ فریڈرک اعظم بھی اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ دار ژان سون کی وزارت بالآخر ۱۱ر جنوری ۱۷۴۷ء کو ختم ہو گئی۔ دشمن اسکے بہت سے پیدا ہو گئے تھے مگر دوست ایک بھی نہ تھا۔

دار ژان سون کی معزولی اس کی حکمت عملی۔

اس کی حکمت عملی کی بنیاد پرشیا سے اتحاد قائم رہنے پر تھی اور اس کا قول تھا کہ فرانس اور پرشیا کا اتحاد ایک ایسا نظام سیاسی ہے جس کی بنیاد نہایت ہی مضبوط ہونی چاہئے۔ اسی تیقن کے سبب سے ۱۷۴۵ء میں آسٹریا سے مصالحت کی گفت و شنید میں ناکامی ہوئی اور اگر اس وقت مصالحت ہو جاتی جو بالآخر ۱۷۴۸ء میں جا کر ہوئی تو فرانس بہت فائدے میں رہتا۔ اتحاد اطالوی

کے قیام کے ذریعے سے اطالیہ کے احیاء اور آزادی کے لئے اس نے جو تدبیر سوچی تھی قابل قدر ضرور تھی لیکن اگر اس پر عمل ہوتا تو اطالیہ فرانس کا ایک صوبہ بن جاتا شووہی کن کے خیال میں اطالیہ کی آزادی صرف اس لئے قابل قدر تھی کہ وہ جزیرہ نمائے مذکورہ سے خاندان ہیپس برگ کے اخراج اور تذلیل کا باعث ہو سکتی تھی مگر برخلاف اس کے دارژان سون اطالیہ کی آزادی کو فی نفسہ ایک اچھی چیز خیال کرتا تھا اس کے متعلق اس کی مساعی کی ناکامی سے فرانس کے دربار میں ہسپانیہ کے ہوا خواہوں کو اس پر حملہ کرنے کا ایک موقع ملگیا اور یہی ناکامی اس کے زوال کا باعث ہوئی حالانکہ یہ کوشش اس کا ایک شاندار کارنامہ ہے۔

اہل فرانس کو ایلی زابتھ فارنیس کی اغراض کے ساتھ زیادہ ہمدردی نہ تھی اور یہی خیال دارژان سون کا بھی تھا۔ دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات میں زیادہ گرمجوشی نہ تھی۔ فلیوری کا طرز عمل بھی ہسپانیہ کے ساتھ یہی تھا، دارژان سون بھی اس کے قدم بقدم اس معاملے میں چلتا رہا اور اس کے جانشین نے بھی ہسپانیہ کے ساتھ اسی طرز عمل کو جاری رکھا۔ صلح نامہ فون تین بلو کے متعلق اس کا طرز عمل وہی تھا جو فلیوری کا معاہدہ القصر کے متعلق تھا، اسی وجہ سے ہسپانیہ کے دربار کو اس سے بھی نفرت قلبی تھی۔

آسٹریا اور انگلستان کی مخالفت کی حکمت عملی پر وہ بھی عمل کرتا تھا مگر اس کے عام خیالات ایسے نہ تھے جسے مارشل سکس یا فرانسیسی بالعموم پسند کرتے اس کا خیال تھا کہ مقبوضات میں اضافہ فرانس کی قوت میں ضعف کا باعث ہوگا اور اس کی خواہش تھی کہ لوئی پانزدہم تمام یورپ کا "ثالث بالخیر اور محافظ" تسلیم کر لیا جائے۔ اس کا یہ بھی خیال تھا اگر سائلے شیا پر پرشیا کا قبضہ برقرار رہے اور آسٹریا کمزور رہے تو فرانس کو ہر طرح مطمئن رہنا چاہیے۔ انھی وجوہ کے سبب سے وہ چاہتا تھا کہ اگر تمام مصالحت ہو جائے تو فرانس کو جزیرہ راس بریٹن کے معاوضے میں اپنی تمام فتوحات سے دست بردار ہو جانا چاہیے ڈیوک ڈی برولی

نے لکھا ہے کہ "دارژان سون کو دوسرے مدبّروں پر جو فوقیت بلاشک وشبہ حاصل تھی وہ یہ تھی کہ وہ اپنی ذکاوت کی وجہ سے معاملات کے اصل اصول پر بخوبی حاوی ہوجایا کرتا تھا۔ مگر سیاسیات میں اپنی اس قابلیت سے اسے بہت کم مدد ملتی تھی کیونکہ اسمیں چند معمولی صفتیں نہ تھیں مثلاً مردم شناسی اور امکانات کے احساس کی قوت اور عقل سلیم

دارژان سون ایک ایماندار وزیر تھا مگر مدبر نہ تھا اور اپنے زمانے کی سفارتی کارروائیوں اور سازشوں کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ آگسٹس کے انتقال کے بعد پولینڈ کا تخت حاصل کرنے کے متعلق کونتی کی خفیہ کوششوں کی اس نے علانیہ مخالفت کی جس کی وجہ سے وہ دارژان سون کا دشمن ہوگیا۔ شاہ پرشیا سے عقیدتمندی رکھنے کی وجہ سے باانر بروہل اس کا سخت مخالف ہوگیا جسے معلوم تھا کہ فرانس اور سیکسنی کے مابین دوستانہ تعلقات قائم ہونے کے لئے دارژان سون کا زوال ازبس ضروری ہے اور ان دونوں ملکوں کے دوستانہ تعلقات سے آسٹریا سے بھی مصالحت ہوسکتی ہے۔ فلپ پنجم شاہ ہسپانیہ اور اس کی بیٹی کے انتقال کے بعد سے جو فرانس کی ولی عہد بیگم تھی فرانسیسی سفارتوں کارروائیوں میں سیکسنی کو بہت کچھ دخل ہے۔ فرانسیسی دربار کی ہسپانی پارٹی جس کے سرغنے نوائل اور موریپا تھے اور جس کا موید فرڈی نند ششتم شاہ ہسپانیہ تھا یہ چاہتے تھے کہ ولی عہد بیگم متوفیہ کی شادی ولی عہد سے ہو۔ مگر لوئی پانزدہم اور دارژان سون دونوں اس تجویز کے مخالف تھے اس لئے یہ طے ہوا کہ آگسٹس سوم شاہ سیکسنی کی بیٹی سے ولی عہد کی شادی کرنے کے لئے نامہ وپیام کئے جائیں"

۱۱ر جنوری ۱۷۴۷ء کو یہ شادی بمقام ڈریس ڈین ہوئی۔ اسی روز دارژان سون معزول ہوا اور سیکسنی حسب سابق آسٹریا کا حلیف رہا۔ شادی کے نامہ وپیام کے اثناء میں دارژان سون کی یہ کوشش تھی کہ سیکسنی اور آسٹریا میں جو تعلقات تھے انکو توڑکر سیکسنی کو پرشیا کا حلیف بنادے اور اس کے بعد پرشیا اور فرانس کی متحد قوت سے

پولینڈ کے تخت وتاج کو سیکسنی کے شاہی خاندان میں موروثی کر دیا جائے۔ اگر اس تجویز میں کامیابی ہوتی تو پرشیا اور آسٹریا کی قوت کو سخت صدمہ پہونچتا اور شرقی یورپ میں فرانس کا رسوخ بہت بڑھ جاتا۔

اس حکمت عملی کے مخالف دو شخص تھے ایک تو کونتی جو آگسٹس کے انتقال کے بعد پولینڈ کا بادشاہ بننا چاہتا تھا۔ دوسرا مخالف بروہل تھا جو پرشیا کے اتحاد کو سخت ناپسند کرتا تھا۔ مارکوس دی بزجی سار ڈریس ڈین میں کونتی کی خواہش کے مطابق سفیر مقرر کیا گیا جس کی سازشوں کی وجہ سے اس زمانے سے لوئی پانزدہم کی خفیہ سفارتی کارروائیاں شروع ہوتی ہیں۔

دارژان سون کو درباری سازشوں کا علم نہ تھا اس لئے اس نے اپنے سفیر کو حکم دیا کہ کوئی ایسی کارروائی نہ کرے جو سیکسنی کے الیکٹر کو ناگوار ہو کونتی کو جب یہ معلوم ہوا کہ دارژان سون اس کی سازشوں میں حائل ہے تو اس نے وزیر مذکور کے خلاف میں سازش شروع کر دی بروہل کو بھی ایک زبردست موید مارس ڈی سیکس ملگیا جس کی اصل غایت یہ تھی کہ اپنی برادرزادی کو ولی عہد بیگم بنوادے مگر وہ بذات خود دارژان سون کا مخالف تھا اور اس لئے سیکسنی کے وزیر کی حکمت عملی کی تائید پر آمادہ تھا۔ میڈیم ڈی پوم پادور اور نوایل کی تائید حاصل کرکے بروہل اور دارژان سون کی جنگ کا اس نے بروہل کے حق میں فیصلہ کرادیا اور دارژان سون کی مدبرانہ تدابیر جو دانشمندی پر مبنی تھیں خاک میں مل گئیں سیکسنی حسب سابق آسٹریا اور روس کا حلیف بنا رہا اور پولینڈ کو ایک انتخابی ملکیہ (Monarchy) بنانے اور اس کے آنے والی تباہی سے بچانے کا ایک عمدہ موقع جاتا رہا۔[1]

اس کا عزل حق بجانب تھا اور اسکی وجوہ حسب ذیل تھیں۔ اولاً یہ کہ

(1) Duc de Broglie, Maurice de Saxe et Marquis D'Argenson, Vol ii

متعلق اس کی تدبیریں بار آور نہ ہوئیں ۱۷۴۶ء کے آغاز میں اس نے ہالینڈ کو غیر جانب دار رہنے پر مجبور نہ کرنے میں سخت غلطی کی شاہ پرشیا کی وفاداری پر اس نے اعتماد کلی کرنے میں بھی غلطی کی سیکس اور کونتی سے معاملہ کرنے میں اس نے حسن تدبیر سے کام نہیں لیا۔ اگر اسکی جگہ کوئی دوسرا باتدبیر وزیر ہوتا جس میں اس کے برابر بلند پروازی نہ ہوتی تو نہ صرف اپنے مخالفوں کے جتھے سے واقف رہتا بلکہ اس کو توڑنے کی بھی فکر کرتا۔

دارژان سون کی جگہ پرنا اہل لوئی برولار دی سیلر مارکوس دی پوئی سیلا مقرر ہوا اور اس کا بھائی کاونٹ دارژان سون وزیر جنگ کی خدمت پر مستقل ہوگیا اور جنگ کا سلسلہ کچھ روز تک جاری رہا۔ ۱۷۴۶ء کے موسم خزاں میں جو کانفرنس بریڈا میں ہونے والی تھی ناکام ثابت ہوئی کیونکہ میریا تھریسا اس وقت جنگ کو جاری رکھنا چاہتی تھی جب تک کہ اسے سائلیشیا اور ان اضلاع کا معاوضہ نہ ملجائے جو چارلس کو ورمس کے معاہدے کی رو سے دیئے گئے تھے۔ اطالیہ میں آسٹروی شولین برگ کے زیر کمان دو ماہ تک جینوا کا محاصرہ کئے ہوئے تھے مگر اس کو تسخیر نہ کرسکے۔ سارڈینیوں نے ۱۹ جولائی کو ایک فرانسیسی فوج کا ایکزیلیس میں مقابلہ کیا جو کول داسی تو پر واقع ہے اس جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرانسیسی افسر اعلےٰ شوالیر بیل آئل مارا گیا اور فرانسیسی ڈافنی کی طرف بھاگ گئے جہاں فرانسیسی اور ہسپانی فوجوں کے سپہ سالار مارشل بیل آئل اور لاس میناس بیکار بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت سے ۱۷۹۶ء تک یعنی نیپولین کی پہلی فرانسیسی معرکہ آرائی تک فرانسیسی فوجیں پھر سرزمین اطالیہ میں داخل نہیں ہوئیں۔

نیدرلینڈ میں جہاں فرانس دول بحری اور آسٹریا سب سے برسرپیکار ہوسکتا تھا پوئی سیو نے وہ طرز عمل اختیار کیا جس کا دارژان سون مخالف تھا یعنی ڈچ کو اس نے صلح کرنے پر مجبور کیا۔ سیکس اور لووین ڈائل کے زیر کمان فرانسیسی فوجوں کو مسلسل فتوحات حاصل ہوئیں۔ ۲ جولائی کو

ڈیوک آف کمبرلینڈ کو مارشل سیکس نے لافیلڈ میں شکست دی اور گو میس ٹرخٹ پر قبضہ نہیں ہوا مگر لوین ڈائل نے متعدد دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا اور ۱۶ ستمبر کو اس نے برگین اوپ زوم کے زبردست قلعے کو فتح کر لیا۔

انگریزوں کو گو نیدرلینڈ میں ناکامی ہوئی مگر سمندر میں انھیں کا پلہ بھاری تھا۔ دو زبردست بحری شکستوں نے فرانسیسی بحریہ اور تجارت کو تباہ کر دیا ۱۷۴۸ء کے آغاز میں بحری سیادت کا سہرا انگلستان کے سر تھا۔

۱۷۴۷ء میں نیدرلینڈ پر جو حملے ہوئے اور انگلستان کی بحری کامیابیوں سے دو نتایج مترتب ہوئے۔ جمہوری حکومت کے خلاف میں ہالینڈ میں انقلاب برپا ہو گیا۔ جماعت اشرافیہ مغلوب ہو گئی اور ولیم چہارم رئیس آرینج (جارج دوم کا داماد) اسٹاٹ ہولڈر منتخب ہو گیا۔ چند مہینوں کے بعد یہ عہدہ اس کے خاندان میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے موروثی کر دیا گیا۔

ہالینڈ کا انقلاب ۱۷۴۷ء۔

جنگ کا اختتام

دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ عام مصالحت کے لئے ہر طرف سے کوشش ہونے لگی۔ ۱۰ نومبر ۱۷۴۷ء کو جارج دوم نے پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ایک کانگریس صلح پر غور کرنے کے لئے عنقریب اسے لاشاپیل میں منعقد ہوگی۔

شرکاء جنگ میں سے انگلستان ہسپانیہ ہالینڈ اور فرانس جنگ کے جاری رہنے سے بیزار تھے۔ فرانس کا خزانہ خالی تھا۔ چارلس ایڈورڈ (انگلستان کے تخت کا دعویدار) کا اب کوئی پرسان حال نہ تھا، فرانس کا جھنڈا سمندر سے بالکل غائب ہو گیا تھا وہاں کی حکومت نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ اضافہ ملک کی خواہاں نہ تھی، علاوہ ازیں فرانس میں ہسپانیہ کے دعاوی کا اب کوئی موید نہ تھا۔ ہالینڈ بھی مصالحت کا مخالف نہ تھا کیونکہ مارشل سیکس اور اس کی فوج ظفر موج اسکا گلا دبائے ہوئی تھی۔ انقلاب سلطنت کے بعد ہالینڈ کو کوئی فوجی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی اور اس کے مالی حالات ایسے نہ تھے کہ مزید فوجی اخراجات کو برداشت کر سکے۔ فرڈی ننڈ ششم کے زیر حکومت

ہسپانیہ کے طرز عمل سے ظاہر تھا کہ اب وہ ایلی زابیتھ فارنیس کے حریصانہ طرز عمل کا پابند نہیں ہے بلکہ صلح کا خواہاں ہے۔ انگلستان اور آسٹریا کے تعلقات کشیدہ ہوتے جاتے تھے۔ ہسپانیہ کی جنگ جانشینی کی طرح انگلستان نے اس جنگ میں بھی آسٹریا کو رقوم خطیر بطور امداد دی تھیں اور آسٹریا نے اس روپے کو اپنی اطالوی فوجوں پر صرف کیا تھا۔

۱۷۱۵ء سے وائینا میں یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ نیدرلینڈ کی حفاظت دول بحری پر چھوڑ دینی چاہئے اس لئے کہ اس ملک میں فرانسیسی سیادت کے قیام کا انگلستان کو ناگوار ہونا اس کی حفاظت کی کافی ضمانت تھی جنگ کے اخراجات کا بار حسب سابق زیادہ تر انگلستان کو برداشت کرنا پڑا تھا مگر انگریزی حکومت اب اپنے سرد مہر حلیف (آسٹریا) کے لئے زیادہ نقصان برداشت کرنے پر تیار نہ تھی برادران پیل ہم اب کارٹے ریٹ کے طرز عمل کے موید نہ تھے بلکہ وال پول کی امن پسندی کو انھوں نے بھی اختیار کر لیا تھا۔ اہل انگلستان کو بالعموم فرانس کے بحریئے کے تباہ ہو جانے سے اطمینان ہوگیا تھا بیُس ٹرخٹ کا سقوط اب بالکل قریب تھا، اہل ہالینڈ نے روس کے تیس ہزار سپاہیوں کی آمد و رفت کے اخراجات ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا جو زارینیا نے حلیفوں کے حوالہ کر دئے تھے اور یہ فوجیں اب تک پہونچی بھی نہ تھیں۔ ان سب امور کی وجہ سے صورت حال نہایت اندیشہ ناک ہوگئی تھی اس لئے انگریزی حکومت نے ابتدائی صلح پر دستخط ہو جانے میں عجلت کی آسٹریا کو صلح کی مطلق خواہش نہ تھی۔ میریا تھیری سا کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوگیا تھا کہ صلح نامہ جات برلن، دورسس اور ڈریس ڈین کی وجہ سے جو نقصان اسے برداشت کرنے پڑے تھے ان کا باعث زیادہ تر انگلستان تھا جس کی نیت اب بھی یہ تھی کہ آسٹریا شاہ سارڈی نیا کو مزید علاقہ جات حوالہ کرے۔ ۲۲ رمئی ۱۷۴۶ء کو آسٹریا اور روس کے مابین

میریا تھیری سا مصالحت کی مخالفت کرتی ہے

۱۷۲۶ء کے معاہدے کی تجدید کی گئی اور اس میں چند خفیہ دفعات شریک کئے گئے۔ ۱۷۴۸ء کے اوائل میں

روسی پولینڈ میں داخل ہوئے اور انھوں نے اپنا کوچ جاری رکھا کیونکہ آگسٹس سوم اُن کے مقابلے پر نہ آیا اور قریب تھا کہ میریا تھیریسا اور اس کے حلیفوں کے ان وحشی معاونوں کے میدان جنگ میں آجانے سے نیدرلینڈ میں مارشل سیکس کی فتوحات کالعدم ہو جائیں۔ مگر باوجود ان جنگی تیاریوں کے صلح اب بالکل قریب تھی۔ انگلستان نے فرانسیسی حکومت سے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کر دی تھی۔ اور میریا تھیریسا نے بھی انگلستان اور سارڈینیا کی غداری سے خائف ہو کر اور یہ معلوم کر کے کہ انگلستان اور ہالینڈ مصالحت کے خواہش مند ہیں کاونٹ لوس (پیرس میں سیکسنی کا سفیر) کے ذریعے سے پوئی سیو سے گفت و شنید شروع کی۔(1)

ڈریس ڈین کے معاہدے کے بعد اور پھر سیکسنی کی شہزادی کی جب فرانس کے ولی عہد سے شادی ہوئی تو آسٹریا اور فرانس کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش کی گئی تھی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ دارژان سون اس کا مخالف تھا اور اسکا جانشین مستقل مزاج نہ تھا۔ مگر سیکسنی کا وزیر ان ناکامیوں سے مایوس نہ ہوا اور اس نے تیسری مرتبہ سفارتی تعلقات میں ایک انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی جس سے انگلستان اور سارڈینیا کو زک پہونچے اور فرانس اور آسٹریا کا نفع ہو۔ مارس ڈی سیکس میس ٹرخنٹ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا جس پر ہالینڈ کی سلامتی کا دار و مدار تھا مگر اسی اثناء میں صلح کی کانگریس اپریل ۱۷۴۸ء میں اے لاشاپیل میں منعقد ہوئی۔ ہسپانیہ سارڈینیا ہالینڈ موڈینا اور جینوا کے نائبوں کے علاوہ آسٹریا کی طرف سے کاونٹز شریک تھا، فرانس کی طرف سے کاونٹ دی سائیں سے وے رین اور موسیو دی لاپورٹ دوتیل اور انگلستان کی طرف ارل آف سینڈ ویچ اور سر ٹامس رابن سن۔ میریا تھیریسا چاہتی تھی کہ وہ اضلاع اسے مل جائیں

میریا تھیریسا فرانس سے اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے

(1) Due de Broglie, La Paix d Aix-la-chapelle

جو دو رنس کے معاہدے کی رو سے اس نے سارڈی نیا کے حوالے کئے تھے۔ اس کی یہ بھی خواہش تھی کہ فرانس سائی لے شیا پر پرشیا کے قبضے کی ضمانت آیندہ کے لئے نہ کرے سائین سے دے۔ رین نے پہلے تو بظاہر اس کی تجویز سے اتفاق ظاہر کیا مگر پھر یکایک اپنا رخ بدل دیا اور اس نے انگلستان کی تجویزوں کو منظور کر لیا۔ میریا تھیری سا کو بھی مجبوراً تسلیم کرنا پڑا کہ وہ بغیر سارڈی نیوں کی مدد کے اطالیہ میں اور بغیر انگریزوں اور ڈچ کی مدد کے فلینڈرس میں جنگ کو جاری نہ رکھ سکتی تھی۔ اس کی حالت نہایت سقیم تھی اس لئے مجبوراً اسے بھی انھیں شرائط کو منظور کر لینا پڑا جس پر انگریز اور فرانیسی متفق ہو گئے تھے۔

قبل اس کے کہ عام مصالحت کی تجاویز پر آسٹریا اور ہسپانیہ اپنا قطعی اتفاق ظاہر کریں انگلستان فرانس اور ہالینڈ کے سفیروں نے مبادیات صلح پر ۳۰ اپریل ۱۷۴۸ء کو دستخط کر دئے مگر قطعی معاہدہ ۱۵ اکتوبر تک نہوا اس معاہدے کی رو سے سائی لے شیا اور کلائز پر پرشیا کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا سوائے

معاہدہ اے لاشاپیل ۱۷۴۸ء

اورنیس چارلس ایمانوئل کے حوالہ کئے گئے گو اسے فائی نیل سے دست کش ہونا پڑا مگر لوم بارڈی میں جو علاقے اسے صلح نامہ دورمس کے ذریعے سے ملے تھے ان پر اس کے قبضے کو تسلیم کر لیا گیا۔ جینوا اور ڈیوک آف موڈنیا کے جو علاقے چھن گئے تھے وہ واپس کرا دئے گئے۔ فرانس نے فرانسس کو شہنشاہ اور جارج دوم کو انگلستان کا بادشاہ تسلیم کر لیا، سرحدی قلعے ہالینڈ کو واپس کر دئے اور ڈنکرک کی ساحلی فصیلوں کو مسمار کر دینے آسٹروی نیدرلینڈ کا تخلیہ کرنے اور انگلستان کے تخت کے دعویدار چارلس ایڈورڈ کو اپنے ملک سے خارج کر دینے کا وعدہ کر لیا۔ ہندوستان میں مدراس انگلستان کو واپس کیا گیا اور لوئی برگ اور جزیرۂ والس برٹین فرانس کو واپس مل گئے ہسپانیہ نے شہنشاہ کو تسلیم کر لیا اور انگلستان کے حق آسیان تو کے معاہدہ کی توثیق کر دی جس کی رو سے انگریزوں کو ہر سال ایک جہاز

جنوبی امریکا کو بھیجنے کی اجازت تھی۔ ڈان فلپ کو پارما پیاسین زا اور گواس ٹالا ایک موروثی ریاست کے طور پر مل گئے مگر یہ شرط لگا دی گئی کہ اگر اس کے ورثاء ذکور باقی نہ رہیں تو ریاست مذکور آسٹریا کے قبضے میں آجائے۔ مستثنیات مذکورۂ بالا کے علاوہ آسٹریا کا انتظام جانشینی برقرار رہا۔ شہنشاہ کا انتخاب تسلیم کر لیا گیا اور اثناء جنگ میں جو علاقے فتح ہو گئے تھے سب واپس کر دئے گئے؛

پرشیا کے علاوہ دول بڑی میں سے کسی کو اس جنگ کے نتائج سے مسرت نہوئی ہوگی۔ چارلس ایمانویل کو فائنیل کی ریاست سے محروم کر دئے جانے سے سخت مایوسی ہوئی کیونکہ یہ علاقہ اس کے اطالوی مقبوضات اور سمندر کے درمیان حائل تھا۔ پیاسین زا سے بھی طوعاً وکرہاً دست بردار ہوا کیونکہ یہ شہر اس کو دورمس کے معاہدے کی رو سے ملا تھا۔ گراسے مجبوراً سر تسلیم خم کرنے پڑا کیونکہ ہسپانیہ کا اب تک سوائے اور ہینس پر قبضہ تھا اور میلانیز کے ایک جزو پر اس کا قابض ہونا آسٹریوں کو شاق تھا۔ فرانس اور دول بحری کی پیش کردہ شرائط کو اس نے منظور کر لیا مگر صاف کہدیا کہ انگلستان نے مجھے سخت دھوکا دیا؛

اسی طور پر ہسپانیہ فرانس سے ناراض ہو گیا لیکن اب فلپ پنجم اور ایلی زابیتھ کا زمانہ باقی نہ تھا لیکن فرڈی ننڈ ششم نے گو وہ فرانس سے سخت ناراض تھا مگر سوائے اور ہینس سے دست کش ہو جانا منظور کر لیا اور اس کے معاوضے میں اپنے سوتیلے بھائی ڈان فلپ کے لئے پارما پیاسین زا اور گواس ٹالا لیلیا انگلستان کے بحری تفوق کی وجہ سے مزید مقابلہ بالکل ناممکن تھا اس لئے فرڈی ننڈ نے مجبوراً ان شرائط کو منظور کر لیا۔ اگر ہسپانیہ اور سارڈی نیا کا شرائط صلح سے شاکی ہونا بجا تھا تو ان کے مقابلے میں میریا تھیریسا کا غیظ وغضب اور بھی حق بجانب تھا۔ برلن، ڈریسڈن اور ورمس کے معاہدے انگلستان کے مشورے سے ہوئے تھے اور اب پھر چوتھی مرتبہ انگلستان کا مشورہ تھا کہ میریا تھیریسا اپنے کچھ اور مقبوضات سے دست کش

ہو جائے سائی لے شیا سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہوجانا اسے سخت ناگوار تھا اور وہ یہ چاہتی تھی کہ جو علاقے سارڈی نیا کو دورمس کے معاہدے کی رو سے ملگئے ہیں اسے واپس دلائے جائیں۔ چارلس ایمانویل کے مقبوضات میں مزید توسیع ہونے اور پارما میں ڈان فلپ کے برسر حکومت ہونیکی بھی وہ مخالف تھی۔ اہل ہالینڈ فرانس سے اپنے آپ کو محفوظ نہ رکھ سکتے تھے اور سرحدی شہروں سے فرانس کے حملے رک نہ سکتے تھے۔ یہ ہر دو امور گزشتہ جنگ میں پوری طور پر ثابت ہو گئے تھے اس لئے کانٹز نے اعلان کر دیا کہ میں انتظامات سابقہ کے بحال کرنے کی تجویز سے کبھی اتفاق نہیں کر سکتا۔ مگر اس اعلان کی اصل وجوہ یہ تھیں کہ میریا تھیریسا کو یقین کامل ہو گیا تھا کہ ہالینڈ بالکل انگلستان کا دست نگر ہے اور ملکۂ مذکور نے قصد مصمم کر لیا تھا کہ آیندہ کے لئے انگریزی حکومت کی ممنون احسان نہ رہے۔ اس لئے کانٹز نہایت ہوشیاری سے سائین سے دی رین کو اپنا ہم خیال بنانے اور انگلستان فرانس اور ہالینڈ کے اتحاد کو کالعدم نے کی فکر میں ہو گیا۔

مگر انگلستان اور ہالینڈ کو ہالینڈ کا شمار اب دول عظمیٰ میں نہ تھا اپنے اتحاد پر قائم رہے اور پوئی سیو نے بھی نہ تو آسٹریا کی کسی صورت سے ہمت افزائی کی اور نہ آسٹریا کے باقی ماندہ مقبوضات کی سلامتی کی ضمانت اس طرح پر کی جیسے کہ سائی لے شیا پر پرشیا کے قبضہ کی ضمانت کی گئی تھی جرمنی میں روسیوں کی موجودگی کی وجہ سے مصالحت میں مزید تاخیر خطرناک تھی اس لئے انگریزی حکومت نے میڈیم دی پوم پادور کی پوری تائید سے اے لاشاپیل کے معاہدے کی تکمیل کے لئے سرگرمی سے کوشش شروع کر دی فرانس کو ہموار کرنے کے لئے میریا تھیریسا اس کے بعد بھی کوشاں رہی، مگر اب وہ بالکل بے یار و مددگار تھی اور اسے اندیشہ تھا کہ چارلس ایمانویل اس کا ساتھ چھوڑ کر پھر فرانس سے مل جائے گا اس لئے اس نے مجبوراً انگلستان ہالینڈ اور فرانس کی پیش کردہ شرائط کو منظور کر لیا

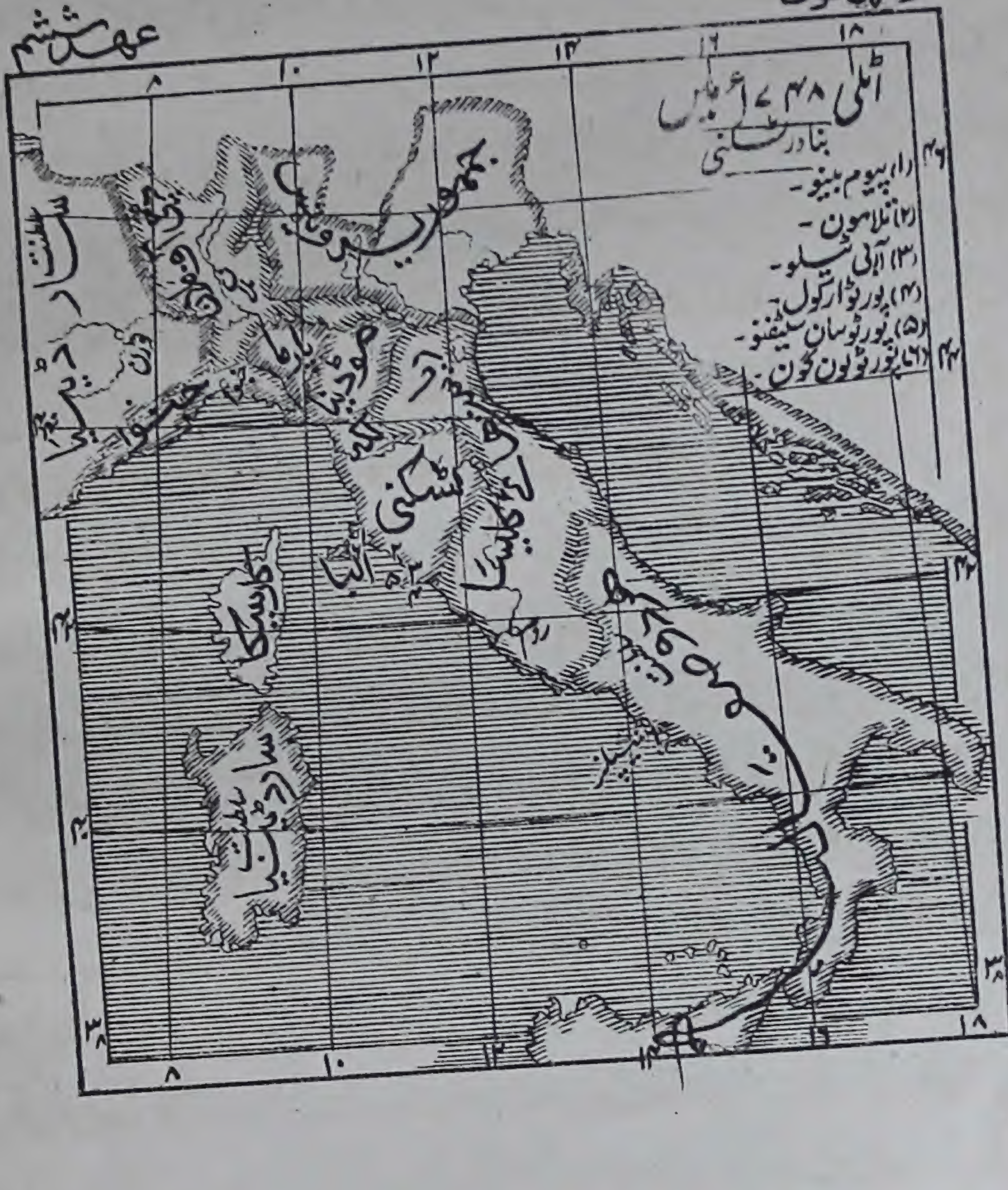
جیسا کہ چارلس ششم نے بدرجہ مجبوری ۱۷۱۳ء میں کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے لئے کوئی چارہ نہ تھا کیونکہ آسٹریا اگر انگلستان کا ساتھ چھوڑ دیتا تو انگلستان اپنی بحری فوج کے زور پر جنگ کو جاری رکھ سکتا تھا لیکن آسٹریا اگر اطالیہ میں سارڈی نیا کی فوج کی امداد سے محروم ہو جاتا اور فلینڈرس میں ڈچ اور انگریز اس کی کمک پر نہ ہوتے تو وہ ایک روز بھی جنگ کو جاری نہ رکھ سکتا۔

۱۶ر اکتوبر ۱۷۴۸ء کو انگلستان فرانس اور ہالینڈ نے اے لاشاپیل کے معاہدے پر دستخط کر دئے۔ ہسپانیہ نے ۲۰ر اکتوبر کو معاہدۂ مذکور سے اپنا اتفاق ظاہر کیا، آسٹریا نے ۸ر نومبر کو اور سارڈی نیا نے ۲۰ر نومبر کو

۱۷۴۸ء میں دول عظمے کی قوتوں میں باہمی تناسب۔ آسٹریا۔

مگر باوجود ان علاقوں کے اس کے ہاتھ سے نکل جانے کے ۱۷۴۸ء میں آسٹریا کی حالت بمقابلہ ۱۷۴۰ء کے بہتر تھی جب کہ یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ وہ آسٹریا کا خاندان شاہی دنیا سے مٹ گیا۔ ۱۷۴۸ء میں خاندان ہیپس برگ کا اثر یورپ میں خاندان بوربون سے زیادہ تھا کیونکہ ہنگری بمقابلہ سابق کے اس سے زیادہ متحد ہو گیا تھا اور مشرقی صوبجات کے فوجی ذرائع کا اب وائینا میں بخوبی احساس ہو گیا تھا۔ اس لئے علاوہ باویریا اور سیکسنی کی حالت اس کے متوسلوں کی سی تھی اور ۱۷۴۶ء کے روسی اتحاد سے اسے مزید تقویت تھی فرانس سے اتحاد پیدا ہونے کی کارروائی جاری تھی۔ اور پروٹسٹنٹ سلطنتوں کے خلاف میں کاتولیک سلطنتوں کا ایک اتحاد قائم کرنے کا خیال آسٹریا اور پیرس کے اہل سیاست کے پیش نظر تھا۔

آسٹریا کے منافع اس کے نقصان سے کہیں زیادہ تھے اور جنگ سے اس کی قوت میں ضعف نہیں آیا بلکہ اس نے اپنے نظام حکومت میں زبردست اصلاحیں کر کے اپنی خارجی حکمت عملی پر نظر ثانی شروع کر دی اور مرکزی حکومت کو قوی تر کرنے اور حملہ انتظامات کو پختہ کرنے کا کام شروع کر دیا مگر اس جنگ کے بعد پرشیا سارڈی نیا اور روس کی نئی سلطنتوں نے


اٹلی ۱۸۴۸ء میں
بنادر ٹسکنی
(۱) پیوم بینو -
(۲) تلاموَن -
(۳) آلی سیلو -
(۴) پورٹو ارکول -
(۵) پورٹو سان سٹیفنو -
(۶) پورٹو لونگون -
جمہوریہ وینس
پارما
موڈینا
جنوا
ٹسکنی
کارسیکا
روم
نیپلز
۸
۱۰
۱۲
۱۴
۱۶
۱۸

پرشیا اور اطالیہ

ترقی کی طرف اپنے قدم بڑھانے شروع کئے۔ پرشیا اب دفعتہً دول عظمےٰ میں شامل ہوگیا اس کی فوج یورپ میں بہترین تھی اسی وجہ سے ہر سلطنت اس سے اتحاد پیدا کرنا چاہتی تھی۔ اس کی حصول ملک کی امنگوں سے روس اور آسٹریا کو اس سے سخت مخالفت ہوگئی تھی۔ سارڈی نیا نے اپنی مرکزی قوت کو تقویت دینے اور اپنے مقبوضات میں اضافہ کرنے کے لئے دوسری تدبیریں اختیار کی تھیں۔ اس جنگ سے اس کے مقبوضات میں پھر اضافہ ہوا تھا دار ژان سون کی مساعی کارگر ثابت ہوئیں مگر ایلی زابیتھ کی کوششیں بالآخر بار آور ہوئیں اور پولینڈ اور آسٹریا کی جنگ ہائے جانشینی سے اطالیہ کی حالت بہتر ہوگئی ہسپانی بوربون خاندان کی دو شاخیں اطالیہ میں مسلط ہوگئیں سارڈی نیا کے مقبوضات میں اضافہ ہوا اور گولاوین کے ہیپس برگ خاندان کا ایک شہزادہ ٹسکنی کا حکمراں مقرر ہوا اگر یوٹ ریخٹ کا صلح نامہ پس پشت رکھ دیا گیا اور اطالیہ جرمنی حکمرانوں کی حکومت سے بہت کچھ آزاد ہوگیا[۱]

روس

زاری نا ایلی زابیتھ کے زیر حکومت روس نے ترقی کی وہ راہ اختیار کر لی تھی جو پیٹر اعظم بتا گیا تھا اور یورپ کی سر برآوردہ حکومتیں اس سے اتحاد پیدا کرنے کی خواہاں تھیں اور اس کے روز افزوں اثر کو فرانس اندیشے کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ ۱۷۴۶ء میں وائینا اور آسٹریا کے درباروں میں گہرے اتحاد کا پیدا ہوجانا میریا تھیریسا کا ایک زبردست کارنامہ تھا جس سے فریڈرک کو سخت خطرہ تھا۔ بالمختصر روس کی روز افزوں اہمیت سے تمام یورپ متاثر ہوا تھا جرمنی میں ۱۷۴۸ء میں ایک روسی فوج کی پیش قدمی اور زارینا کے اس مطالبے سے کہ اسے لاشاپیل کی مصالحت میں اسے بھی شرکت کا موقع

---

[۱] اطالیہ اور یورپ پر ایلی زابیتھ فارنیس کے اثر کے متعلق دیکھو:۔
Armstrong, Elezabeth Farnese. p. 398

دیا جائے یہ صاف ظاہر تھا کہ وہ نہ صرف مشرق میں روس کے اثر کو بڑھاتا چاہتی ہے بلکہ مغربی یورپ کے سیاسی معاملات میں بھی دخل دینا چاہتی ہے روس اور پرشیا کے عروج کے ساتھ ہی ساتھ فرانس کی قوت میں ضعف کے آثار نمودار ہوگئے۔ روس کی تدبیروں کو رد کرنے میں فرانسیسی مدبروں کو ہمیشہ دقت ہوتی تھی ۱۷۴۸ء کے بعد یہ دقت اور بھی بڑھ گئی۔ اس جنگ سے فرانس کے مقبوضات میں کوئی کمی نہیں ہوئی مگر فلیوری کی غفلت سے

فرانس

اس کی تجارت کو سخت نقصان پہونچا تھا اس کا بیڑہ قریب قریب نیست و نابود ہوگیا تھا اور قریب تھا کہ اسکی نوآبادیاں اس کے ہاتھ سے نکل جائیں۔ مصالحت میں عجلت زیادہ تر میڈیم دو پوم پادور کے اثر سے ہوئی اور اہل فرانس کو اس کی شرائط سے سخت مایوسی ہوئی۔ ان کا خیال تھا کہ بیلجیم کی فتح کے بعد فرانس کو اس کا کچھ حصہ اپنے قبضے میں رکھنا چاہیئے تھا کیونکہ اس کے ایک لاکھ آدمی اس جنگ میں ضائع ہوئے تھے مگر بجائے کسی نفع کے اس کا قرضہ بیحد بڑھ گیا تھا سائی لے شیا فریڈرک اعظم کو مل گیا، ڈان فلپ کو ایک ریاست ملگئی اور تاج شہنشاہی تین سال کے لئے چارلس ہفتم کو ملا۔

دوران جنگ میں ہندوستان میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے مقابلے

ہندوستان میں باوجود فرانسیسی حکومت کی غفلت کے ڈوپلے کی کوشش اور قابلیت سے فرانس کا پلہ بھاری رہا۔ اسکی کارروائیوں سے تجارتی اولوالعزمیوں میں بیحد ترقی ہوئی تھی اور فرانسیسی کمپنی جسکی بنیاد کولبیر نے ڈالی تھی ہندوستان کی تجارت میں انگلستان کی ایک زبردست رقیب بنگئی تھی۔ اس کے قبل انگلستان کا رقیب ہالینڈ تھا مگر مسلسل لڑائیوں سے وہ اس قدر کمزور ہوگیا تھا کہ اس نے فرانس اور انگلستان کی اس کشمکش میں کوئی حصہ نہ لیا۔ انگریزوں کے صدر مقامات ہندوستان میں بمبئی مدراس اور کلکتہ تھے اور فرانسیسیوں کی تجارتی کوٹھیاں سورت، مچھلی پٹن، چندرنگر اور پانڈی چیری میں تھیں۔ بحر ہند میں جزائر فرانس و بوربون بھی

ان کے قبضے میں تھے۔ ڈوپلے ۱۷۴۲ء سے پانڈی چیری کا گورنر تھا اور ۱۷۳۱ء میں چندرنگر کا گورنر مقرر ہوا۔ اس کے پیش رو فرانسوی مارتن اور دوموں تھے جنھوں نے نہایت قابلیت کے ساتھ فرانسیسی کمپنی کے اثر کو بڑھایا اور اس کی تجارت کو ترقی دی مگر دوپلے نے ایک کامیاب تجارتی مشارکت کے صدر ہونے پر قناعت نہ کی بلکہ اس کی آرزو تھی کہ انگریزوں کو ہندوستان سے خارج کر دے اور ہندوستان میں ایک زبردست فرانسیسی سلطنت اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے بوسی کی امداد سے ہندوستانی حکمرانوں کی سازشوں میں دخل دینا شروع کیا اور ہندوستانی سپاہیوں کو یورپ کے طریقے پر قواعد سکھانی شروع کی۔ مگر ۱۷۴۴ء میں جب انگلستان اور فرانس کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو فرانس کی بحری قوت کے ضعف کی وجہ سے اس کی تجارت کو سخت نقصان پہونچا۔ مگر ماری شیش کے گورنر لابوردونائی نے جسے فن حرب میں بمقابلہ دوپلے کے زیادہ دخل تھا جہازوں کے بیڑے کے رکھنے کی اہمیت کو محسوس کر کے چند جہاز بہ عجلت جمع کئے اور دوپلے کی امداد کے لئے روانہ ہوا۔ ۲۱ ستمبر ۱۷۴۶ء کو اس نے مدراس پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کے باشندوں نے اپنا شہر اس شرط پر اس کے حوالے کر دیا تھا کہ پھر چار لاکھ چالیس ہزار پونڈ پر خرید لیا جائیگا۔ لابوردونائی پر الزام لگایا جاتا ہے کہ مدراس کی انگریزی کونسل کے اراکین نے اسے رشوت دی تھی، برخلاف اس کے دوپلے چاہتا تھا کہ انگریزوں کو ہندوستان سے بالکل خارج کر دیا جائے۔ اس لئے شہر مدراس کی حوالگی کی شرائط کے متعلق دونوں میں سخت نزاع ہو گئی۔ دوپلے نے بالآخر مدراس کو واپس کرنے کا وعدہ کر لیا اور لابوردونائی اپنے افعال کی جوابدہی کرنے کے لئے فرانس واپس گیا۔ ۱۷۴۹ء سے ۱۷۵۱ء تک وہ قیدخانہ باس تیل میں قید رہا اور گو وہ الزامات مذکورۂ بالا

(۱) یہ جزیرے اب ماری شیش کے نام سے مشہور ہیں اور ہندوستان اور راس امید کے درمیان ان کا موقع نہایت ہی اہم ہے۔

بری ہوگیا مگر اس بدسلوکی سے وہ ۱۷۵۳ء میں مرگیا۔ اس اثناء میں دوپلے نے نواب کرناٹک کو ہزیمت دیکر فرانس کی فوجی شہرت کو بڑھا دیا تھا۔ مدراس کو اس نے اپنا قلعہ برقرار رکھکر قلعہ سینٹ ڈیوڈ پر حملہ کر دیا۔ بوس کاوین اور ایک انگریزی بیڑے نے قلعۂ مذکور کو بچا لیا مگر پانڈی چیری پر حملہ کرنے میں انھیں کامیابی نہیں ہوئی اے لاشاپیل کے صلحنامہ کی رو سے دونوں فریق اپنی اپنی فتوحات سے دست بردار ہوگئے لیکن ۱۷۵۴ء تک جب کہ دوپلے واپس بلا لیا گیا ہندوستان میں انگلستان کے مقابلے میں فرانس کا اثر غالب تھا۔ دوپلے کی واپسی کے بعد ہندوستان میں فرانسیسی حکومت کے قیام کی کوئی امید باقی نہ رہی۔

امریکا میں لوئی برگ جزیرہ راس برٹین کا صدر مقام اور کناڈا کے فرانسیسی مقبوضات کی کلید تھا مگر فرانسیسی اس کی حفاظت نہ کرسکے اور وہ ان کے قبضے سے نکل گیا۔ جزیرۂ مذکور کے انکے ہاتھوں سے نکل جانے سے

فرانسیسی شمالی امریکا میں

سینٹ لارینس اور کناڈا کی حفاظت کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اور بحری ہزیمتوں کی وجہ سے فرانس اپنے آبادکاروں کی امداد سے مجبور تھا۔ صلح نامہ اے لاشاپیل میں لوئی برگ مدراس سے بدل لیا گیا اور شمالی امریکا میں فرانسیسی اور انگریزی مقبوضات کی حدود کے تعین کے لئے کمشنر مقرر کئے گئے۔ امریکا اور ہندوستان میں جس نہج پر جنگ ہوئی اس سے ثابت ہوگیا کہ فلیوری نے بحریہ کو کس مپرسی میں چھوڑ دینے میں کس قدر غفلت کی تھی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ فرانس نے اپنی دور افتادہ نوآبادیوں اور ان کے گورنروں کے ساتھ جو طرز عمل اٹھارھویں صدی کے وسط میں اختیار کیا کس قدر غلط تھا۔

برطانیہ عظمے کی بحری سیادت میں اب کوئی شک وشبہ نہ تھا اور گو فرانس فلینڈرس میں فتح یاب ہوا اور ہندوستان میں اسکی حالت حسب سابق تھی مگر داخلی اور خارجی معاملات میں اس کا ضعف ظاہر تھا اور اس کے دانشمند ترین وزیر اس بات کو دنیا سے اب نہیں چھپا سکتے تھے

کہ فرانس میں اب حسن انتظام یا اعلےٰ درجہ کی حکومت کا نام تک نہ تھا جو لوئی چہاردہم کے عہد حکومت کی ممتاز خصوصیات میں تھے۔ اے لاشاپیل کا معاہدہ شرکاء جنگ کے خستہ حال ہو جانے سے ہوا تھا اس لئے اس سے حقیقی مصالحت نہیں ہوئی۔ مثلاً امریکا میں انگریزی اور فرانسیسی آبادکاروں کی نزاعوں کا تصفیہ نہیں ہوا اور اس کے دفعہ ۱۸ کی رو سے الیکٹر پلاٹین کے ان دعادی کے تصفیے کو ملتوی کر دیا گیا جو اس نے دول بحری اور آسٹریا کے خلاف میں پیش کئے تھے۔ اس صلح نامے کی ترتیب میں افسوس ناک عجلت سے کام لیا گیا، آسٹریا اور پرشیا کے درمیان جو نزاع سائی لے شیا کے متعلق تھی اس کا کوئی تصفیہ نہ ہوا اور انگلستان فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان جو ناگزیر جنگ نوآبادیوں اور ہندوستان میں ہونے والی تھی آٹھ سال کے لئے ملتوی ہو گئی جس میں یورپ میں امن ضرور تھا مگر سکون قلب کسی کو نہ تھا۔

اے لاشاپیل کی صلح محض عارضی تھی۔

کسی کا قول ہے کہ "وہ کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی جس میں اتنے اہم واقعات ہوئے ہوں اور اس قدر جانوں اور روپے کا نقصان ہوا ہو اور پھر اس کے اختتام پر ان اقوام کی جو اس میں شریک تھیں قریب قریب وہی حالت رہی ہو جو اس کے آغاز میں تھی"۔ اس سے ظاہر ہے کہ اے لاشاپیل کی صلح محض عارضی تھی۔

باب ہشتم

انقلاب سفارتی

۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۶ء

۱۷۴۸ء سے ۱۷۵۶ء تک ایک تغیرات کا عہد ہے۔ آسٹریا کی اصلاحیں۔ میریا تھیریسا کے مقاصد کاؤنیٹز کی حکمت عملی۔ انگلستان اور وائینا میں کشیدگی کا بڑھنا۔ آرچ ڈیوک جوزیف کے شاہ روما منتخب ہونے کا مسئلہ۔ ماشول کی کوششیں اصلاح کے لئے۔ پیرس کے پارلی مان کی جدوجہد دربار اور پادریوں سے۔ لوئی پانزدہم۔ فرانس کی شاہی حکومت کا انحطاط۔ فرانس اور آسٹریا اور روس کے سفارتی تعلقات۔ ۱۷۵۵ء میں جنگ کا اندیشہ انگلستان اور فرانس امریکا اور ہندوستان میں۔ فرانس اور پرشیا کا اتحاد۔ فرانسیسی حکمت عملی مشرقی یورپ میں۔ فریڈرک اعظم کی حیثیت۔ اس کے تعلقات فرانس سے انگلستان جنگ کی تیاری کرتا ہے۔ ویسٹ منسٹر کا معاہدہ۔ فرانس اور آسٹریا کے درمیان نامہ و پیام ۱۷۵۵ء و ۱۷۵۶ء ورسائلز کا پہلا صلح نامہ یکم مئی ۱۷۵۶ء۔ انقلاب سفارتی ۱۷۵۶ء۔

۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۶ء تغیرات کا عہد۔

۱۷۵۶ء میں قدیم نظام سفارتی شکست ہوگیا اور بجائے اسکے ایک نیا نظام وجود میں آیا۔ آسٹریا اور فرانس نے دوسو سال کی مخالفت کے بعد اپنی باہمی رقابت کو خیر باد کہا اور ایک اتحاد قائم کرلیا جو فرانسیسی انقلاب تک باقی تھا۔ آسٹریا نے دول بحری سے اپنے قدیم تعلقات کو منقطع کردیا اور پرشیا آسٹریا کا حلیف ہوگیا۔

اے لاشاپیل کے معاہدے سے کسی کو خوشی نہ ہوئی۔ فرانس کو اُس جنگ سے کوئی نفع نہ ہوا۔ انگلستان کو اپنی فتوحات سے دست بردار ہونا پڑا۔ پرشیا کو سائی لے شیا کی سلامتی کی طرف سے تشویش تھی اور آسٹریا کو اس صوبے کے ہاتھ سے نکل جانے کا قلق تھا اور جنگ میں انگلستان کی روش کا بھی وہ شاکی تھا۔ سائی لے شیا کے علاوہ اطالیہ میں بھی آسٹریا کا نقصان ہوا۔ اور جنگ میں اس کا خرچ بھی بہت ہوا تھا۔ میریا تھیری سا کے شکووں کا انگریزی سفیر نے یہ جواب دیا کہ ڈی ٹین گین اور فون تے نائی کی لڑائیاں آسٹریا کی طرف سے بغیر آسٹروی فوجوں کی امداد کے لڑی گئی تھیں۔ پرشیا نے برلن اور ڈریس ڈین کے معاہدے کر کے فرانس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا مگر فریڈرک بھی یہ جواب دیسکتا تھا کہ کم از کم ایک دفعہ فرانس نے بھی اس کے ساتھ غداری کی تھی۔

انقلاب سفارتی اتفاقات یا سازشوں یا میڈیم دی پوم پادور کی تنک مزاجی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ عام اسباب پر مبنی تھا جو عرصے سے موجود تھے۔ یورپ کے دول عظمے کے باہمی تعلقات کی یہ کایا پلٹ جس کی وجہ سے ایک جدید توازن قوت وجود میں آیا ۱۷۵۶ء تک مکمل نہیں ہوا گو اے لاشاپیل کے معاہدے کے بعد کے آٹھ برس میں اس کا اثر ظاہر ہو چلا تھا۔ مکمل ہو جانے کے بعد وہ ایک سفارتی انقلاب کا باعث ہوا جس کے نتائج ۱۸۱۵ء کے اتحاد ثلاثہ سے بھی زیادہ دور رس تھے۔ اس انقلاب کے دو اہم اسباب تھے اولاً پرشیا کا عروج اور ثانیاً سائی لے شیا پر فریڈرک اعظم کے غاصبانہ قبضے کی وجہ سے برلن اور وائینا کے درباروں کی نہ مٹنے والی دشمنی۔ اسی لئے میریا تھیری سا اے لاشاپیل کے معاہدے کی شرائط کو قطعی تسلیم کرنے پر مائل نہ تھی۔ انگلستان اور فرانس کے درمیان ہندوستان اور امریکا میں جو امور مابہ النزاع تھے انکا بھی اس معاہدے سے تصفیہ نہیں ہوا۔ آسٹریا اور پرشیا کی باہمی رقابت صرف عارضی طور پر دب گئی تھی اور امن و امان کے قیام کی اس معاہدے سے

کوئی امید نہ ہو سکتی تھی ۱۷۵۶ء تک جب کہ سفارتی انقلاب عملاً وجود میں آیا یورپ دو گروہوں میں منقسم تھا۔ ایک اتحاد میں انگلستان، آسٹریا، روس اور پرتگال شریک تھے اور دوسرے میں فرانس، پرشیا، ہسپانیہ، ڈین مارک پولینڈ اور ٹرکی مگر فرڈی ننڈ کے عہد حکومت میں ہسپانیہ غیر جانب داری کی طرف مائل تھا اور انگلستان اور آسٹریا سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اسی طور پر انگلستان گو روس کا دوست تھا مگر پرشیا کے متعلق روس اور اسٹریا کے مقاصد جو در پردہ تھے ان میں شریک نہ تھا۔ روس اور آسٹریا میں ۱۷۴۶ء سے گہرا اتحاد پیدا ہو گیا تھا اور دونوں اس فکر میں تھے کہ شاہ پرشیا کی قوت کو توڑ دیں اور اس کے مقبوضات کو آپس میں تقسیم کر لیں۔ انگلستان اور فرانس کو زیادہ تر اپنی تجارت اور نوآبادیوں کا خیال تھا اور ہندوستان اور امریکا میں دونوں ملکوں کے درمیان نزاعات کا جو سلسلہ جاری تھا اس وجہ سے اندیشہ تھا کہ جنگ کسی نہ کسی وقت ضرور چھڑ جائیگی۔ موجودہ اتحادوں کی استواری اور مضبوطی کا امتحان اگر ہو سکتا تھا تو صرف جنگ کے چھڑ جانے سے؛

پرشیا کے عروج نے یورپ کی سلطنتوں کے باہمی تعلقات میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا اور ہر سلطنت کے وزیروں کو فکر ہو گئی تھی کہ اپنے اپنے ملکوں میں فوجی اور دوسری اصلاحات عمل میں لائیں۔ گزشتہ جنگ میں گو آسٹریا نہ صرف فنا ہونے سے بچ گیا تھا بلکہ کچھ نفع میں رہا تھا مگر فریڈرک اعظم اور میریا تھیریسا کی ذاتی دشمنی یورپ کے سیاسیات کا محور بن گئی تھی اور اسی کی وجہ سے خاندان ہیپس برگ کے مقبوضات کی مکمل تنظیم از سر نو ہوئی۔ ملکہ مذکور کا قصد مصمم تھا کہ سائلیشیا کو دوبارہ حاصل کرے، اس وجہ سے یہ دشمنی اور بھی بڑھتی جاتی تھی۔ آسٹریا کے دستور میں اشرافی عنصر غالب تھا اور تمام اقتدارات معدودے چند خاندانوں کے ہاتھ میں جمع ہو گئے تھے۔ مرکزی عاملانہ نظام کی کمزوری، مختلف صوبجات کے متضاد مفاد، امرا کی

خود غرضی اور صوبجات کی مجالس میں ان کے حد سے زیادہ اقتدار سے صاف ثابت ہوتا تھا کہ مرکزی حکومت کی تنظیم خوبی کے ساتھ کی جائے اور اس کے اقتدار کو بڑھایا جائے۔ مالی عدالتی اور تمدنی اصلاحات کی بھی ضرورت تھی۔ اس زمانے کے بعد سے فوج کے اخراجات کے لئے ہر صوبے سے ایک مقرر رقم لی جانے لگی اور اس غرض سے ایک خاص محصول ہر درجے کے اشخاص پر عاید کیا گیا نظام عدالتی میں بھی اسی قسم کی اصلاحیں کی گئیں۔ پرشیا کی حکومت مرکزی تھی اور آسٹریا کے مختلف مقبوضات با یک دیگر ملصق نہ تھے، گزشتہ جنگ میں دونوں ملکوں کے نظام حکومت کا یہ بیّن فرق صاف ظاہر ہو گیا تھا۔ مصالحت ہو جانے کے بعد پرنس جارج آف ہاگ وٹز جو سیکسنی کے ایک جنرل کا بیٹا تھا اور جس نے سائی لے شیا کے باقی ماندہ حصے کی صوبہ داری کے زمانے میں بہت کچھ تجربہ حاصل کیا تھا چینسلر مقرر ہوا اور وہ متعدد اصلاحیں عمل میں لایا جس کی میریا تھیری سانے کماحقہ تائید کی۔ اسی طور پر رُوڈولف چوٹیک نے جو حال میں سررشتہ مالیہ کا افسر اعلیٰ مقرر ہوا تھا اور جو ہاگ وٹز کا رقیب تھا اپنا کام زور شور سے شروع کر دیا۔ ہاگ وٹز نے مرکزی حکومت کی تنظیم جدید فوراً شروع کر دی اس کا مقصد یہ تھا کہ مرکزی حکومت میں یکسانی عمل پیدا کرے، رشوت ستانی کو موقوف کرے اور مختلف مجالس کے اقتدارات کو گھٹا دے خصوصاً ان اقتداروں کو جن کا تعلق مالی اور فوجی معاملات سے تھا۔ علاوہ ازیں قوانین کی تدوین کی ضرورت تھی، امرا کے عدالتی اقتدارات بہت زیادہ تھے، پادریوں کے اثر پر نگرانی کی ضرورت تھی اور ابتدائی تعلیم کی آسٹریا میں بمقابلہ فرانس و پرشیا بہت کم اشاعت ہوئی تھی۔

ہاگ وٹز نے باوجود پیرانہ سال وزیروں اور امرا اور پادریوں کی مخالفت کے بہت سی قابل قدر اصلاحیں کیں جن کی بنا پر جوزیف ثانی کو مزید اصلاحوں کے عمل میں لانے کا موقع ملا۔ اس وقت تک سیاسی اور عدالتی کام کا بیشتر حصہ آسٹریا، ہنگری اور بوہے میا کی وزارتوں سے متعلق تھا۔ ہر وزارت اس فکر میں رہتی تھی کہ محاصل کے بوجھ سے بچ جائے، اپنے ملک کے مفاد کو اغراض شاہی پر

ترجیح دے اور سر رشتہ مالیہ (Hofkammer) اور شہنشاہ کی قوت کو کم کرے۔ آسٹریا کی جنگ جانشینی میں بوہے میا کے وزیر اعظم کنسکی نے جنگ سے اسکے ملک پر جو بار پڑتا تھا اس کو کم کرنے کے لئے فوج کو تباہ کر دیا۔ اس لئے ۱۴ مئی ۱۷۲۹ء کے فرمان کی رو سے سر رشتہ عدالت عام انتظامات سے علحدہ کر دیا گیا اور آسٹریا اور بوہے میا کی وزارتیں آپس میں ضم ہو کر پہلے (Directorum in internis (نظامت داخلی) اور پھر (Kaiserliche Konigliche vereinigte Hofkanzlei) کے نام سے موسوم ہوئیں یہ گویا وزارت داخلی تھی جس کے سپرد مالی اور عاملانہ کام تھے اور جس کا صدر ہاگ وٹز مقرر کیا گیا۔ عدالتی کام ایک جدید عدالت العالیہ (Hofrath) کے تفویض کیا گیا۔ وزارت داخلی چند روز کے بعد دو سر رشتوں میں تقسیم کر دی گئی جس میں سے ایک سر رشتہ مالیہ (Hofkammer) اور دوسرا سر رشتہ عاملانہ (Hofkanzlei) تھا۔ ۱۷۶۰ء میں ایک "مجلس ملکی" (Staatsrath) تمام سر رشتوں کے کام کی نگرانی کے لئے مقرر کی گئی۔ اس کے علاوہ یہ بھی طے ہوا کہ مجالس صوبجات بجائے ہر سال روپیہ اور سپاہی دینے کے آئندہ دس سال کے لئے سالانہ ایک مقرر رقم دیا کریں اور یہ کہ فوجی معاملات کا انتظام ان کے ہاتھ سے نکال لیا جائے۔ مجالس مذکور کے سیاسی اختیارات گھٹا دیئے گئے اور مرکزی حکومت کے نمائندوں کے سپرد کر دئے گئے۔ مقامی حکومت جو سابق میں بالکل امیروں کے ہاتھ میں تھی اب بالکل کالعدم ہو گئی، غرض ہر طرف اصلاحیں عمل میں لائی گئیں جن سے مقصود یہ تھا کہ خاندان ہیپس برگ کی سلطنت میں مرکزی حکومت کو تقویت دیجائے، امرا کے اثر کو گھٹایا جائے اور کسانوں کو ان کی دست برد سے بچایا جائے۔[1]

ماریا تھیریسا کی اکثر اصلاحوں کی غایت یہ تھی کہ کسانوں کی حالت بہتر ہو جائے اور امرا کا اثر کم ہو۔ اس غرض سے اس نے امرا کے ان حقوق کو کالعدم کر دیا جنکی رو سے اُن کی اراضیات لگان سے مستثنےٰ تھیں اور انھیں وائینا میں آکر قیام کرنیکی

[1] - دیکھو ضمیمہ (الف)

ترغیب دی۔ ان تمام اصلاحات کا مجموعی اثر یہ تھا کہ حکومت شاہی کی مرکزی قوت بڑھ جائے اور اس کے اقتدارات پختہ ہو جائیں۔ اصلاحات مذکور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے ان خیالات پر مبنی ہیں جو اس زمانے میں مقبول ہونے لگے تھے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ میریا تھیری سا اپنے حکومت کے مختلف اجزاء کو متحد کر کے ایک ایسی حکومت شخصی قایم کرنا چاہتی تھی جو نیک نیتی پر مبنی تھی۔ اصلاحات کی اجراء کا باعث یہ تیقن بھی تھا کہ سلطنت کے مختلف سررشتوں کی تنظیم جدید اور کارکردگی سے پرشیا کی آئندہ جنگ میں بہت مددملیگی اور کامیابی کا دارمدار سررشتہ ہائے مذکور کے حسن انتظام پر ہوگا۔ ہاگ وٹز کے انتقال کے بعد میریا تھیری سا نے خود لکھا تھا کہ اس نے انتہائی ابتری کو دور کر کے انتظامات ملکی کی کماحقہ اصلاح کی۔ اس کا یہ قول بالکل صحیح ہے کیونکہ جس عزم و استقلال سے اصلاحات عمل میں لائی گئیں اس کی مرکزی حکومت ضرور ممنون احسان ہے۔

اخراجات کو کم کرنے اور آمدنی کو بڑھانے کے لئے تعلیم، تجارت، صنعت وحرفت اور مالیہ میں بھی اصلاحیں کی گئیں۔ فروری ۱۷۶۰ء میں وائینا کی جامعہ کے اساتذہ کی نامزدگی کا اقتدار بادشاہ کے سپرد کیا گیا۔ یہ پہلی تدبیر تھی جس کے ذریعہ سے سررشتہ تعلیمات بالکلیہ سلطنت کے زیر نگرانی ہو گیا۔ بحیرۂ روم اور بحیرۂ ایڈریاٹک کے سواحل پر سفارت خانے قائم کئے گئے، تجارتی جہاز بنائے گئے اور ٹری الیسٹ کو ترقی دینے کے لئے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ چوٹیک کے زیر نگرانی سڑکوں اور نہروں کی حالت میں بہت اصلاح ہوئی، اندرونی محصول خانے یا تو بند کر دے گئے یا اس کا کام روک دیا گیا اور سررشتہ ڈاک کی بھی اصلاح کی گئی۔ آمدنی پر محصول عاید کیا گیا اور رعایا میں سے ہر شخص پر حسب حیثیت ایک خاص محصول عاید کیا گیا۔ تدبیروں سے آسٹریا کی آمدنی بہت کچھ بڑھ گئی اور اس کی ساکھ بڑھ گئی۔

میریا تھیری سا کا مصمم ارادہ تھا کہ سائلے شیا پر دوبارہ قبضہ کرے اس لئے فوجی اصلاحوں کی شدید ضرورت تھی۔ آسٹریا کے تمام مقبوضات میں سوائے ہنگری اور ٹائرول میلانیز اور نیدرلینڈ کے جبری فوجی خدمت کا طریقہ جاری کیا گیا سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا، نااہل افسر برطرف کر دئے گئے اور فوجی مدرسے قایم

کئے گئے۔ پرشیا کی فوج کے نمونے پر ڈرل (قواعد) میں اصلاحیں کی گئیں اور اخراجات میں تخفیف اور حسن انتظام کی تاکید کی گئی۔ فوج کی عام اخلاقی حالت کی اصلاح اور اس کو آرام پہونچانے کی طرف بھی توجہ کی گئی۔ زمانہ صلح میں آسٹریا کی فوج کی تعداد ایک لاکھ مقرر کی گئی جس میں زمانہ جنگ میں مستحفظ فوجوں اور ہنگری کے بے قاعدہ سپاہیوں کی تعداد سے اضافہ ہوسکتا تھا۔ اس لئے ۱۷۵۳ء میں اندازہ کیا گیا تھا کہ میدان جنگ میں آسٹریا ۱۹۵۰۰۰ سپاہی بھیج سکتا ہے۔ جنگ ہفت سالہ میں میریا تھیری سا نے ایک قابل تعریف فوج میدان جنگ میں بھیجی اور اس کا توپ خانہ یورپ میں سب سے بہتر تھا؛

میریا تھیری سا گزشتہ جنگ کے نتائج سے مطمئن نہ تھی اور سائی لے شیا کو دوبارہ حاصل کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ سائی لے شیا کا شمار آسٹریا کے بڑے جرمنی صوبوں میں تھا اور اس کے نکل جانے سے نہ صرف آسٹریا کے سطوت و جبروت کو سخت صدمہ پہونچا بلکہ سلطنت مذکور کے سلاؤ عناصر کو تقویت ہوگئی جس کی وجہ سے وائینا کی حکومت کو اکثر دقتوں کا سامنا رہتا تھا؛

میریا تھیری سا پھر جنگ چھیڑ کر قسمت آزمائی کرنا چاہتی تھی جس کے لئے سب سے پہلے حلیفوں کا انتخاب ضروری تھا۔ آسٹریا کی خارجی حکمت عملی کا اصل اصول یہ تھا کہ دول بحری سے اتحاد رہے مگر پولینڈ کی جنگ جانشینی میں انگلستان کا غیر جانب دار رہنا اور سائی لے شیا کی جنگوں میں اس کا تحکمانہ انداز میریا تھیری سا کو حد درجہ شاق گزرا تھا اور اسے یقین کامل تھا کہ اس کے نقصانات کا باعث اس کا غدار اور خود غرض حلیف (انگلستان) تھا نہ کہ فرانسیسیوں اور پرشیا کی فتوحات۔ ۷ مارچ ۱۷۴۹ء کو اس نے اپنے ہر ایک وزیر کو حکم دیا کہ دو ہفتے کے اندر آسٹریا کے آئندہ خارجی حکمت عملی کے متعلق اپنی تحریری رائے پیش کرے۔

وزیروں کی رایوں میں اختلاف تھا۔ شہنشاہ فرانسس کو جسے زیادہ تر دلچسپی مالی معاملات اور علم کیمیا سے تھی پیرانہ سال وزیروں سے اتفاق تھا جو قدیم نظام کو برقرار رکھنا چاہتے تھے اس کا خیال تھا کہ آسٹریا کے صرف تین دشمن ہیں فرانس، پرشیا اور ٹرکی اور ان کے علاوہ سارڈی نیا اور پارما ہیں۔ ان سے

مقابلہ کرنے کے لئے آسٹریا کو دول بحری کی امداد اور روس اور سیکسنی کے اتحاد کی ضرورت تھی۔ ان کی یہ بھی رائے تھی کہ پرشیا کو جنگ کی تجدید کا موقع نہ دینا چاہئے اور اس اثناء میں آسٹریا کو اپنی فوج اور سررشتہ مالیہ کی تنظیم از سر نو کرنی چاہئے مگر اُن کی رائے کاؤنٹز نے نہایت قابلیت اور آزاد خیالی سے رد کر دی۔ یہ شخص آسٹریا کے کابینہ یا کانفرنس کے اراکین میں سب سے کم سن تھا۔

اینٹن وین گیل فان کاؤنٹز ۱۷۱۱ء میں وائینا میں پیدا ہوا۔ اس کے والدین کی خواہش تھی کہ وہ کلیسیہ میں داخل ہو مگر اس کے چاروں بڑے بھائیوں کے انتقال کی وجہ سے اس کی زندگی کا رخ بدل گیا اور سفارتی ملازمت کے لئے وائینا۔ لیپزگ اور لائیڈین کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پاکر آلک کونسل کے رکن کی حیثیت سے چارلس ششم کی سلک ملازمت میں داخل ہوا۔ آسٹریا کی جنگ جانشینی میں وہ علے الترتیب روما، ٹیورن اور برسیلز میں سفیر تھا اور اسے لاشاپیل کی

کاؤنٹز کی حکمت عملی

کانگریس میں بھی آسٹریا کی طرف سے شریک تھا۔ لوگ اُسے عیاش اور فیشن کا شیدا خیال کرتے تھے اور اس کی صحت بھی خراب تھی مگر سفارتی کارروائیوں میں اُس نے اپنی قابلیت کو ثابت کر دیا تھا۔ باوجود اپنی ظاہرا روش کے سیاسی معاملات میں وہ غور و فکر اور دانائی سے کام لیتا تھا اور اس نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ اس زمانے کے زیرک ترین مدبروں میں ہے۔ اس کی لیاقت میں کوئی شک نہ تھا، نہایت سرگرم تھا مگر جلد بازی اس سے کبھی سرزد نہ ہوئی، نکتہ چیں حاسدوں میں وہ گھرا ہوا تھا مگر ہمیشہ استقلال دوراندیشی اور حسن تدبیر سے کام لیتا۔ اس کی فریبانہ سفارتی کارروائیاں دانشمندی اور پیش بندی پر مبنی تھیں اور اس کے حب قوم سے ان کارروائیوں کو تقویت پہونچتی تھی۔ اسی حب قوم کی وجہ سے میریا تھیریسا کو اس پر اعتماد کلی تھا اور فریڈرک اعظم کو تسلیم کرنا پڑا کہ کاؤنٹز اس کا خطرناک ترین مخالف ہے۔

کاؤنٹز نے ۴۰ سال کی عمر میں سفارتی کارروائیوں میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور ۴۰ سال تک آسٹریا کا وزیر خارجیہ رہا۔ اپنے مشہور یادداشت میں

جو حجم میں دوسرے وزیروں کی یادداشتوں کے مجموعے کے دو چند تھی اس نے ثابت کر دیا کہ پرشیا کے عروج سے آسٹریا کو نقصان پہونچا تھا اور چونکہ پرشیا آسٹریا کا اصل دشمن تھا اس لئے جب تک سائی لے شیا آسٹریا کے قبضے میں پھر نہ آجائے اس کی سلامتی سے متعلق تیقن نہ ہو سکتا تھا۔ فرانس اور باب عالی کا شمار بھی آسٹریا کے دشمنوں میں ہو سکتا تھا مگر پرشیائی مخالفت میں کوئی شک نہ تھا اور اس سے جنگ چھڑ جانے کا ہر وقت اندیشہ تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ آسٹریا بلا کسی تاخیر کے سائی لے شیا پر قبضہ کرے مگر اس حکمت عملی کو عمل میں لانے کے لئے موجودہ اتحادوں پر اعتماد ناممکن تھا۔ جارج دوم اور فریڈرک اعظم میں صفائی نہ تھی مگر شاہ پرشیا انگلستان میں ہر دل عزیز تھا اور چونکہ تجارتی اور نوآبادیات کے معاملات سے انگریزوں کو زیادہ لگاؤ ہوتا جاتا تھا اس لئے جرمنی کے معاملات کی الجھیں اب زیادہ پرواہ نہ تھی۔ ہالینڈ اپنی اندرونی مشکلات میں محو تھا، اس کے ذرائع روز بروز سقیم ہوتے جاتے تھے اس لئے وہ انگلستان کی متابعت کرنے پر مجبور تھا روس کی خارجی حکمت عملی کا دارومدار بادشاہ وقت کی مرضی پر تھا اس لئے اس پر بھی اعتماد نہ ہو سکتا تھا۔ سیاسی حالات کے اس تجربہ سے کانٹز نے دو نتیجے مستخرج کئے یعنی سائی لے شیا کے دوبارہ حاصل کرنے میں آسٹریا کے حلیفوں میں سے کسی سے مدد نہیں مل سکتی اور اس لئے فرانس سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی پوری کوشش ہونی چاہئے کیونکہ دول عظمے میں ایک فرانس ہی تھا جس سے آسٹریا کو پرشیا کے خلاف اپنی اس مہم میں امداد مل سکتی تھی۔ کانٹز نے یہ بھی ثابت کیا تھا کہ فرانس اور پرشیا کے تعلقات دراصل دوستانہ نہیں ہیں اور اسے امید تھی کہ لوئی پانزدہم بہ آسانی اس کا ہم خیال ہونے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ پرشیا ہی ایک دشمن تھا جس پر آسٹریا حملہ کرنا چاہتا تھا اور سائی لے شیا کو دوبارہ فتح کرنا اس کا مقصد واحد تھا۔ لیکن اولاً تو اس کی فوج نہایت زبردست تھی اور ثانیاً اس کا اثر اب بہت بڑھ گیا تھا اس لئے ضروری تھا کہ فریڈرک اعظم کے غرور کے توڑنے کے لئے سلطنت ہائے یورپ کا ایک اتحاد قایم کیا جائے اور اس اتحاد کا صدر فرانس ہو۔ بالمختصر کانٹز کی حکمت عملی امور ذیل پر مبنی تھی۔

(۱) سائی لے شیا کو واپس لینے کا قصد مصمم (۲) صوبہ مذکور کے واپس لینے کے لئے پرشیا کے خلاف میں انگریزی اتحاد محض بیکار ہے (۳) فرانس سے اتحاد پیدا کرنا اب بالکل ناگزیر ہے ؏

کانٹز کی یہ رائیں زیادہ تر صحیح تھیں۔ آسٹروی نیدرلینڈ یا اطالیہ کے دور دراز صوبجات کی اسے زیادہ پرواہ نہ تھی۔ میٹرنخ کے طرز عمل کے خلاف وہ خاندان ہیپس برگ کے جرمنی صوبجات کے انتظامات کو پختہ کرنا چاہتا تھا خواہ اس طرز عمل کی وجہ سے میلانیز یا نیدرلینڈ آسٹریا کے قبضے میں رہیں یا نہ رہیں۔ آرائے مذکورۂ بالا کو مدنظر رکھکر اس نے اور جوزیف ثانی نے ۱۷۷۸ء اور ۱۷۸۵ء میں باویریا کو سلطنت آسٹریا میں شامل کرکے جنوبی جرمنی میں ایک زبردست جرمن سلطنت بنانا چاہا تھا۔ بالمختصر جرمنی میں وہ آسٹریا کی سیادت کو از سر نو قائم کرنا چاہتا تھا جو ویسٹ فالیا کے معاہدے سے زائل ہوگئی تھی اور ان اثرات کو روکنا چاہتا تھا جنکی وجہ سے آسٹریا بجائے ایک مغربی قوت کے ایک مشرقی قوت ہو رہا تھا۔ فرانسیسی اتحاد کی تجویز کوئی نئی نہ تھی۔ ۱۷۲۶ء میں ریپرڈا کے کارپردازوں میں سے ایک نے تحریک کی تھی کہ فرانس وائنیا کے اتحاد میں شریک ہو جائے اور خود فلیوری آسٹریا سے دوستانہ تعلقات کے قیام کو ناپسند نہ کرتا تھا۔ آسٹریا کی جنگ جانشینی کے آخری دور میں بارٹین سٹیین نے تسلیم کرلیا تھا کہ فرانس کو پرشیا کے اتحاد سے علیحدہ کرنا قرین مصلحت ہے اور ہیپس برگ اور فرانسیسی بوربون خاندانوں میں اتحاد کے قیام پر علانیہ بحث ہونے لگی تھی۔ برہل نے ۱۷۴۵ء میں مارکوس دی وول گری نان کو بتادیا تھا کہ پرشیا کے غدار بادشاہ کو سزا دینے سے آسٹریا اور فرانس کو کیا نفع ہو سکتا ہے اور اسی زمانے میں چوٹیک (میونخ کا آسٹروی سفیر) نے مارکوس مذکور سے کہا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ وائینا اور ورسالز کے درباروں میں اتحاد ہو جائے۔ یہ بھی اغلب ہے کہ اگر فرانس کی طرف سے اتحاد کی طرف پیش قدمی ہوتی تو میریا تھیری سا کو کوئی عذر نہ ہوتا۔ فرانس کے وزرانے وول گری نان کے توسط سے نامہ و پیام شروع کیا مگر چونکہ فریڈرک کے پنجے سے سائی لے شیا کے نکالنے میں وہ دخل نہ دینا چاہتے تھے اس لئے اس نامہ و پیام کا کوئی نتیجہ نہ ہوا ؏

کانٹز کی تجاویز کی شہنشاہ اور ہراخ اور راہل فیلڈ نے سخت مخالفت کی مگر میریا تھیری سا اس کی تائید پر کھڑی ہوگئی اور اپنی عادتی گرمجوشی کے ساتھ تجاویز مذکور کو منظور کرلیا کیونکہ ان سے سائی لے شیا کے حاصل کرنے کی اسے امید ہوئی تھی جس کا اسے سب سے زیادہ خیال تھا۔

ملکہ کے ذاتی اثر اور آسٹریا اور دول بحری کے درمیان کشیدگی کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے کانٹز کی تجاویز کی مخالفت رفتہ رفتہ زائل ہوگئی۔ میریا تھیری سا کا خیال تھا کہ سائی لے شیا کے معاملے میں انگلستان نے اسے دھوکھا دیا اور پھر اسے لاشابیل کے معاہدے کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔ انگلستان کے خلاف میں آسٹریا کے خیالات اس قدر خراب ہو گئے تھے کہ دونوں ملکوں میں کشیدگی کو بڑھانے کے لئے زیادہ کوشش کی ضرورت نہ تھی۔

انگلستان کے خلاف آسٹریا میں ناراضی۔

گزشتہ جنگ میں انگریزی کابینہ نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا وہ میریا تھیری سا کو سخت ناگوار تھا۔ اے لاشابیل کے معاہدے کے مرتب ہو جانیکے بعد میریا تھیری سا نے انگلستان سے ایک لاکھ پونڈ کا مطالبہ کیا جو اس کے بیان کے مطابق واجب الادا تھا اور جب انگلستان کے پارلیامنٹ نے رقم مذکور کے ادا کرنے سے انکار کیا تو اس نے اپنا غصہ انگریزی سفیر کیتھ پر اتارا۔ انگلستان نے ۱۷۵۰ء میں ۱۷۴۶ء کے اس عہد نامہ کو تسلیم کرلیا جو روس اور آسٹریا کے درمیان ہوا تھا اور جارج دوم نے میریا تھیری سا کے غصے کو دفع کرنے کے لئے ڈائٹ میں آرچ ڈیوک جوزیف کو "شاہ روما" منتخب کرانے کا وعدہ کیا مگر ان دونوں باتوں سے میریا تھیری سا کو اطمینان نہ ہوا۔ دو سال تک اس کے متعلق نامہ و پیام ہوتے رہے جن میں تمام انتخاب کنندہ فرمانروا منہمک تھے اور فرانس اور روس کو بھی جرمنی کے معاملات میں دخل دینے کا موقع ملگیا۔ جارج دوم کے ایما سے آرچ ڈیوک کو منتخب کرانے کے بہترین طریقوں پر غور کرنے کے لئے جولائی اور اگست میں ہینوور میں مجالس شوریٰ منعقد ہوئیں۔ چونکہ مینز اور ٹری یر کے الیکٹر آسٹریا کے طرفدار تھے اور باویریا، کولن اور سیکسنی کے الیکٹر انگلستان کے زیر اثر خیال کئے

آرچ ڈیوک جوزیف کا شاہ روما منتخب ہونے کا مسئلہ ۱۷۵۰ء تا ۱۷۵۲ء

جاتے تھے اس لئے جماعت منتخب کنندہ میں کثرت رائے حاصل کرنے میں زیادہ وقت کا اندیشہ نہ تھا مگر جارج کی اس کوشش کی غود وائینا سے بہت کم تائید ہوئی کیونکہ میریا تھیریسا کو اب فرانس کو پرشیا کے اتحاد سے علیحدہ کر لینے کی امید ہو چلی تھی اور اسے نہ صرف انگلستان کے دربار کا طرز عمل ناگوار تھا بلکہ اسے معلوم تھا کہ الیکٹران آسٹریا سے روپیہ اور علاقہ جات کے طلب گار ہونگے۔ اسکا یہ خیال صحیح ہوا کیونکہ باویریا کے الیکٹر نے ایک زبردست سالانہ امداد طلب کی کولن کے الیکٹر کی خواہش تھی کہ ایک سالانہ رقم (Mois Romains) معاف کردی جائے جو قرون وسطےٰ سے تاج پوشی کے لئے شہنشاہ کے روما جانے کے اخراجات کے لئے دی جاتی تھی۔ الیکٹر پالاٹائن نے انگلستان اور ہالینڈ سے پچاس ہزار پونڈ کا مطالبہ کیا جو ہسپانیہ کی جنگ جانشینی کے زمانے سے واجب الادا تھا اس کے علاوہ گزشتہ جنگ میں اپنے نقصانات کی تلافی کے لئے آسٹریا سے علاقوں کا خواہش مند ہوا۔ چارلس تھیوڈور الیکٹر پالاٹائن ۱۱ دسمبر ۱۷۲۴ء کو پیدا ہوا اور جان کرسچن پرنس پالاٹائن آف سلزباخ کا بیٹا تھا ۱۷۴۲ء میں چارلس تھیوڈور چارلس فلپ کا جانشین ہوا جو شاخ نیوبرگ کا آخری الیکٹر تھا۔ چونکہ آسٹریا کی جنگ جانشینی میں وہ فرانس کا شریک تھا اس لئے معاوضے کے لئے جو دعوے اس نے آسٹریا کے دربار کے خلاف میں کیا اسے میریا تھیریسا نے حقارت سے رد کر دیا۔ ۱۷۵۱ء و ۱۷۵۲ء کے پیچیدہ مباحث میں فرانس کے وزیر خارجیہ پوئی سیونے اور سائین کون تیس نے ورژین کو کاب لینٹز اور ہینوور کو فرانس کے مفاد پر نگاہ رکھنے کے لئے بھیجا اور اس کو ہدایت دی کہ معاہدہ اے لاشاپیل کے دفعہ ۱۸ کی تائید کرے جس پر الیکٹر پالاٹائن کے دعاوی مبنی تھے اور یہ کہ فریڈرک اعظم جو طرز عمل اختیار کرے اس کی تائید پر آمادگی ظاہر کرے۔ ہینوور میں مختلف سلطنتوں کے سفیروں کے درمیان عرصے تک بحث کا سلسلہ جاری رہا جس میں گری مالڈی (ہسپانی سفیر سویڈن میں) بھی ورژین اور فرانیسی حکمت عملی کی تائید کے لئے آکر شریک ہوگیا۔ مگر ان مباحث سے جارج دوم کی یہ کوشش بارور نہ ہوئی کہ اس کی ریاست (الیکٹریٹ) کے اقتدار اور اثر میں اضافہ ہو۔ شاہ انگلستان باوجود

میریا تھیری سا کی علانیہ ناراضی کے الیکٹر پالاٹائن کی تائید پر مجبور تھا اور اس کی وجہ سے اس کے اور آسٹریا کے درمیان دلخراش مراسلت شروع ہوگئی جوزیف کا انتخاب جب زیر بحث تھا فریڈرک اعظم نے اعلان کر دیا کہ "شاہ روما" کے انتخاب کے لئے الیکٹروں کی کثرت رائے کافی نہ تھی اور انگلستان کے کابینہ کی بھی یہی رائے تھی۔ اس گفت و شنید میں انگریزی سفیروں نے شروع سے آخر تک مطلق حسن تدبیر سے کام نہیں لیا اور انگلستان کے تحکمانہ لہجے کی وجہ سے وائینا میں سخت ناراضی تھی۔ انتخاب بالآخر، ۲۷ مارچ ۱۷۶۴ء کو جا کر ہوا۔ جارج دوم نے کوشش کی تھی کہ میریا تھیری سا کا غصہ رفع ہو جائے مگر نتیجہ بالعکس ہوا اور ملکہ پہلے سے بھی زیادہ انگریزی حکومت سے ناراض ہو گئی ؛

آسٹریا کی ناراضی

سرحدی قلعے

دونوں سلطنتوں کی باہمی ناراضی نیدرلینڈ کی سرحد کے مسئلے سے اور بھی بڑھ گئی تھی۔ آسٹروی نیدرلینڈ گویا براعظم یورپ میں آسٹریا کی ایک نوآبادی تھی اور اس کی وجہ سے آسٹریا کو ہمیشہ دقتیں پیش آتی تھیں شیلٹ ندی کو تجارت کے لئے بند کر دینا، صلح نامہ سرحدی کی شرائط اور انگلستان اور ہالینڈ کا اس ملک کو فرانس کے حملوں سے محفوظ رکھنے کی فکر میں رہنا یہ سب امور ایسے تھے جن سے شہنشاہ کی حکومت کالعدم ہوگئی تھی اور آسٹریا کی وزیر صوبہ مذکور کے ذرائع تحفظ کو تقویت دینے کی طرف سے بے پرواہ ہو گئے تھے۔ میریا تھیری سا کو انگلستان کی سیاسی اور تجارتی غلامی نہایت شاق تھی اور اس نے ۱۷۴۸ء میں ۱۷۱۵ء کے انتظامات کی تجدید کو بادل ناخواستہ منظور کیا۔ مگر انگلستان اور ہالینڈ کے لئے یہ معاملہ نہایت ہی اہم تھا اس لئے ۱۷۵۳ء میں سر چارلس ہین بری ولیمس بطور سفیر خاص کے وائینا بھیجا گیا۔ مگر بدقسمتی سے اس زمانے کے انگریزی سفیروں کی طرح اس نے میریا تھیری سا سے گفتگو کرنے میں حسن تدبیر سے کام نہیں لیا اور نتیجہ برعکس ہوا اور ملکہ نے قصد مصمم کر لیا کہ وہ انگریزی سفیروں کے مطالبات کو منظور نہ کریگی ؛

کاؤنٹز کی سفارت فرانس کو ۱۷۵۰ء

۱۷۵۰ء میں کاؤنٹز آسٹریا کی طرف سے سفیر مقرر ہو کر پیرس گیا اور اسکی سفارت کی غایت یہ تھی کہ فرانس اور آسٹریا کی موروثی دشمنی کو دور کر کے دونوں میں اتحاد پیدا کرے۔ اس کی تجویز یہ تھی کہ فرانسیسی

سفیروں کے سامنے آسٹریا اور فرانس کے اتحاد کے امکان کو پیش کرے اور اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے شاہ پروشیا کے خلاف میں ان کے شبہوں کو تقویت دے ۔ فرانس میں وہ ۱۷۵۳ء تک رہا مگر اس کی سفارت کو خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی فرانس میں جب وہ پہونچا تو اس نے دیکھا کہ حد درجہ ابتری پھیلی ہوئی ہے ۔ لوئی پانزدہم کی ہر دل عزیزی بالکل معدوم ہو گئی تھی اور میڈیم دی پوم پادور کا عروج تھا ۔ ممالک غیر کے سفیر اسکی دربار داری کرتے تھے اور فرانس کے وزیر بھی ترقی مدارج کی امید اسی سے رکھتے تھے دربار شاہی کے اثرات کی کوئی انتہا نہ تھی اور محاصل کے غیر مساوی اور بھاری ہونیکی وجہ سے تجارت تباہ ہو رہی تھی ۔ اے لاشا بیل کے معاہدے سے سخت ناراضی پھیلی ہوئی تھی اور اندیشہ تھا کہ اہل پیرس کی عام ناراضی سے کہیں انقلاب نہ ہو جائے ۔ پیرس کا پارلی مان نہایت دقت کے ساتھ ایک جنگی محصول منظور کرنے پر آمادہ ہوا جو آمدنی کے دسویں حصے پر تھا ۔ جنگ کے اختتام کے بعد پارلی مان پھر حکومت کے خلاف میں فریق جانسینی کا حامی ہو گیا ۔ ماشول نے جو کنٹرولر جنرل (افسر اعلےٰ سر رشتہ مالیہ) تھا تمام طبقات ملک پر ایک مستقل محصول آمدنی کے بیسویں حصے پر لگانا چاہا تھا مگر پارلی مان نے اس محصول کی مخالفوں کی سرکردگی اختیار کی ۔ ماشول درنوویل کاونٹ دارژان سون کا رقیب ۱۷۴۵ء میں بجائے آری کے کنٹرولر جنرل مقرر ہوا تھا ۔ یہ شخص پہلے ھینول میں مجسٹریٹ تھا اور اس کو عروج میڈیم دی پوم پادور کی نظر عنایت سے نصیب ہوا تھا جو اس کے اکھڑپن اور اصول کے پابند ہونے سے واقف تھی ۔

ماشول کی اصلاحی کوششیں

ماشول نے انتہا درجہ کی کفایت شعاری سے سر رشتۂ مالیہ کی اصلاح کی کوشش کی مگر آسٹریا کی جنگ جانشینی کے بعد بیسویں حصے کے محصول کے عائد ہونے کے متعلق جو فرمان شاہی صادر ہوا اس سے سخت ناراضی پھیل گئی ۔ برٹنی میں بلوے ہونے لگے ، مجالس صوبہ بھی مقابلے پر تیار ہو گئیں ، پیرس کے پارلی مان نے فرمان مذکور کو درج رجسٹر کرنے سے انکار کر دیا اور پادریوں نے بھی اس کے خلاف میں صدائے احتجاج بلند کی ۔ وہی جماعتیں جنھوں نے زمانہ مابعد میں تورگو کی اصلاحی کوششوں کی مخالفت کی تھی فرمان مذکور کے عمل میں آنے میں حارج ہوئیں ۔ ماشول نے پادریوں پر براہ راست بھی حملہ کیا اس کی خواہش تھی کہ بہت سی زنانہ خانقاہیں

بند کردی جائیں اور جدید مذہبی ادارات زیادہ قایم ہونے نہ پائیں۔ اسکا یہ بھی قصد تھا کہ کلیسیہ کی املاک کو ناقابل انتقال قرار دینے سے متعلق ایک قانون نافذ کرائے اور کلیسیہ کے بطور وراثت روپیہ اور اراضی حاصل کرنے پر قیود عاید کرے۔ زراعت کو ترقی دینے کے لئے وہ فرانس کے تمام رقبے میں تجارت کی آزادی چاہتا تھا۔ مگر یہ قابل قدر تجاویز بار آور نہ ہوئیں۔ پادریوں نے اس پر کفر کا فتوے لگا دیا اور غلہ کے قسمت آزما تاجروں نے اس کی مخالفت شروع کردی۔ اگر ماشول کے نظام عمل پر توجہ کی جاتی تو ان سے اصلاحوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا جس سے فرانس انقلاب سے بچ جاتا اور بوربون خاندان کی حکومت اس ملک میں باقی رہتی مگر وزیر کے خلاف میں جو شورش پیدا ہوگئی تھی اس کو لوئی پانزدہم فرو نہ کرسکتا تھا، اس لئے جولائی ۱۷۵۴ء میں اس نے ماشول کو وزارت بحری پر منتقل کر دیا؛

پیرس کے پارلی مان کی نزاعیں پادریوں اور لوئی پانزدہم کے ساتھ۔

مگر بادشاہ کی طرح، پیرس کا پارلی مان پادریوں کی دھمکی میں نہ آیا گو بادشاہ خود ان کا موید تھا۔ پیرس کے متعصب اسقف اعظم نے حکم دیدیا تھا کہ کسی شخص کو عشاء ربانی (Sacrament) نہ دیجائے جب تک کہ وہ ایک ٹکٹ نہ پیش کرے کہ اس نے فرمان (Unigenitus) کو تسلیم کر لیا ہے۔ اسقف اعظم مذکور نے پیرس کے شفا خانوں کو بھی اپنی نگرانی میں لینا چاہا تھا۔ پیرس کے پارلی مان نے صوبجات کے پارلی مانوں کی تائید سے اسقف اعظم کی سختی کے ساتھ مخالفت کی۔ پارلی مان نے ۱۷۵۲ء میں ٹکٹ کا مذکور کے رواج کو بند کر دیا اور ان پادریوں کو سخت سزا دی جنھوں نے اس کے احکام کی تعمیل نہ کی مگر ۱۷۵۳ء میں حکومت پادریوں کی تائید پر آمادہ ہوگئی اور ۸ مر اور ۹ مئی کو پیرس کے پارلی مان کے تمام اراکین جلاوطن کر دئے گئے سوائے مجلس عظمے (Grand Chamber) کے جو پون تواس اور پھر سواسون کو بھیجدی گئی۔ مگر پارلی مان نے جد و جہد کو جاری رکھا اور اس کو رائے عامہ، جامعہ پیرس اور پارلی مان ہائے صوبجات کی تائید حاصل تھی؛

پارلی مان کے معاملات میں دربار شاہی کی دست اندازی اور حکومت ملکی میں پادریوں کی رخنہ اندازی پر اس کے اراکین سخت معترض ہوئے۔ پیرس کی گلیوں میں

سوار گشت لگاتے تھے، مختلف مقامات میں بلوئے ہونے لگے اور مغویانہ تحریریں دیواروں پر لگائی جانے لگیں۔ دارژان سون نے اسی زمانہ میں لکھا تھا کہ "ملک کے تمام طبقات میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے بلووں سے بغاوت ہونے کا اندیشہ ہے اور بغاوت سے ممکن ہے کہ زبردست انقلاب پیدا ہو جائے"۔ امید کی جاتی تھی کہ پارلی مان اسٹیٹس جنرل کے منعقد کئے جانے کا مطالبہ کریگا۔ مارچ ۱۷۵۴ء میں دارژان سون نے لکھا کہ ہر طرف سے خانہ جنگی کا اندیشہ ہے۔ لوئی پانزدہم نے میڈیم دی پوم پادور کے مشورے سے پارلی مان کے اراکین کو واپس بلا لیا، قید شدہ حکام کو رہا کر دیا اور چونکہ پیرس اور آئی کے اسقفان اعظم اور ارلیان اور تروائے کے اسقفوں نے اپنے طرز عمل کو بدلنے اور فرقہ جان سینی پر اپنے حملوں سے باز آنے سے انکار کر دیا تھا لہذا انھیں اس نے جلاوطن کر دیا۔ تدابیر مذکورہ سے بغاوت کا اندیشہ دفع ہو گیا۔

۱۷۵۶ء میں دی بومون نے پھر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی جس سے اہل ملک کے جذبات پھر برانگیختہ ہو گئے۔ پوپ بے نے ڈکٹ چہاردہم نے حکومت کے ایما سے ایک سمجھوتے کو پیش کیا تھا مگر پارلی مان نے اسے منظور کرنے سے انکار کر دیا اور عامہ قوم کی تائید سے پوپ کے فرمان کو نظر انداز کر دیا۔ پارلی مان کے دعاوی سے خائف ہو کر اور فرمان کے متعلق اس کی کارروائی سے سخت ناراض ہو کر بادشاہ نے ڈسمبر ۱۷۵۶ء میں "مسند معدلت" منعقد کیا اور اعلان کر دیا کہ میں فرمان پاپائی کو جبراً تسلیم کرا لونگا اور کلیسیہ کے معاملات میں پارلی مان کے اقتدارات کو کم کر دونگا۔ مگر عام رائے یہ تھی اسٹیٹس جنرل کی عدم موجودگی میں اگر کوئی قوت پادشاہ کی مطلق العنانی کو روک سکتی تھی تو وہ
پارلی مان کی تھی اس لئے اس کا یہ دعویٰ کہ کوئی فرمان شاہی جب تک کہ وہ رجسٹر نہ ہو جائے ۲۲۳
قابل تسلیم نہیں بالعموم مان لیا گیا۔ اس کے طرز عمل میں اگر سقم تھا تو صرف یہ تھا کہ مالی اصلاحوں کی وہ مخالف تھا اور قدیم مراعات کے برقرار رکھنے کے متعلق اسکا طرز عمل قدامت پسندی پر مبنی تھا۔[1]

1. Roquain, L' Esprit Revolutionnaire avant la Revolution pp. 54-72

لوئی پانزدہم ۱۷۱۵ء تا ۱۷۷۴ء

مگر چونکہ لوئی پانزدہم کی حکومت شاہی کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا مطلق احساس نہ تھا اس لئے پارلی مان کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اے لاشاپیل کے معاہدے کے مرتب ہونے تک لوئی ہر دل عزیز تھا۔ اس میں چند پسندیدہ خصائل ضرور تھے مثلاً وہ عندالموقع سرگرمی اور قابلیت سے کام لے سکتا تھا، خارجی حکمت عملی کے مسائل میں اسے دخل تھا اور وہ لوئی چہاردہم کی متابعت کا خواہاں تھا جس کا وہ حد درجہ احترام کرتا تھا۔ اپنی بیوی سے جسے ڈیوک بوربوں نے فرانس کی ملکہ بنا دیا تھا وہ عمر میں چھوٹا تھا مگر دس سال لوئی نے اسکے ساتھ ہنسی خوشی سے گزار دیے اور اس کے بطن سے ایک بیٹا اور چھ بیٹیاں تھیں ان لڑکیوں میں سے لوئیس ایلی زابیتھ کی شادی ۱۷۳۹ء میں ڈان فلپ سے ہوئی اور ۱۷۴۸ء سے ۱۷۵۹ء تک وہ ڈچیس آف پارما کے لقب سے مشہور رہی۔ اس کی دوسری بہنوں میں سے کسی کی شادی نہیں ہوئی۔ لوئی کاہل الوجود اور آرام طلب تھا اور بدقسمتی سے اسے ولی رائے اور فلوری ایسے اتالیق ملے تھے۔ ولی رائے نے اسے بادشاہوں کے انتہائی مطلق العنانی کی تعلیم دی اور فلیوری نے اسے مذہبی معاملات میں تعصب اور تنگ خیالی کی طرف مائل کیا۔ بوربون کے اثر سے نکلنے کے بعد اس نے فلیوری سے یہ خواہش کی کہ وہ دربار شاہی میں لوئی چہاردہم کے زمانہ کے اصول اور رواج کو جاری کرے۔ ۱۷۳۵ء سے وہ خاندان نیسل کی چار بہنوں کے زیر اثر ہو گیا جن میں سے ڈچیس دی شاتورو مشہور ترین ہے لیکن میٹز میں لوئی کے بیمار ہونے کے چند ہی روز بعد جب کہ
۲۴۳ اس کی ہر دلعزیزی نصف النہار پہ پہونچ گئی ژین پوآسون کا ستارہ اقبال طلوع ہوا جو ایک ساہوکار لی نورمان دی تیول کی بیوی تھی اور ۱۷۴۵ء میں میڈیم دی پوم پادور کے نام سے مشہور ہوئی۔ دربار شاہی میں اس کے دخل پانے سے موجودہ خرابیوں

بقیہ حاشیہ نمبر ۲۴۱۔ Aubertin, L Esprit Public an XVIII e Siecle pp 260-272, Lecky History of England in the XVIII Century Vol V p. 325-333

کی اصلاح کی امید مطلقاً جاتی رہی اور فوج ہائے بری و بحری، سر رشتہ مالیہ اور خارجی حکمت عملی کے نظام کی تنظیم جدید کی امیدیں بھی معدوم ہوگئیں۔ اے لاشاپیل کے معاہدے کی ترتیب میں جو عجلت کی گئی وہ اسی کے اثر کے سبب سے تھی اور جنگ کے ختم ہو جانے کے بعد وزیروں کا عزل ونصب اس کی مرضی پر منحصر ہوگیا۔ ۱۷۴۸ء اور ۱۷۵۶ء کے درمیان میں فرانسیسی حکومت کو چاہئے تھا کہ نوآبادیوں کے متعلق انگلستان سے جو نزاعیں تھیں ان کا تصفیہ کرالیا جاتا۔ مارشل سیکس نے ۱۷۵۰ء میں انتقال کیا اور لووین ڈاہل نے ۱۷۵۵ء میں حکومت کو چاہئے تھا کہ لایق جنرلوں کو تربیت دیکر ان کا جانشین بنایا جاتا۔ اسی طور پر بحری اور بری فوجوں اور سر رشتہ مالیہ کی اصلاح کے متعلق کاونٹ دارژان سون، روای لے اور ماشول کی کوششوں کی سرگرمی کے ساتھ تائید کرنی چاہئے تھی۔ لیکن میڈیم دی پوم پادور کی مسلسل دست اندازیوں کی وجہ سے اس ضروری حکمت عملی کو قابل اطمینان طریقہ پر عمل میں نہیں لاسکتی تھی۔

فرانس کی حکومت شاہی کا انحطاط ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۶ء

اس سے صاف ظاہر تھا کہ بادشاہ کو عیش و عشرت میں منہمک ہونے کی وجہ سے اپنی ذمہ داریوں کا مطلق احساس نہ تھا اور ہر سال خاندان بوربون کی حکومت کا مستقبل تاریک ہوتا جاتا تھا۔

جنوری ۱۷۵۷ء میں لوئی پانزدہم پر دامیان کے حملہ کرنے اور جنگ ہفت سالہ کے آغاز کی وجہ سے عام بغاوت نہ پھیلی مگر بیچینی اور مغویانہ کارروائیوں کا دفعیہ نہ ہوا۔ مذہب کی طرف سے شکوک بڑھنے لگے، سلطنت کے بنیادی اصول پر بحثیں ہونے لگیں اور حکومت شاہی کے سلطنت وجبروت میں روز بروز فرق آتا جاتا تھا۔ اسکی حکومت میں نہ تو استقلال تھا نہ تو قوت فیصلہ اس لئے اس پر "فضول خرچ موسم بتانے والے مرغ" کی پھبتی بیجا نہ تھی۔

لیکن فرانسیسی حکومت نے باوجود اپنی غیر استوار اور متلون داخلی طرز عمل کے خارجی حکمت عملی میں اس طرز عمل کو ترک کرنے کے کوئی آثار ظاہر نہیں کئے جس کی وہ قریب قریب ڈھائی سو سال سے پابند تھی۔ اکتوبر ۱۷۵۰ء میں، مارکوس دوت فور بجائے بلوت دیل کے وائینا میں سفیر مقرر ہوا اور ۱۷۵۳ء میں سیئور دوبی تیر اسکا جانشین ہوا۔ فرانس کے ان سفیروں کی جو آؤ بھگت ہوئی اس سے صاف ظاہر تھا کہ ۲۲۵

فرانس اور آسٹریا کے سفارتی تعلقات ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۶ء عیسوی۔

آسٹریا کی حکومت فرانس سے اتحاد چاہتی ہے اور وائینا کے انگریزی سفیر کیتھ نے ہوا کا رخ فوراً پہچان لیا۔ ان سفیروں کو جو ہدایتیں دی گئی تھیں ان سے ظاہر تھا کہ فرانس میریا تھیریسا کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتا تھا مگر جب تک کہ اس کا "قدرتی دشمن" انگلستان آسٹریا کا حلیف تھا فرانس مجبور تھا کہ آسٹریا کے جواب میں پرشیا سے اتحاد رکھے۔ فرانس کو پرشیا سے علیحدہ کرنے میں کانٹز کو کامیابی نہ ہوئی مگر اس نے شاہ فرانس اور میڈیم دی پومپادور سے دوستانہ تعلقات پیدا کئے اور میڈیم کے مزاج میں کچھ دخل بھی حاصل کر لیا۔ کانٹز کو معلوم ہو گیا کہ فرانس کو آسٹریا سے کوئی خاص عداوت نہیں ۱۷۵۳ء میں وہ آسٹریا کو واپس آیا اور چینسلر (وزیر) مقرر کیا گیا۔ بارٹین سٹین جو اس کا شریک کار ہونے پر آمادہ نہ تھا علیحدہ کر دیا گیا اور الفیلڈ خود مستعفی ہو گیا ۱۷۵۲ء میں آرن جوایز کا معاہدہ جسے ۱۷۲۵ء کے مشہور معاہدہ وائینا کی ایک پھیکی سی نقل کہہ سکتے ہیں آسٹریا اور ہسپانیہ کے درمیان میں ہوا جس کی رو سے ایک دوسرے کے یورپی مقبوضات کی ضمانت کی گئی۔ اس وقت فرڈی ننڈ ششم ہسپانیہ کا بادشاہ تھا۔ معاہدہ مذکور کو جہاں تک اس کا تعلق آسٹریا کے اطالوی صوبجات سے تھا سارڈی نیا، نیپلز اور پارما نے بھی تسلیم کر لیا لیکن فرانس اور ہسپانیہ کی باہمی کشیدگی اور انگلستان اور آسٹریا کے اتحاد کے باقی رہنے سے آسٹریا فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان کوئی گہرا اتحاد پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ مگر مختلف امور کے وقوع میں آنے سے کانٹز کو امداد غیبی حاصل ہو گئی اور چند ہی روز کے بعد نہ صرف آسٹریا اور فرانس کے درمیان ورسائلز کا معاہدہ ہو گیا بلکہ فرانس اور ہسپانیہ کا خاندانی اتحاد از سر نو تازہ ہو گیا۔ کانٹز کی سفارت سے اس وقت گو کوئی قرار واقعی نتیجہ برآمد نہیں ہوا مگر اس نے آسٹریا اور فرانس کے آئندہ اتحاد کی بنیاد رکھ دی اور سترھویں صدی کے اواخر میں ہسپانیہ کو ہارکورٹ کی سفارت کی طرح اس کے نتائج سے یورپ کے تمام ممالک متاثر ہوئے۔ ۲۲۶

۱۷۵۳ء میں براعظم یورپ میں آسٹریا کا سب سے زبردست حلیف روس تھا۔ اس اتحاد کو ۱۷۲۶ء میں چارلس ششم وجود میں لایا تھا اور اس کے انتقال پر

آسٹریا اور روس کے سفارتی تعلقات۔

صرف چند سال کے لئے اس میں رخنہ پڑ گیا تھا۔ صلحنامہ بلغراد کے بعد سے فرانس کا کچھ اثر روس میں ہو چلا تھا مگر ۱۷۴۴ء میں لااشتاردی کی روانگی کے ساتھ بالکل معدوم ہوگیا اور زارینا ایلی زابیتھ نے فریڈرک اعظم کی اولوالعزمیوں کو روکنے کے لئے میریا تھیری سا کی تجاویز اتحاد کو بخوشی منظور کر لیا۔ ۳۰ مئی ۱۷۴۵ء کو ایلی زابیتھ نے ۱۷۲۶ء کے اتحاد کی تجدید پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور ۲۲ مئی ۱۷۴۶ء کو دونوں سلطنتوں میں ایک معاہدہ ہوا جس میں سائی لے شیا کو واپس لینے اور پرشیا کو باہم تقسیم کر لینے کے متعلق پوشیدہ دفعات تھے۔ اس معاہدے پر دستخط ہو جانے کی تاریخ سے ایلی زابیتھ کے انتقال تک روس اور آسٹریا کا اتحاد برقرار رہا حالانکہ اہل ہنگری نے بعض اہل سرویا اور دیگر سلاؤ اقوام پر کسی مذہبی معاملہ میں ظلم کیا تھا جس سے ایک نزاع پیدا ہو گئی تھی۔ ۱۷۴۶ء کے معاہدہ میں ایک اور دفعہ کا اضافہ ترکوں کے حملہ کو دفع کرنے کے لئے کیا گیا کیونکہ قسطنطنیہ میں فرانس کا اثر بڑھ رہا تھا۔ اس روسی اتحاد سے میریا تھیریسا کو بہت سی امیدیں تھیں۔ شاہ پرشیا کی وہ سخت ترین مخالف تھی مگر ایلی زابیتھ کو شاہ مذکور کو اس سے بھی زیادہ بغض تھا اور اس کا وزیر اعظم بیسٹس ٹوزیو اس کی آتش بغض کو اور بھی بھڑکاتا تھا۔ روس کا ایک عرصہ سے خیال تھا کہ سویڈن کے انتظام جانشینی کو بدل دے اور ۱۷۴۹ء میں وہاں کے بادشاہ کی علالت سے نفع اٹھا کر ایک روسی فوج فن لینڈ کی سرحد پر جمع ہوئی۔ سویڈن کا ولی عہد فریڈرک اعظم کا بہنوئی تھا اور اس نے ۲۹ مئی ۱۷۴۷ء کو سویڈن سے ایک مدافعتی معاہدہ کیا تھا جس میں ۱۷۴۸ء میں فرانس بھی شریک ہو گیا تھا جنگ کی تیاری کر کے مئی ۱۷۵۰ء میں اس نے ایک احتجاجی یادداشت روس کے دربار کو بھیجی۔ بیسٹس ٹوزیو کو جب معلوم ہوا کہ انگلستان اس کی تائید پر آمادہ نہیں ہے تو وہ سویڈن کی مخالفت سے باز آیا مگر ایلی زابیتھ نے پرشیا سے سفارتی تعلقات
منقطع کر دئے اور ۱۷۵۳ء میں ماسکو میں ایک کونسل منعقد ہوئی جس میں یہ قرارداد ۲۲۷
منظور ہوئی کہ آیندہ سے روس کا مطمح نظر یہ ہونا چاہئے کہ پرشیا کی درازدستیوں کو روکے اور آسٹریا سیکسنی اور انگلستان کی معاونت سے اس کے جدید تر مقبوضات

کو چھین کر اس کی حالت وہی کر دے جو زمانہ سابق میں تھی۔ انگلستان کے تعلقات روس سے دوستانہ تھے اور اس کے اور پرشیا کے درمیان کشیدگی پیدا ہو چلی تھی جس سے آسٹریا کو مزید تقویت پہونچی۔

سویڈن کے اتحاد کی طرح روس کے اتحاد کے لئے بھی نقد معاوضہ ادا کرنا پڑتا تھا اور انگلستان کے مدبر تجارتی اغراض کے لئے اور ایلی زابیتھ کی معاونت حاصل کرنے کے لئے تاکہ فریڈرک پر دباو پڑے اور وہ ہینوور پر حملہ نہ کرے، روس سے دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کے لئے اس کو رقوم خطیر بطور امداد دیا کرتے تھے۔ زمانہ امن میں فوجوں کو تیار رکھنے کے لئے روس نے دو لاکھ پونڈ سالانہ کا مطالبہ کیا اور زمانہ جنگ کے لئے مزید دو لاکھ پونڈ ۱۷۵۰ء اور سنین مابعد میں انگلستان اور پرشیا میں اس قدر کشیدگی پیدا ہو گئی تھی کہ دونوں سلطنتوں کے متحد ہونے کی کوئی امید نہ ہو سکتی تھی۔ فریڈرک اعظم کو جنگ ہفت سالہ کے قبل انگریزی مدبروں پر بالکل اعتماد نہ تھا اور جنگ کے بعد بھی اس کا یہی خیال تھا۔ جارج کی اس تجویز کا وہ مخالف تھا کہ آرچ ڈیوک جوزیف شاہ روما منتخب ہو، پرشیا کے چند جہازوں کو جو فرانس سے تجارت کرتے تھے انگریزی فوجی جہازوں نے گرفتار کر لیا تھا، اس پر فریڈرک انگلستان سے برسر نزاع تھا۔ اس کے علاوہ فریڈرک نے ایک جیکوبائٹ کو سفیر بنا کر انگلستان بھیجا، برلن میں چند روز تک کوئی انگریزی سفیر نہ تھا اور لندن میں پرشیا کی سفارت میں صرف ایک معتمد موجود تھا۔

۱۷۵۳ء میں یورپ میں ایک عام جنگ کے چھڑ جانے کے آثار نمایاں تھے۔ جنوری میں سیکسنی کے ایک اہلکار مین زیل نے جسے فریڈرک نے رشوت دی تھی اسے ۱۷۴۶ء کے آسٹریا اور روس کے معاہدے کی ایک نقل بھیج دی اور ڈریسڈین کے سرکاری دفاتر سے وقتاً فوقتاً اسے راز کے کاغذوں کی نقلیں بھیجتا رہا۔ اسی طور پر
اس نے برلن کی آسٹروی سفارت کے ایک افسر مسمی وین گارٹین کو رشوت دیکر ۲۲۸
مفید معلومات حاصل کیں جس سے اسے معلوم ہو گیا کہ روس اور آسٹریا اس کو تباہ کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے اور سیکسنی کو بھی اس کام میں شریک کرنا چاہتے تھے بوہے میا میں آسٹریا اپنی فوجیں جمع کر رہا تھا اور روس کی فوجیں پرشیا کی طرف

بڑھ رہی تھیں مگر پرشیا پر یہ روسی حملہ ملتوی کر دیا گیا کیونکہ روس نے جن امدادی رقوم کا مطالبہ کیا تھا انھیں انگلستان دینے پر آمادہ نہ تھا اس کے علاوہ فریڈرک نے حسب عادت حملے کو دفع کرنے میں سرگرمی سے کام لیا اور فرانس نے بھی انگلستان کو مطلع کر دیا کہ اگر روس نے پرشیا پر حملہ کر دیا تو فرانس کی فوجیں بھی وہاں بھیجی جائینگی ہینوور پر حملہ ہو جانے کے خوف سے آنے والی ناگزیر جنگ عرصہ دراز کے لئے ملتوی ہو جاتی مگر ہندوستان اور امریکا کے متعلق انگلستان اور فرانس کے درمیان میں جو نزاعیں تھیں ان کی وجہ سے دونوں ملکوں میں جنگ چھڑ گئی ۱۷۵۳ء میں کناڈا کے صوبہ دار دولین نے اوہیو کی وادی پر قبضہ کرنے اور سینٹ لارنس اور مسی سپی ندیوں کے داویوں پر فرانسیسیوں کے جو عادی تھے ان کی رو سے فرانس کے صوبجات کناڈا و لوئی سیانا کو ملا دینے کی کوشش کی ہندوستان میں کلایو نے ڈوپلے کی تدبیروں کو خاک میں ملا دیا اور وہ ۱۷۵۴ء میں واپس بلا لیا گیا۔ مگر امریکا کی نزاعیں زیادہ اہم تھیں ۱۷۵۴ء میں ورجینا کی قومی فوج نے ایک قطعی کامیابی کے بعد شکست کھائی اور سال مابعد میں جنرل بریڈوک نے جسکی زیر کمان باقاعدہ انگریزی فوج کے سپاہی تھے شکست کھائی اور مارا گیا۔ انگلستان اور فرانس کے درمیان جنگ کا باضابطہ اعلان نہیں ہوا تھا مگر ۱۷۵۵ء میں صاف ظاہر تھا کہ جنگ اب ناگزیر ہے۔ اس نازک موقع پر فریڈرک کو مجبوراً اپنے اور فرانس کے تعلقات پر غور کرنا پڑا اور انگلستان کے کابینہ کو بھی ہینوور کی سلامتی کے بہترین طریقہ کے متعلق تصفیہ کرنا پڑا جو فریڈرک کی زد میں تھا؛

فرانس اور پرشیا کا اتحاد

فرانس سے فریڈرک کے نہایت گہرے تعلقات تھے۔ ۱۷۴۱ء کے معاہدے سے وہ لوئی پانزدہم کی امداد پر پابند تھا بشرطیکہ اس پر حملہ ہو اور ۱۷۵۳ء میں فرانس نے اس کی تائید کی تھی اور اعلان کیا تھا کہ اگر انگلستان نے اس کے خلاف اعلان جنگ کیا تو فرانس ضرور اسکی مدد کریگا گو نہ تو فرانس اور نہ پرشیا کو ایک دوسرے کی صداقت پر اعتماد تھا گو فریڈرک فرانس کے مدبروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور گو

فریڈرک اعظم کی حالت ۱۷۵۴ء و ۱۷۵۵ء میں

میڈیم دی پوم پادور اور فرانس کے اہل دربار فریڈرک کو ناپسند کرتے تھے مگر فرانس اور پرشیا کے درمیان میں مشترک اغراض کی وجہ سے گہرا اتحاد ناگزیر تھا اور پرشیا کی مالی حالت اور جغرافیائی موقع دونوں کچھ ایسے تھے کہ فرانس کے اتحاد سے اسے بیحد نفع کی امید تھی ؎ ۲۲۹

فرانس کا اس وقت یورپ میں خاص اثر تھا پولینڈ، سویڈن ٹرکی اور جرمنی کی چھوٹی ریاستوں سے اس کے تعلقات تھے جسکی وجہ سے وہ ایک قابل قدر حلیف تھا اور گو لوئی کی خفیہ سفارتی کارروائیوں اور سررشتہ خارجیہ کے عہدہ داروں کے متواتر عزل ونصب سے اس کی حکمت عملی میں یکسانی کا امکان نہ تھا مگر فرانس کی فوجی اور سیاسی حیثیت نہایت ہی زبردست تھی۔ اے لاشاپیل کے معاہدے کے بعد روس کا عروج عیاں ہوگیا تھا اور ۱۷۴۷ء اور ۱۷۴۸ء میں اس کی فوج نے پولینڈ کو تاخت وتاراج کر دیا جس سے نہ صرف پولینڈ کا انحطاط عیاں تھا بلکہ یہ بھی ظاہر تھا کہ زارنیا اس ملک کو اپنا دست نگر بنانا چاہتی تھی۔ لوئی یا اس کے وزیروں کو روس سے اتحاد کرنے کا اگر کچھ خیال رہا بھی ہو تو وہ ۱۷۴۶ء کے روس اور آسٹریا کے اتحاد سے جاتا رہا اور اس کے علاوہ لوئی کو ایلی زابیتھ سے ذاتی نفرت تھی اور روس کی دست درازیوں کو وہ ناپسند کرتا تھا۔ کاہل الوجود لوئی پولینڈ ٹرکی اور سویڈن سے اپنے تعلقات کو مستحکم کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے خوب معلوم تھا کہ وہ ماسکو سے جو سڑک قسطنطنیہ کو گئی تھی وہ دارسا اور اسٹاک ہولم سے ہوکر گزری تھی"۔ بونی وال کی طرح اسے بھی کچھ احساس تھا کہ اگر پولینڈ سویڈن اور ٹرکی فرانس کی سرکردگی میں متحد ہو جائیں تو اس سے فرانس کو بہت نفع ہوگا۔ مگر شمال اور مشرق میں اب فرانس کی ساکھ مطلق نہ تھی اور پولینڈ ٹرکی اور سویڈن رو بہ انحطاط تھے۔ ان کو اپنے خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے ایک ایسے مدبر کی ضرورت تھی جس میں مافوق الانسانی قوت عمل ہو جو انھیں ضروری اصلاحوں کو عمل میں لانے پر آمادہ کر سکتا تھا اور اس خطرے سے انھیں متنبہ کر سکتا جو انھیں روس کی طرف سے تھا۔ مگر لوئی مدبر نہ تھا اور اس پر طرہ یہ تھا کہ وہ بزدل تھا۔ پیچیدہ اور مخفیانہ طرز عمل کو پسند کرتا تھا اور اس کی صحت بھی خراب تھی۔ اس نے اب خفیہ کارپردازوں کے ذریعہ سے اپنا کام نکالنا چاہا۔ اس کام ۲۱

کے لئے اسنے پرنس آف کونتی کو منتخب کیا جو مشہور و معروف کونڈے کا عزیز تھا اور خود فلپ کا بھی۔ کونتی ہردل عزیز، جفاکش اور سرگرم تھا مگر اس کی اولوالعزمیاں حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھیں اور خیالی پلاؤ پکانے کا عادی تھا۔ ایک زمانے میں اسے ایلی زابیتھ ملکہ روس سے شادی کرنے کی آرزو تھی، پھر دول عظمیٰ میں سے کسی کا سپہ سالار ہونے کی اور پھر کارڈنل ہونے کی۔ اس وقت اسے پولینڈ کا بادشاہ ہونے کی ہوس تھی کیونکہ وہاں کا بادشاہ آگسٹس سوم قریب المرگ تھا۔

چونکہ پولینڈ رقبے میں فرانس کے مساوی تھا اور مغربی یورپ کی طرف روس کی پیش قدمی کو روکے ہوئے تھا اس لئے یہ ظاہر تھا کہ جیسے ہی ایک نئی یورپی جنگ کے آثار نمایاں ہونگے پولینڈ سفارتی کارروائیوں کا مرکز بنجائیگا۔ آسٹریا اور روس انگلستان کی امداد سے اس فکر میں تھے کہ آگسٹس ۱۷۴۶ء کے معاہدے کو تسلیم کرے اور فرانس نے اس موقع کی اہمیت کا احساس کرکے پولینڈ کو کم ازکم غیر جانب دار رکھنے کی کوشش کی (۱)

لوئی نے اس لئے پولینڈ کی تخت و تاج کے لئے کونتی کے دعادی کو پیش کرنیکا قصد کیا تاکہ روس کی مخالفت میں اس کی تدبیروں کی بھی تائید ہو۔ پولینڈ میں دو جماعتیں حصول تفوق کے لئے کوشاں تھیں۔ سیکسن جماعت روسی اتحاد کی خواہاں تھی اور روس کی حکمت عملی جس کا انگلستان موید تھا یہ تھی کہ خاندان زارٹورسکی کی تائید کی جائے اور اہل پولینڈ اور اہل سیکسنی کو اپنا دست نگر بنا کر خاندان مذکور کے ایک فرد کو بادشاہ بنادے اور اس کے ذریعہ سے پولینڈ میں سے اپنی فوجوں کو لیجانے کا حق حاصل کرے۔ دوسری جماعت "قومی جماعت" کے نام سے موسوم تھی اور روس میں روسی اقتدار کے قیام کی مخالف تھی۔ فرانسیسی وزیروں کا مقصود یہ تھا کہ قومی جماعت کو کامیابی ہو مگر لوئی پانزدہم کے اور بھی مقاصد تھے اور وہ کونتی کو پولینڈ کا بادشاہ منتخب کرانے کے لئے سازش کر رہا تھا۔ چونکہ ولی عہد فرانس کی بیوی آگسٹس کی بیٹی تھی اور مارشل سیکس اب تک زندہ تھا

---

(۱) Duc de Broglie, the King's Secret